مسلسل اشاعت کا ستائیسواں سال

ماہنامہ

# معارفِ رضا

کراچی

جلد: ۲۷ شمارہ: ۱۰، ۱۱

رمضان المبارک/شوال المکرم ۱۴۲۸ھ

اکتوبر/نومبر ۲۰۰۷ء

## یادگارِ رفتگاں نمبر



ہدیہ فی شمارہ: -/50 روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/200 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک: -/30 امریکی ڈالر سالانہ

**نوٹ**

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔ زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

**نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار/مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)**

25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، پوسٹ بکس نمبر 7324، جی پی او صدر، کراچی 74400۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان
فون: 2725150-21-92+ فیکس: 2732369-21-92+
ای۔میل: mail@imamahmadraza.net ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

ماہنامہ ''معارفِ رضا'' کراچی کا یہ

# یادگارِ رفتگاں نمبر

درج ذیل گرانقدر ہستیوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے

جو گذشتہ چند مہینوں میں ہمارا ساتھ چھوڑ گئیں:

- صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ
- شرفِ ملت حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ
- سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلوی علیہ الرحمۃ
- حضرت علامہ مولانا ابوالظفر یٰسین راز امجدی اعظمی علیہ الرحمۃ
- الحاج شوکت حسن خاں کی اہلیہ محترمہ سرفراز بیگم مرحومہ

# فہرست

''مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں، مقالہ تحقیقی، مع حوالہ جات ہو، ۵ صفحات سے زیادہ نہ ہو، کسی دوسرے جریدہ یا ماہنامہ میں شائع شدہ نہ ہو۔اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارہ کی مجلسِ تحقیق و تصنیف کرے گی۔'' (ادارتی بورڈ)

# چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

کلام: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکادے چمکانے والے

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت
بدوں پر بھی برسادے برسانے والے

مدینہ کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جابجا تھانے والے

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

چل اٹھ جبہ فرسا ہو ساقی کے در پر
درِ جود اے میرے مستانے والے

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرّانے والے

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہوجائیں جل جانے والے

اب آئی شفاعت کی ساعت اب آئی
ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

رضاؔ نفس دشمن ہے دَم میں نہ آنا
کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے

# تم ہو سراپا شمع ہدایت محی سنّت اعلیٰ حضرت

تاجدار اہل سنّت شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

تم ہو سراپا شمع ہدایت محی سنّت اعلیٰ حضرت
تم ہو ضیائے دین وملت محی سنّت اعلیٰ حضرت

بحر علم وچشمہ حکمت محی سنّت اعلیٰ حضرت
ہو دریائے فیض ورحمت محی سنّت اعلیٰ حضرت

کردی زندہ سنّت مردہ دین نبی فرمایا تازہ
مولیٰ مجدد دین وملت محی سنّت اعلیٰ حضرت

اس سے راضی رب ونبی ہو جس سے آقا تم راضی ہو
تم ہو رضائے حضرت عزت محی سنّت اعلیٰ حضرت

کیوں نہ بجے عالم میں ڈنکا آپ کے علم وفضل کا آقا
تم نے بجائی دین کی نوبت محی سنّت اعلیٰ حضرت

مرکزِ حلقہ اہل سنّت معدنِ علم وفضل وکرامت
منبعِ فیضِ شاہ رسالت محی سنّت اعلیٰ حضرت

پھوٹ رہے ہیں تخم بدعت پھول رہی ہے شاخ ضلالت
رہبر امت شیخِ طریقت محی سنّت اعلیٰ حضرت

زیرِ قدم تھے ہم جو تمہارے گویا جنت میں تھے سارے
تم جو سدھارے راہی جنت محی سنّت اعلیٰ حضرت

ہوگئی دنیا دوزخ گویا ہجر کی تپ نے ایسا پھونکا
جلوہ دکھا دو دور ہو فرقت محی سنّت اعلیٰ حضرت

تم وہ مجسم نورِ ہدایت دور ہے جس کے دم سے ظلمت
ہادی ملت ماحی بدعت محی سنّت اعلیٰ حضرت

اپنی بات

باسمہ تعالیٰ

# اٹھتے جاتے ہیں بادہ خوار ایک ایک کرکے.

مدیرِ 'معارفِ رضا' پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے قلم سے

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کو اپنے رب کے پاس پلٹنا ہے اور دنیا میں ہر نفس کو موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے اور یہ سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے جاری ہے۔ نہ جانے کتنے انسان آ کر دنیا سے واپس جا چکے اور نہ جانے کتنے ابھی آئیں گے اور چلے جائیں گے۔ کروڑوں اربوں انسانوں کو کوئی دوبارہ یاد بھی نہیں کرتا مگر اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی قرآنی حکم "واما بنعمت ربک فحدث" کے تحت چرچا قائم رہتا ہے۔ لوگ ان کو، ان کے علمی، روحانی اور فلاحی کارناموں کو یاد کرتے رہتے ہیں اور ان سے استفادہ کر کے ان کو خراجِ عقیدت پیش کرتے رہتے ہیں۔ سید عالم ﷺ کا میلادِ مبارک اور صالحین کا یوم وصال منانا اسی حکمِ الٰہی کی تعمیل ہے۔ ان ہی میں چند ہستیاں وہ بھی ہیں جو گذشتہ تین مہینوں کے قلیل عرصہ میں یکے بعد دیگرے ہم سے جدا ہو گئیں اور یہ ایسی ہستیاں تھیں کہ ہر ایک اپنی جگہ ایک مستند عالم اور مفتی کی حیثیت کی مالک تھیں۔ میری مراد مندرجہ ذیل گرانقدر ہستیوں سے ہے:

۱۔ حضرت علامہ مولانا مفتی غلام یٰسین رازؔ امجدی علیہ الرحمۃ بانی دار العلوم قادریہ رضویہ سعود آباد۔ آپ صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کے آخری شاگرد، دار العلوم امجدیہ کے مستند استاد اور مفتی ۱۵ رجولائی ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۹ رجمادی الثانی ۱۴۲۸ھ کو کراچی میں وصال فرما گئے۔

۲۔ نبیرۂ استادِ زمن مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا حسنین رضا خان علیہ الرحمۃ کے لختِ جگر، خانوادۂ رضویت کے مستند مفتی اور تمام موجودہ علماء میں ممتاز حیثیت کے مالک اور صدر العلماء کے لقب سے ملقب حضرت علامہ تحسین رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمۃ ۳ راگست ۲۰۰۷ء بمطابق ۱۸ ررجب المرجب ۱۴۲۸ھ کو نمازِ جمعہ سے قبل، ناگپور، انڈیا میں ایک کار حادثے میں شہید ہو کر ہم سے جدا ہو گئے۔

۳۔ ابھی ۳ راگست کی خبر نے اہلِ سنت کو سنبھلنے بھی نہ دیا تھا کہ پاکستان کے شہر کوٹلی لوہاراں کے ایک عظیم خانوادے کے عالم اور بزرگ حضرت سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ بھی ۴ راگست ۲۰۰۷ء/ ۱۹ ررجب المرجب ۱۴۲۸ھ کو ایک طویل عمر پا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

۴۔ شرفِ ملت ماہر رضویات حضرت علامہ مولانا عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی لاہوری اپنی طویل علالت کے بعد یکم ستمبر ۲۰۰۷ء بمطابق ۱۸ رشعبان المعظم ۱۴۲۸ھ کو وصال فرما گئے۔

۵۔ مذکورہ بزرگ ہستیوں کے علاوہ عید الفطر سے ایک دن قبل یعنی ۳۰ ررمضان المبارک ۱۴۲۸ھ بمطابق ۱۳ را کتوبر ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ بوقت سحر امام احمد رضا محدث بریلوی کی پرپوتی یعنی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سب سے بڑی محترمہ سرفراز بیگم زوجہ مولانا شوکت حسن خاں بریلوی کراچی میں انتقال فرما گئیں۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے اگرچہ مذکورہ تمام علماء کرام کے وصال کے موقع پر "معارفِ رضا" کے گذشتہ شماروں میں خصوصی مضامین شائع کیے ہیں جو قارئین کی نظر سے ضرور گذرے ہوں گے۔ مگر ہم نے یہ خیال کیا کہ ان سب کو یکجا جمع کر دیا جائے تاکہ محققین حضرات کو ان کے متعلق ضروری کوائف حاصل ہو جائیں۔ اس کے پیشِ نظر ہم نے چیدہ چیدہ مقالات اور مضامین کو ان حضرات کے نام منسوب کر دیا ہے جن کی ملی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں بالخصوص عبد الحکیم شرف قادری صاحب۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان حضرات کی علمی، قلمی، روحانی اور تبلیغی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کو اعلیٰ علیین میں مقام اور حضور کی شفاعت اور قرب عطا فرمائے۔ آمین!

☆..........☆..........☆

﴿......یادگارِ رفتگاں نمبر......﴾

نبیرہ مولانا حسن رضا خاں، صدر العلما

حضرت علامہ مولانا مفتی

# تحسین رضا خاں بریلوی

علیہ الرحمہ

## صدر العلماء کی رحلت

# آں ترکِ پری چہرہ کہ دوش از برِ ما رفت

مدیر اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے

صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں (پ ۱۹۳۰ء) ابنِ علامہ مولانا حسنین رضا خاں (۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء۔ ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) ابن علامہ مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (م ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) ۱۸ر رجب المرجب ۱۴۲۸ھ/ ۳ر اگست ۲۰۰۷ء کو انڈیا کے شہر ناگپور کے قریب ٹریفک کے حادثہ میں شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمہ اللہ رحمتہ واسعہ۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۷۷ برس کی تھی۔ آپ نے اپنے وقت کے برصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز علماء اور اساتذۂ فن کی صحبتیں اٹھائیں اور ان سے علمی و روحانی اکتسابِ فیض کیا۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں والدِ ماجد حضرت مولانا حسنین رضا خاں، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری برکاتی اور محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب قادری رضوی چشتی، صدر الشریعہ علامہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، مولانا سردار علی قادری اور مفتیِ اعظم پاکستان علامہ مولانا وقار الدین حامدی رضوی رحمہم اللہ نمایاں ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں آپ پاکستان تشریف لائے اور لائل پور (حال فیصل آباد) میں جامعہ مظہر اسلام میں محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ سے دورِ حدیث مکمل کیا۔ چھ ماہ قیام کے بعد آپ بریلی شریف واپس چلے گئے۔ شفیق و زیرک استاذ (حضرت علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ) کی جوہر شناس نگاہوں نے بھانپ لیا تھا کہ خانوادۂ رضا کے اس ذہین اور تقویٰ شعار شاہزادے میں، خادمِ علمِ حدیث اور مستقبل کا صدر العلماء اور محدثِ کبیر بننے کی بہترین صلاحیتیں موجود ہیں۔ چنانچہ صدر العلماء کی بریلی شریف واپسی کے وقت آپ نے حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کو ایک عریضہ لکھا، جس میں صدر العلماء کی صلاحیتوں کے متعلق آپ کے مشاہدات تھے اور لکھا کہ ''آپ مرکزِ اہلِ سنت بریلی شریف کے اس گوہرِ نایاب کو اپنی نگاہِ آبدار سے مزید تابدار بنائیں اور اپنی سرپرستی میں رکھ کر انہیں علمِ حدیث کی خدمت پر مامور فرمائیں۔'' مزید لکھا کہ ''آپ حدیث شریف کی جس کتاب کی تدریس ان کے ذمہ لگائیں گے، بحمد اللہ آپ اپنے اس شاہزادۂ ذی وقار کو محققانہ انداز میں اسے پڑھانے کا اہل پائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ یہ عزت مآب طالبِ علمِ حدیث آپ کی مسندِ عمل کا سچا جانشین اور بریلی شریف کا محدث کبیر ہوگا۔''

چنانچہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی اور زمانہ نے دیکھا کہ اس مردِ درویش نے پچاس سال کی طویل مدت میں اپنی حیاتِ مستعار کے آخری سانس تک نہایت فیاضی، ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ علومِ رسول ﷺ کی میراث کچھ اس طرح تقسیم فرمائی کی نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا، نہ درہم و دینار کا مطالبہ، نہ نام و نمود و نمائش کی خواہش، محض رضائے احمد ﷺ اور احمد رضا کی مسندِ علم کی عزت و وقار برقرار رکھنے کی خاطر خاموشی مگر وقار اور اطمینانِ قلب کے ساتھ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس علم کی خدمت میں صرف کر دیا اور عمّی جدِ کریم سیدی امام احمد رضا قدس سرہٗ کے درج ذیل قطعہ کے مصداق بن گئے اور اہلِ علم و نظر اور صاحبِ بصیرت پر یہ بات واضح ہوگئی کہ مسندِ علومِ رضا کے ''اصل جانشین'' اور ''پروردۂ فیضِ نگاہِ آلِ رحمٰن'' آپ ہی تھے۔

نہ مرا نوش ز تحسین، نہ مرا نیش ز طعن

نہ مرا گوشِ بمدحے، نہ مرا ہوشِ ذمے
منم و کنجِ خمولی کہ نہ گنجد در وے
جز من و چند کتابی و دوات و قلمے

علمِ حدیث کی خدمت کے صلے میں اللہ عزوجل اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ نے آپ کو اس عظیم اعزاز و اکرام سے نوازا کہ بڑے بڑے متقی کل قیامت کے دن اس پر رشک کریں گے یعنی آپ کو اپنے محبوب مکرم ﷺ کا نائب بنا کر انہی کے ذکر کے چرچے میں مشغول کر دیا۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے اپنی امت کے ایسے ہی علماء کو اپنا جانشین قرار دیا ہے اور ان کے لیے رحمت کی دعا فرمائی ہے۔ ارشادِ مبارک ہے:

''میرے جانشینوں پر اللہ کی رحمت، میرے جانشینوں پر اللہ کی رحمت، میرے جانشینوں پر اللہ کی رحمت۔'' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (ﷺ)! آپ کے جانشین کون ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''جو میری سنت سے محبت رکھتے ہیں اور بندگانِ خدا کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔'' [1]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت کے مطابق ایسے عالم کے لیے ''آسمان کے پرند، زمین کے چرند، پانی کی مچھلیاں اور کراماً کاتبین مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا کرتے ہیں۔'' [2]

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ''علم حدیث کے طالب کا شیوہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ سنجیدہ، بردبار، خداترس اور متبع سنت ہو۔'' [3]

اس حوالے سے صدر العلماء کی حیات اور ان کے کردار کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو وہ اس کسوٹی پر پورا اترتے ہیں۔ علم، تقویٰ، اتباعِ سنت، اخلاق و سیرت، گفتار و کردار، معاملات و معمولات، کسی رخ سے آپ انہیں دیکھیں تو ان کی شخصیت بلند و بالا ہی نظر آئے گی۔ حضرت علامہ مفتی عبدالمنان مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ آپ نہ صرف علم، تقویٰ، اتباعِ سنت میں حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے جانشین تھے بلکہ صورت و سیرت کے اعتبار سے بھی ان کے ہم شبیہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ العزیز کے وصال مبارک کے بعد بریلی شریف کی اقلیم علومِ رضا کے آپ ہی تاجور تھے۔ اسی طرح خانوادۂ رضا کے افراد میں دورِ حاضر میں آپ کی ذاتِ مبارکہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی سچی جانشین تسلیم کی جاتی تھی۔ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ سمیت ہندوستان کے جید علماء اہلسنّت لاینحل مسائل میں آپ ہی سے رجوع کرتے تھے۔ گویا آپ کی شخصیت مرجع العلماء تھی۔ اتباعِ شریعت اور سید عالم ﷺ کی سچی محبت جو آپ کے والدِ ماجد، جدِ امجد اور امام احمد رضا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمہم اللہ تعالیٰ کی حیات مبارکہ کا سرمایہ رہا ہے، اس سے بفضلہٖ تعالیٰ آپ نے بھی وافر حصہ پایا۔ علومِ اسلامیہ سے گہرا شغف تھا۔

آپ کی ذاتِ مبارکہ کی اہم خصوصیت یہ بھی تھی کہ خانوادۂ رضا میں جو الحمدللہ اس وقت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی پانچویں اور چھٹی پشت تک منتقل ہو کر ہزاروں افراد پر مشتمل ایک بڑے قبیلے کی صورت اختیار کر گیا ہے، آپ نہایت باکرامت اور قابلِ احترام شخصیت تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ آپ اپنے خانوادہ کے ہر فرد سے یکساں محبت و شفقت سے پیش آتے۔ یہی وجہ تھی کہ خانوادہ کے تمام خورد و کلاں بھی آپ ہی کو اپنا مربّی اور مشکل کشا سمجھتے تھے اور آپ کی ذاتِ قدسیہ کو نہایت احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپس کے معاملات میں آپ کے فیصلہ کو بلاچون و چرا تسلیم کرتے تھے۔ حضرت العلام کی یہ کرامت راقم کو خانوادۂ رضا کے متعدد افراد نے بتائی۔

حضرت صدر العلماء نور اللہ مرقدہٗ اخلاقِ عالیہ کا مرقع تھے۔ اس ضمن میں اسوۂ حسنہ پر سختی سے کاربند تھے۔ خاندانی، علاقائی، معاشرتی اور سماجی طور پر ہر کسی کے ہر دل عزیز تھے۔ اپنے بیگانے سبھی آپ کے حسنِ خلق، بزرگی اور عظمتِ کردار سے آگاہ و نیز اس کے قائل تھے۔ طلباء کے ساتھ نہایت شفقت و محبت کا رویہ تھا۔

حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی صاحب مدظلہ العالی، پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج، بریلی شریف جو حضرت صدر العلماء کے خود بھی شاگرد رہے ہیں اور بطورِ استاذ، حضرت کی سرپرستی میں اسی دارالعلوم میں برسوں پڑھاتے بھی رہے، فرماتے ہیں کہ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ نے بطور صدر مدرس اور استاذِ حدیث شریف سب سے طویل مدت یعنی تقریباً ۲۳ سال یہیں گزارے لیکن اس طویل مدت میں کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں گزرا کہ کسی طالب علم کو کسی بات یا سوال پر جھڑکا ہو۔ طلباء پر نہایت مہربان اور باپ سے زیادہ شفیق تھے۔ شفقت و محبت کا یہ حال تھا کہ آپ بریلی شریف کے کسی بھی دارالعلوم میں درس دے رہے ہوں، منظرِ اسلام ہو، مظہرِ اسلام ہو، جامعہ نوریہ رضویہ ہو، دراسات الاسلامیہ ہو، کہیں بھی ہوں، ہر دارالعلوم کے طالب علم کو اجازت تھی کہ وہ ان کی درس کی مجلس میں شریک ہوسکتا ہے۔ بلکہ بریلی شریف کے قرب و جوار کے علاقوں سے بھی طلباء شریکِ درس ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے اساتذہ کے مقابلہ میں آپ کی مجلسِ درس (کلاس) میں طلباء کا سب سے زیادہ ہجوم ہوتا تھا۔ بعض ایسے اساتذہ کرام جنہوں نے آپ سے نہیں پڑھا تھا، آپ سے شرف تلمذ کے حصول کی خاطر آپ کے درس میں شریک ہوتے۔ اکثر شاگرد اساتذۂ کرام بھی علمی تشنگی کی سیرابی اور حلِ اشکال کے لیے شریک درس ہوا کرتے۔

آپ نہایت متبع سنت اور متقی تھے۔ طلباء سے ذاتی خدمت لینے سے گریز فرماتے حتیٰ کہ اپنا بستہ/ بیگ بھی خود ہی اٹھاتے تھے۔ آپ میں ایک اچھے استاذ کی تمام خوبیاں بتمام وکمال موجود تھیں۔ آپ تدریس سے پہلے ہمیشہ مطالعہ کرتے اگرچہ ایک طویل عرصہ تک درس و تدریس میں مشغول رہنے کی بناء پر آپ کو کتابیں اور مضامین از بر تھے لیکن کبھی ایسا نہیں دیکھا گیا کہ آپ بلا پیشگی مطالعہ کسی روز مسندِ درس پر تشریف فرما ہوئے ہوں۔ آپ طلباء کو بھی اس کا پابند بناتے تھے کہ وہ تدریس سے قبل موضوع کا خوب مطالعہ کر کے آئیں۔

آپ کثیر المطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع المطالعہ بھی تھے۔ بے شمار احادیثِ مبارکہ آپ کو زبانی یاد تھیں اور اکثر دیکھا گیا کہ حدیث شریف کا درس دیتے وقت عشقِ رسول ﷺ کا طبیعت پر ایسا غلبہ ہوتا کہ قلب پر رقت طاری اور آنکھیں نمناک و پرسوز۔ آپ کے بعض خاص شاگردوں نے جو اس وقت ہندوستان کے جید علماء میں شمار ہوتے ہیں، راقم کو بتایا کہ دورانِ درس دلائل اور حوالہ جات کا اس قدر ڈھیر لگا دیتے تھے کہ ذہین سے ذہین طالب علم، بلکہ جید اساتذہ بھی انگشت بدنداں رہ جاتے اور آپ کے استحضارِ علمی اور وسعتِ مطالعہ کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کو قرآن و حدیث کے موضوعات پر اس قدر گرفت اور علمی عبور حاصل تھا کہ موضوع کے حوالے سے کوئی بھی سوال قائم کیا جاتا اور مشکل سے مشکل مقامات بحث کے لیے پیش کیے جاتے، آپ بزور دلائل نہایت علمی نظم و ضبط کے ساتھ اس قدر آسانی سے سمجھا دیتے کہ کمزور سے کمزور طالب العلم بھی سمجھ جاتا اور کوئی اشکال باقی نہ رہتے۔ آپ مطالعہ کے ساتھ ساتھ طلباء کو آموختہ یعنی پڑھائے ہوئے موضوعات اور کتب کو بار بار دہراتے رہنے کی بھی تلقین فرماتے تاکہ طالب العلم جیسے جیسے ترقی کرتا جائے تو پچھلا فراموش نہ کر بیٹھے اور علمی تسلسل و موضوع کا ربط برقرار رہے۔ آپ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ طلبِ علم کا سفر جز وقتی نہیں بلکہ کل وقتی اور عمر بھر کا ہے۔ اس لیے گذشتہ منزلوں کو یاد رکھنا کسی فن میں کمال کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ورنہ مقصدِ حصول علم فوت ہوجائے گا۔

علامہ حنیف رضوی زید عنایتہٗ نے ۲۰۰۱ء میں عرسِ رضوی اور جشنِ صد سالہ منظرِ اسلام میں حاضری کے موقع پر فقیر کو یہ بات بتائی کہ حضرت صدر العلماء قدس سرہ العزیز نے کبھی بھی زیادہ رقم ملنے کے

عوض کسی دوسرے دارالعلوم کے لیے تدریس کو ترجیح نہ دی اور نہ کبھی کسی سے قلتِ مشاہرہ کی شکایت کی۔ وہ اسلاف کرام کے سچے جانشین اور نمونہ تھے۔ جہاں بھی مسندِ علم سجائی، وہاں شاکر و صابر رہے اور اخلاص فی سبیل اللہ کے ساتھ درس و تدریس کی خدمات انجام دیں اور بغیر اجازت اور بلا اطلاع کسی دارالعلوم کو نہیں چھوڑا۔ جہاں تشریف فرما رہے، ہنسی خوشی رہے۔ فقر، درویشی اور استغنیٰ آپ کی شخصیت کی خصوصیات تھیں۔ جب کسی دارالعلوم کی مسند چھوڑتے تو ہنسی خوشی سے وداع ہوتے اور رخصت کے بعد بھی اچھے تعلقات رکھتے۔ اس کی خصوصی مجلسوں میں شریک ہوتے۔ تعلیم و تربیت اور معیارِ تعلیم کو بڑھانے کے لیے مفید مشوروں سے بھی نوازتے رہے۔ اس سلسلے میں بریلی شریف کے چاروں دارالعلوم میں انہوں نے کبھی بھی کوئی امتیاز نہیں برتا۔ کبھی کسی سے کوئی شکوہ شکایت نہیں کی، نہ ہی ان تعلیمی اداروں کے انتظامی معاملات اور ان کی انتظامیہ کی آپس کی رقابتوں یا سیاست میں ملوث ہوئے، یہی وجہ تھی کہ بطور مربی، سب ان سے محبت کرتے تھے، سب کے دلوں میں ان کا احترام تھا اور وہ بھی سب سے محبت و شفقت کے برابر کے تعلقات آخری دم تک بطریقِ احسن نبھاتے رہے۔ حضرت صدر العلماء قدس سرہٗ تعلیم کے معاملے میں مقصدیت کے قائل تھے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے تلامذہ کی روحانی اور اخلاقی تربیت بھی فرماتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے مریدین کی بھی تربیت پر پوری توجہ فرمائی اور انہیں ضروری علم کے حصول کی تلقین بھی فرماتے اور تشویق و ترغیب دیتے، ذہین طلباء کی ہمت افزائی فرماتے۔ اپنے تمام تلامذہ و مریدین سے جو علمی استعداد کے حوالے سے مختلف المراتب ہوتے، شفقت و محبت کا یکساں سلوک فرماتے۔ ان کا حسنِ خُلق، منکسر المزاجی، اسوۂ حسنہ کی حتی المقدور پیروی، سنتِ رسول ﷺ پر سختی سے عمل اور مسلک و مذہب پر استقامت، پابندیٔ وقت اور فرائضِ منصبی کی نہایت ذمہ داری سے ادائیگی، طلباء اور ساتھی اساتذۂ کرام کے لیے مثالی تھا۔ حضرت صدر العلماء ماہرِ تعلیم و تربیت بھی تھے اور معمولات و معاملاتِ زندگی میں سنتِ مصطفیٰ ﷺ پر سختی سے عمل پیرا بھی۔ حضرت غوث الثقلین، قطب الاقطاب، شیخ شیوخ سیدنا عبد القادر جیلانی اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک ارشاد کے مطابق ولی اللہ کی سب سے بڑی کرامت اس کا سنت اور شریعت کا عینِ اتباع ہے۔ دورِ حاضر اور ماضی قریب میں بریلی شریف بلکہ برصغیر پاک و ہند میں چند ہی شخصیات اس کی مصداق ٹھہرتی ہیں جن میں مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں اور صدر العلماء مولانا تحسین رضا خاں علیہما الرحمۃ امتیازی شان کے حامل قرار پاتے ہیں۔

الغرض حضرت صدر العلماء کی شخصیت جامع الصفات تھی۔ آپ شریعت و طریقت دونوں کے زبردست عامل تھے۔ آپ نے اپنے تلامذہ اور مریدین میں بھی یہی روح پھونکی۔ خود نمائی اور نمائش کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ تواضع اور انکساری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب کبھی کسی بزرگ یا عالمِ دین کے بارے میں آپ کو بتایا جاتا کہ یہ بہت بڑے بزرگ یا عالم ہیں تو آپ ان کا خوب اعزاز فرماتے۔ آپ کو کسی کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی یا محبت نہیں تھی بلکہ آپ معلمِ کائنات، سید عالم ﷺ کے اس ارشادِ مقدس کی چلتی پھرتی تصویر تھے، ''الحب فی اللہ والبغض فی اللہ'' یعنی اللہ جل شانہٗ کی خاطر محبت اور اللہ عزوجل کی خاطر عداوت۔

علامہ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری منظری اختر القادری (چیئرمین، اسلامک ریسرچ سینٹر، دیناجپور، بنگلہ دیش) نے جو صدر العلماء کے شاگرد بھی ہیں، حال ہی میں آپ کے واصل بحق ہونے کی خبر سن کر ٹیلیفون پر راقم سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت صدر العلماء کی بحیثیت مشفق استاذ بہت سی خوبیاں بیان کیں اور ان کے عجز و انکساری اور ساداتِ کرام سے محبت کا ایک سبق آموز واقعہ بتایا جس سے حضرت

کے درویشانہ مزاج اور اعلیٰ اخلاقی کردار کا اندازہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ''میں ایک نو عمر طالب علم تھا، منظر اسلام بریلی شریف میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بنگلہ دیش سے گیا ہوا تھا۔ وہاں تعلیم مکمل کرنے کے بعد جدید عربی زبان سیکھنے کے لیے مجھے قنوج میں ایک مدرسہ میں بھیجا گیا تھا۔ انہی دنوں صدر العلماء کسی کام سے قنوج تشریف لائے تھے، میرے مدرسہ میں بھی آئے۔ واپسی میں، میں ان کے ساتھ ہولیا۔ وہ میرے استاذِ محترم تھے، میں نے ان کی جوتیاں سیدھی کرنی چاہی تو انہوں نے فوراً ہاتھ بڑھا کر منع کر دیا۔ مجھے افسوس ہوا کہ حضرت نے مجھے ایک سعادت سے محروم کر دیا۔ پھر وہ وضو کے لیے وضو خانہ پر گئے۔ میں بھی خوشی خوشی ان کے ساتھ گیا کہ ان کو وضو کرانے کی سعادت حاصل کرسکوں اور یہ میری دلی تمنا تھی۔ جب میں نے لوٹے میں پانی بھر دیا اور حضرت بیٹھ گئے تو میں نے لوٹا اٹھا کر جیسے ہی ہاتھوں پر پانی ڈالنا چاہا، حضرت نے فوراً روک دیا اور میرے ہاتھ سے لوٹا لے لیا اور میرے ضد کرنے کے باوجود حضرت نے نہ مانا اور فرمایا کہ میں طالبِ علم سے کام نہیں لیتا اور وضو خود بنانا سنت ہے اور میں اس سنت کا تارک نہیں بننا چاہتا۔ میں بہت ہی افسردہ ہوا کہ حضرت نے خدمت کا یہ موقع بھی حاصل نہیں کرنے دیا۔ جب ہم دونوں سفر پر روانہ ہونے کے لیے کمرے میں واپس آئے تو میں نے حضرت کا ایک چھوٹا سا بریف کیس اٹھالیا اور اپنا بیگ کاندھے پر لٹکالیا۔ حضرت صدر العلماء نے دیکھا تو فوراً میرے ہاتھ سے لے لیا اور کہا آپ چھوٹے ہیں، اتنا بوجھ نہیں اٹھا پائیں گے بلکہ انہوں نے میرا بیگ بھی مجھ سے لے لیا اور کہا میں بڑا ہوں میں آسانی سے دونوں چیزیں اٹھا سکتا ہوں۔ میں نے لاکھ کہا کہ حضرت یہ دونوں چیزیں ہلکی ہیں اور میں با آسانی انہیں اٹھا کر بس اسٹینڈ تک لے جا سکتا ہوں، مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی اگر چہ یہ آپ جیسے عالی وقار استاذ کی یہ معمولی سی خدمت ہے مگر میرے لیے ایک بہت بڑی سعادت ہے تو آپ مجھے اس سے کیوں محروم کر رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے آبدیدہ ہوکر جو کچھ فرمایا، وہ صرف ایک سچا عاشقِ رسول (ﷺ) اور ایک عالمِ باعمل ہی کہہ سکتا تھا جو خانوادۂ اعلیٰ حضرت کا طرۂ امتیاز ہے۔ آپ نے فرمایا اور مجھے آج بھی وہ الفاظ، وہ وقت اور وہ منظر یاد ہے گرچہ اس کو ۲۵ سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا:

''پیارے صاحبزادے اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور اپنا سامان و بوجھ خود اٹھانا، یہ ہمارے رحیم وکریم آقا ﷺ کی سنت مبارکہ ہے، اس لیے میں اس کا تارک نہیں ہونا چاہتا، پھر یہ کہ آپ ساداتِ کرام کے خانوادے کے شاہزادے ہیں، آج میں آپ سے اپنے سامان کا بوجھ اٹھوالوں تو کل قیامت کے دن آقا و مولیٰ ﷺ کے حضور کس منہ سے شفاعت کا طلبگار ہوں گا؟ اگر انہوں نے دریافت فرمایا کہ تحسین رضا، تمہیں بوجھ اٹھوانے کے لیے میرا ہی شہزادہ ملا تھا تو لو آج اپنے اعمال نامہ کا بوجھ خود اٹھاؤ، میرے پاس شفاعت کے لیے کس منہ سے آئے ہو تو میں کیا جواب دوں گا۔''

میں نے ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہوئے دیکھتے تو لرز گیا۔ میں حیران تھا کہ ہندوستان کا اتنا بڑا عالم، جید شیخ الحدیث، اور یہ انکساری اور تواضع وہ بھی ایک عام طالبِ علم کے ساتھ۔ حضور اکرم ﷺ کا ایسا عاشق کہ دور دراز نسبی نسبت کا اس قدر پاس لحاظ۔ میرا دل چاہا کہ میں ان کے قدم چوم لوں مگر مجھے پتا تھا کہ جو اپنی دست بوسی بھی کروانا پسند نہیں کرتا وہ بھلا پابوسی کی اجازت کیسے دے گا۔ لیکن میرے معصوم دل نے اسی وقت یہ فیصلہ کرلیا اور اس بات کی مجھے مسرت بھی ہوئی کہ میں اگر چہ استاذِ محترم کی خدمت کی سعادت سے محروم رہا لیکن یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں سید عالم ﷺ کے ایک عاشقِ صادق، اللہ تعالیٰ کے ایک ولیِ کامل، ایک جید عالمِ باعمل کی ہم نشینی اور رفیقِ سفر ہونے کی سعادت سے ضرور بہرہ مند ہو رہا ہوں۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میرے

استاذِ محترم کا رتبہ بلند فرمائے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔''

حضرت صدرالعلماء شہیدِ راہِ حق ہیں۔ وہ تمام عمر محبوبِ خدا، سرورِ ہردوسرا، آقا ومولیٰ مصطفیٰ ومجتبیٰ ﷺ کے ''دندان ولب وزلف ورخ شہ کے فدائی'' بن کر رہے۔ انہی کا چرچا کرتے رہے، انہی کی محفل سجاتے رہے، انہی کے شمائل وفضائل بیان کرتے رہے۔ ہزاروں گمگشتگانِ راہ کو نورِ ہدایت کی راہ دکھائی، ہزاروں تشنگانِ علم حقیقی و نورانی کو علومِ مصطفیٰ ﷺ کے چشمۂ صافی سے سیراب کیا۔ بے شمار بے قرار دلوں کو مئے عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے سرشار کیا اور عاشقانِ صادق کا ایک ایسا عظیم قافلہ تیار کر گئے جو تا صبحِ قیامت ان کے علم کے چراغ کی مستعار لَو سے چراغ جلاتا اور ذکرِ رسول ﷺ کی روشنی کو پھیلاتا رہے گا۔

بلاشبہ حضرت صدرالعلماء عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں شہید ہو کر شفیعِ امت، نبی رحمت ﷺ کی آغوشِ رحمت میں جا پہنچے اور فائز المرام ہوگئے لیکن اے وارثانِ مسندِ اعلیٰ حضرت اور اے سجادگانِ خانقاہِ عالیہ رضویہ! ان کی روح مبارکہ اپنے حبیب ﷺ کی آغوشِ کرم سے بغلگیر ہوتے ہوئے نسیمِ چمنستانِ رضا کی لہروں پر ایک اہم اور ضروری پیغام بھی نشر کر گئی جس کی گونج پورے عالمِ اہلسنّت بلکہ عالمِ اسلام میں سنی جا رہی ہے اور تم نے بھی یقیناً سنا ہوگا اور اگر تم نے اس پر غور نہیں کیا تو دوبارہ سن لو۔

بصدقِ فطرتِ رندانۂ من
بسوزِ آہِ بے تابانۂ من
بدہ آں خاک را ابرِ بہارے
کہ در آغوش گیرد دانۂ من!

اب سب سے بڑا سوال یہی ہے کہ حضرت علامہ مولانا رضا علی خاں قادری نوراللہ مرقدہٗ نے علم وحکمت کے جس گلشن کی آبیاری اور جس چمنستان میں عشقِ رسول ﷺ کی تخم ریزی کی تھی، گذشتہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے ان کے عظیم وارثانِ علم حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں قادری برکاتی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی نوری، مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری قادری برکاتی، حضرت علامہ مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں قادری رضوی، صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں قادری رضوی نوری، علامہ مولانا ریحان رضا خاں قادری رضوی نوری رحمہم اللہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا اختر رضا خان قادری رضوی نوری مدظلہ العالی ابرِ بہار بن کر اس کی آبیاری اور باغبانی کرتے چلے آرہے تھے لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس کو تسلیم کیے بغیر چارۂ کار نہیں کہ اب صدر العلماء کے وصال کے بعد آنے والے دنوں میں کوئی وارثِ حقیقی نظر نہیں آرہا ہے۔

زِ کار بے نظام او چہ گویم
تو می دانی کہ ملت بے امام است

اس لیے خانوادۂ رضا پر یہ فرضِ کفایہ ہے اور انہیں یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ اس چمن کی رکھوالی اور اس کی آبیاری کے لیے کس فرد کو جملہ صلاحیت، اہلیت، تعلیم اور تربیت کے ساتھ تیار کیا جائے تاکہ آنے والے دس برسوں میں گلشنِ رضا میں پھر تازہ بہار آئے اور علم وحکمت کے چمن میں جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کے گلستان جدید تقاضوں اور بدلتے ہوئے ملکی اور عالمی افق کے حالات کی مناسبت سے مزید تخم ریزی کی جائے، نئی قلمیں لگائی جائیں اور اس کو خزاں سے بچانے اور مزید پھلنے پھولنے کے لیے بہتر طریقہ کار استعمال کیا جائے۔

ابھی راقم ان سطور کو تحریر کر ہی رہا تھا کہ گلشنِ رضا، بریلی شریف کی فضاؤں سے ہاتفِ غیبی کے ذریعہ محبّ من اخی العزیز الکریم حضرت علامہ مولانا محمد حنیف رضوی حفظہ اللہ الباری کی آواز آئی اور انہوں نے حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ کی تدفین کی تفصیل بتاتے ہوئے تین اہم باتیں سنائیں:

۱۔ صدر العلماء علیہ الرحمۃ کے جنازے میں ۵ لاکھ سے زیادہ مردانِ خدا کا اجتماع ہوا۔ نمازِ جنازہ ابوالکلام آزاد کالج کے میدان میں ادا کی گئی۔

۲۔ صدر العلماء قدس سرہٗ کی ایک عزیزہ نے آزاد کالج کے قریب ہی ۸۰۰ مربع گز کا قطعۂ زمین حضرت کے مزارِ مبارک اور خانقاہ کی تعمیر کے لیے آپ کے صاحبزادے حضرت حسان رضا صاحب کو ہبہ کر دیا جس میں حضرت صدر العلماء کی تدفین عمل میں آئی اور یہیں ان شاء اللہ آپ کا شایانِ شان مزار شریف اور خانقاہ شریف کی تعمیر بھی ہوگی جب کہ ہر سال حضرت صدر العلماء کا عرسِ مبارک کی مجلس آزاد کالج کے میدان میں منعقد ہوا کرے گی۔

۳۔ چراغے از چراغ او برافروز۔ سب سے اہم بات یہ بتائی کہ جامعہ نوریہ رضویہ کے اساتذۂ کرام اور خانوادۂ رضا کے بزرگوں کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ صدر العلماء علیہ الرحمۃ کے دو پوتے مجلسِ چہلم کے بعد ان کی (یعنی علامہ حنیف رضوی مدظلہ العالی) کی تحویل میں دے دیے جائیں گے جو اپنی نگرانی میں ان دونوں شاہزادگان کو جدید خطوط پر علومِ اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے ساتھ ساتھ مستقبل قریب میں خانوادۂ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی مسندِ علم کے امین اور وارث بننے کے لیے آپ کی تربیت بھی فرمائیں گے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

خواجہ تاشانِ رضویت کے لیے بالخصوص اور عوامِ اہلسنّت کے لیے بالعموم یہ ایک اچھی خبر ہے۔ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ہم رب تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ علامہ محمد حنیف خاں رضوی صاحب زیدہ مجدہٗ کے اس عظیم منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ان کی مدد فرمائے اور سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے مالک و مولیٰ، سب سے اولیٰ و اعلیٰ نبی مکرم و محتشم ﷺ کے طفیل ان شاہزادگانِ خانوادۂ رضا کو نہایت دلجمعی، استقامت، مستعدی اور پامردی کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کی سچی وراثت کا امین بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

خسروا حافظِ درگاہ نشیں فاتحہ خواند
وز زبانِ تو تمنائے دعائی دارد

یہ بات خوش آئند ہے کہ صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خان نوری رضوی نور اللہ مرقدہٗ کی حیات اور کارناموں پر مشتمل ایک مختصر کتاب بعنوان ''صدر العلماء'' آپ کی حیات ہی میں شائع ہو چکی تھی اور حضرت کی نظر سے بھی گذری تھی۔ اس کے مصنف گوجرانوالہ (موڑ ایمن آباد) کے نوجوان فاضل عزیزی مولانا اجمل رضا اختر القادری سلمہ الباری ہیں۔ یہ کتاب حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی زید مجدہٗ نے محترم سعید نوری صاحب کی مشاورت و معاونت سے رضا اکیڈمی، ممبئی سے کچھ ماہ پہلے شائع کی ہے۔ محبی مولانا اجمل رضا زید عنایتہٗ نے اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے راقم سے حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ کے درویشانہ مزاج، انکساری اور شہرت و نام و نمود سے احتراز کی ایک اور تابندہ اور قابلِ تقلید مثال بیان کی کہ جب اس کتاب کا اصل کمپوز شدہ مسودہ انہوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں نظر گذاری کے لیے بھیجا تو حضرت اس کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے موصوف کو شکریہ کا خط لکھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر کیا کہ اس کی ضرورت نہیں تھی، فقیر نے ایسا کون سا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ اس پر ایک کتاب لکھی جائے۔ بہرحال اگر آپ اس کو شائع کرنا چاہتے ہیں تو فلاں فلاں باتوں کو حذف کر دیں اور فلاں فلاں جگہ پر الفاظ میں تبدیلی کر دیں کیوں کہ ان میں بعض ایسی باتیں ہیں جن کا میں خود کو اہل نہیں سمجھتا اور بعض ایسے جملے ہیں جن سے خود نمائی، خود ستائش کی بو آتی ہے اور یہ میری طبیعت گوارا نہیں کرتی۔ حالآنکہ بقول مولانا اجمل رضا صاحب، جن جن امور کے بارے میں حضرت ممدوح نے حذف یا تبدیلی کرنے کو تحریر کیا تھا، ان میں کوئی ایسی بات نہیں جو خلافِ واقع ہو۔ اس میں بیان کردہ تمام واقعات اور حالات و کوائف حضرت العلام علیہ الرحمۃ کے خصوصی تلامذہ اور بریلی شریف کے دیگر علماء اور خانوادۂ رضا کے بزرگ اور مستند افراد سے حاصل شدہ اور ان کے تصدیق شدہ ہیں۔ پھر یہ کہ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی مدظلہ العالی، ان کے دیگر شریک کار اساتذۂ

کرام مثلاً علامہ مولانا صغیر اختر رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے اس مسودہ پر اشاعت سے قبل نظرِ ثانی بھی کی تھی لیکن اس کے باوجود حضرت نے ان باتوں کو اپنی تعریف میں غلو تصور کیا۔ دراصل وہ تقویٰ کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے جہاں پہنچ کر انسان فنا فی اللہ کی منزل پالیتا ہے۔ اس کے مذہب میں اپنے حالات کی واقعیت کا بیان اور اپنے علم وفضل اور خوبیوں کا خود منسوب اظہار بھی ناجائز سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ہر خوبی اور نعمت کی نسبت اللہ رب تعالیٰ کی طرف کرتا ہے۔ اس کے لوحِ دل پر ایک طرف لا الہ الا اللہ اور دوسری طرف محمد رسول اللہ ﷺ کندہ ہوتا ہے اور وہ زبانِ حال سے خود اپنی کیفیت یوں بیان کرتا نظر آتا ہے۔

نہ با ملّا نہ با صوفی نشینم
تو می دانی کہ من آنم نہ اینم
نویس 'اللہ' بر لوحِ دلِ من
کہ ہم خود را ہم او را فاش بینم

بہر حال عزیزی الکریم مولانا اجمل رضا سلمہ الباری نے بزرگانِ کرام کی حیات میں انہیں خراجِ عقیدت پیش کرنے اور ان کے اپنے مصدقہ حالات وکوائف کو کتابی شکل میں شائع کرنی کی ایک اچھی طرح ڈالی ہے جس پر ہم انہیں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ان جیسے فاضل نوجوان قلمکار یقیناً اہلِ سنت کے بزرگ علماء وزعما کی ستائش کے بھی مستحق ہیں۔ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی اولاد صوری ومعنوی کے لیے بھی مولانا اجمل صاحب کا یہ عملِ صالح باعثِ ترغیب وتشویق ہوگا۔ ان حضرات کی اب یہ ذمہ داری ہے کہ حضرت کی ایک جامع سوانح حیات کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ان کے علمی ورثہ کو زیورِ طباعت سے آراستہ کرکے آنے والی نسلوں کے افادہ کے لیے منصۂ شہود پر لائیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے اولیاء باذنہٖ بعد وصال بھی زندہ وتابندہ رہتے ہیں۔ ان کے مزار اور خانقاہ کی تعمیر ایک احسن روایت ہے لیکن ان کے آثارِ علمی کی اشاعت اور آئندہ نسلوں تک منتقلی سونے پر سہاگہ ہے۔ قلم وقرطاس کے ذریعہ محفوظ ورثۂ العلمی نہ صرف صاحبِ مزار بلکہ آنے والی نسلوں اور تاصبحِ قیامت اس سے استفادہ کرنے والوں کے لیے بھی صدقۂ جاریہ ہوتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ حضرت صدر العلماء قدس سرہٗ کے صاحبزادگانِ باوقار بالخصوص حضرت صاحبزادہ حسان رضا قادری رضوی زید مجدہٗ اور حضرت کے فاضل تلامذہ بالخصوص حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی مدظلہ العالی اس سلسلے میں ضرور منصوبہ بندی کرچکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی سعی وکاوش کو بار آور فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں علیہ الرحمۃ کی علمِ حدیث شریف کی خدمت کے طفیل مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیّین میں مقامِ بلند سے سرفراز فرمائے، ملتِ اسلامیہ کو ان کا نعم البدل اور ان کے صوروی ومعنوی پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہِ سید المرسلین ﷺ

بایں پیری رہِ طیبہ گرفتہ
نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام
کشاید پَر بہ فکرِ آشیانہ ؎۴

## حوالہ جات

۱۔ العلم والعلماء (اردو ترجمہ، جامع البیان العلم وفضلہ) مصنفہ علامہ ابن عبد البر اندلسی، مترجم عبد الرزاق ملیح آبادی، ص: ۴۹، ناشر ادارۂ تعلیماتِ اسلامیہ، انارکلی، لاہور، ۱۹۷۷ء

۲۔ ایضاً ص: ۴۸

۳۔ ایضاً ص: ۱۴۰

۴۔ علامہ اقبال کی روح سے معذرت کے ساتھ، پہلے مصرع میں تصرف ہے۔ اصل مصرعہ یوں ہے:

ع بایں پیری رہِ یثرب گرفتم

# صدر العلماء............ایک ہمہ جہت شخصیت

شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی☆

مظہر مفتیٔ اعظم، صدر العلماء، استاذ المحدثین والفقہاء سیدی و استاذی حضرت علامہ شاہ مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان خانوادۂ رضویہ کا گُل سرسبد اور اکابر علمی، علمائے ہندوپاک میں نہایت اہم شخصیت کے مالک تھے، آپ کی دینی اور ملی خدمات نصف صدی کو محیط ہیں۔ آپ کی رحلت وشہادت بلاشبہ اہلِ حق کے لیے ایک بڑا نقصان ہے جس کا احساس واعتراف عالمِ اسلام میں پھیلے ہوئے آپ کے رفقاء و تلامذہ، مریدین ومتوسلین، اربابِ علم ودانش اور علماء ومشائخ سبھی کو ہے۔ راقم الحروف اپنے لیے اس چیز کو باعثِ سعادت جانتا ہے کہ اسے بھی آپ کے تلامذہ وخدام میں کسی نہ کسی مقام پر جگہ حاصل ہے۔

سیدی استاذی صدر العلماء محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ سے میرا تعلق زمانۂ طالبِ علمی سے ہی قریبی رہا۔ مجھ پر آپ کی نوازشات اتنی رہی ہیں کہ ان سب کا شکریہ تمام عمر ممکن نہیں۔ زمانۂ طالب علمی میں بریلی شریف کے مرکزی ادارے دار العلوم منظر الاسلام میں یہ احقر آپ کے دامنِ کرم سے وابستہ ہوا۔ فارغ ہونے کے بعد متعدد مدارسِ اسلامیہ میں درس وتدریس کا مشغلہ جاری رکھتے ہوئے پھر بریلی شریف حضرت کی خدمت میں حاضر آیا۔ اس طرح زمانۂ طالب علمی کے دو سال اور درس و تدریس کے ۱۳؍سال حضرت کی سرپرستی میں گذرے، وقت تو کافی طویل ہے لیکن جامعہ نوریہ کی مصروفیات نے آپ کی کماحقہ خدمت سے محروم رکھا۔

صدر العلماء محدثِ بریلوی سے متعلق سیکڑوں اربابِ علم وفضل کے تاثرات اور سیرت وسوانح کے تفصیلی واقعات سے قارئین شادکام ہوں گے لیکن ان تمام تر تفصیلات کے باوجود اس احقر کے پاس بھی حضرت کے فضل وکمال، سیرت وکردار کے تعلق سے کچھ معلومات ہیں جن کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا ضروری ہے۔

اس مجموعہ میں عصرِ حاضر کے اربابِ فضل وکمال نے بہت کچھ لکھا ہے اور مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے، ان سب چیزوں کی معلومات آئندہ اوراق میں آرہی ہے۔ یہاں میرے چند مشاہدات اور خود حضرت سے سنی ہوئی چند چیزیں ہیں جن سے آپ کی عظیم شخصیت پر روشنی پڑتی ہے۔

**زمانۂ طالب علمی:**

حضرت نے خود مجھ سے بیان فرمایا کہ ہمارے والد ماجد علیہ الرحمہ نے ہماری تعلیم کے لیے خصوصی انتظام فرمایا تھا اور عام طور پر جو طریقۂ تعلیم بزرگ حضرات اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے اختیار فرماتے ہیں۔ ان سے آپ کا طریقہ بالکل جدا تھا۔

استاذ محترم حضرت غلام یٰسین صاحب پورنوی اور شمس العلماء حضرت علامہ شمس الدین جونپوری کی تعلیم وتربیت میں ہمیں مکمل طور پر دے دیا تھا اور جس طرح پرانے زمانہ میں بچوں کے والدین استاذ کو مکمل اختیار دیدیتے ہیں، والد صاحب قبلہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ استاذ تعلیمی کوتاہی پر طالب علم کو کوئی سزا دیتے تو والدین کو اس سے کچھ تعرض نہیں ہوتا، ہمارا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ حضرت نے خود بیان کیا کہ حضرت علامہ غلام یٰسین صاحب جو ہمارے گھر پر بھی ہم کو پڑھاتے تھے اور ہماری حویلی کے ایک مکان میں مقیم بھی تھے کہ ہماری تعلیم وتربیت بخوبی فرمائیں۔ اتفاق سے ایک دن سبق یاد کرنے میں کسی وجہ سے کوتاہی ہوئی تو دوسرے طلبہ کے ساتھ ہمیں بھی مکان کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ اسی دوران

☆ پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج، بریلی شریف

استاذ گرامی کے ایک دوست ان سے ملاقات کے لیے آئے، ہمیں ستون سے بندھا دیکھ کر استاذ گرامی سے بولے، آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا، ان لوگوں کو سبق یاد نہیں ہے، اس لیے یہ بطور سزا ہے۔ انہوں نے کہا، اور آپ نے تحسین میاں کو بھی ان کے ساتھ باندھ رکھا ہے، ان کو تو کچھ رعایت کی ہوتی، یہ تو شہزادے ہیں۔ فرمایا، نہیں ان کو تو اور مضبوطی سے باندھنا ہے۔ حضرت نے اپنے انداز میں مسکراتے ہوئے یہ سارا واقعہ سنایا، گویا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کو اس طریقہ پر فخر تھا۔

یہ ایک واقعہ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے اساتذہ آپ کو کس خاص توجہ سے پڑھانا چاہتے تھے اور اس کے لیے جوز جرو توبیخ ان کی طرف ہوتی، والدین کو اس کا ذرہ برابر احساس نہیں تھا، کیونکہ علم دوست حضرات اس کا مطلق خیال نہیں کرتے۔ ان کو اپنے بچوں کے مستقبل کا خیال رہتا ہے۔

صدر العلماء محدثِ بریلوی کے والد صاحب قبلہ آپ کو ایک عظیم عالم کی شکل ہی میں دیکھنا چاہتے تھے، لہٰذا ان کو اسی طرف مائل رکھا۔

حضرت صدر العلماء نے اسی سے متعلق ایک واقعہ راقم الحروف کو اور سنایا، طالبعلمی کے زمانہ میں طلبہ کی دیکھا دیکھی مجھے بھی تقریریں یاد کرنے کا شوق ہوا اور متعدد تقریریں یاد کرلیں، تنہائی میں پُرسکون ماحول میں کسی باغ وغیرہ میں جا کر اپنے طور پر مشق کرتا اور پھر جلسوں میں بھی کبھی کبھی تقریریں کرتا۔ میری تقریریں سامعین کو پسند آنے لگیں اور مقبولیت بڑھتی گئی حتیٰ کہ اس کا اثر تعلیم پر پڑنے لگا کہ اسٹیج کی دنیا کچھ ایسی ہی ہے کہ جب کوئی مقبول ہوتا ہے تو پھر اس کے پروگرام بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ جب میری تقریروں کی شہرت ہونے لگی اور تعلیمی نقصان سامنے آیا تو والد صاحب قبلہ نے ایک مرتبہ فرمایا: میں تمہیں عالم بنانا چاہتا ہوں، بے پڑھا لکھا مقرر نہیں، لہٰذا یہ سلسلہ بند کرو۔ میں نے والد صاحب قبلہ کی اطاعت، فرمانبرداری میں سرِ نیاز خم کردیا اور وہ سلسلہ یکسر ختم کردیا اور پورے انہماک کے ساتھ پھر دوبارہ تعلیم میں مشغول ہوگیا۔

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر آپ میدانِ تقریر میں یونہی قدم جمائے رہتے تو اپنے وقت کے عظیم خطیب ہوتے اور آپ کا شمار عالمی سطح پر مشہور خطباء میں ہوتا لیکن آپ کے والد محترم کو علم کے بغیر محض نام و نمود سے سروکار نہ تھا اور پھر آپ نے بھی نمود و نمائش سے مدۃ العمر کوئی سروکار نہ رکھا۔

سیدی و استاذی حضور صدر العلماء فرماتے ہیں، پھر میں ہمہ تن تعلیم حاصل کرنے کی طرف ہی متوجہ رہا، درسِ نظامی کی کتابیں خوب محنت سے پڑھتا، اساتذۂ کرام کی خصوصی عنایات مجھ پر تھیں کہ میں کوشش و محنت کے ذریعہ اس مقام پر پہنچ گیا کہ اپنے ساتھیوں کو درس کی تکرار کراتا، خاص طور پر شرحِ جامی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنے رفقائے درس کو اس کی خوب تکرار کرائی ہے۔

حضور صدر العلماء اسی طرح تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے آخری منزل کے قریب پہنچ رہے تھے کہ آپ کی منتہی کتابوں کے خاص استاذ گرامی محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب گورداس پوری تقسیمِ ہند کے موقع پر فیصل آباد (پاکستان) تشریف لے گئے اور پھر واپس نہ آسکے۔ اس طرح آپ کا دورۂ حدیث ملتوی ہوگیا اور آپ نے اپنے مرشد گرامی تاجدارِ اہلِ سنت حضور مفتیِ اعظم قدس سرہ العزیز کے حکم پر مظہرِ اسلام میں تدریس کا آغاز فرمادیا۔

یہ بھی ہوسکتا تھا کہ آپ مظہرِ اسلام میں پہلے دورۂ حدیث کی تکمیل فرماتے اور اس کے بعد تدریس کا آغاز کرتے لیکن حضرت نے جیسا کہ مجھ سے خود بیان فرمایا کہ والد صاحب قبلہ کی دلی خواہش یہی تھی کہ دورۂ حدیث محدثِ اعظم پاکستان کی درسگاہ میں ہی کرنا ہے لہٰذا جب تک پاکستان جانے کے حالات سازگار ہوں، آپ نے تدریس کا مشغلہ جاری رکھا، ۵۴ عیسوی میں آپ فیصل آباد تشریف لے گئے اور وہاں تعلیمی سال کے اعتبار سے مکمل ایک سال رہے۔

راقم الحروف نے خود ایک مرتبہ حضرت سے عرض کیا کہ آپ فیصل آباد ایک سال رہے؟ فرمایا: ہاں، عرفاً ایک سال کہہ سکتے ہیں مگر چونکہ تعلیمی سال دس ماہ کا ہی ہوتا ہے اور میں وہاں دس ماہ ہی رہا ہوں۔

**تدریس کے ابتدائی مراحل:**

حضور صدر العلماء نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ جب میں نے تدریس کا آغاز کیا (غالبًا یہ پہلی مرتبہ کا واقعہ ہوگا) تو مجھے جو کتابیں دی گئیں، ان کی تعداد کچھ میرے حساب سے زیادہ تھی، میں مریض شروع سے رہا ہوں لہٰذا مجھے ان تمام کتابوں کی تدریس کا بار کچھ زیادہ ہی محسوس ہوا، تو میں حضور مفتیِ اعظم کی بارگاہ میں دوپہر کے وقت حاضر ہوا اور عرض کیا: حضرت مجھے کتابیں زیادہ دے دی گئی ہیں جن کا بوجھ اٹھانا مجھے مشکل معلوم ہو رہا ہے۔ فرمایا: کتنی کتابیں ہیں اور کونسی؟ میں نے تعداد کے ساتھ ان کے نام بھی عرض کیے۔ فرمایا: بس اتنی ہی کتابوں میں تھک گئے۔ پھر اپنی جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا: بازار سے دماغین لیتے جانا، میں نے حکم کی تعمیل کی اور گھر واپس آ گیا۔ اس طرح حضور مفتیِ اعظم قدس سرہ العزیز نے آپ کی تدریس کے سلسلہ میں حوصلہ افزائی فرمائی اور آپ مستقل طور پر درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔

**شانِ تدریس:**

راقم الحروف نے حضور استاذی الکریم سے مختلف علوم وفنون سے متعلق متعدد کتابیں پڑھی ہیں، ۱۹۷۷ء میں جب میں منظر اسلام میں داخل ہوا تو حسنِ اتفاق سے مجھے جس مسجد کی امامت ملی وہ حضرت کے دولت خانہ سے قریب تھی۔ یعنی خاص شاہدانا ریلوے اسٹیشن پر جو مسجد ہے اس میں امامت کے فرائض انجام دیتا تھا۔ میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ایک دن حضرت سے عرض کیا کہ میں حضور کے دربار میں حاضر ہوکر کچھ کتابیں پڑھنا چاہتا ہوں، اگر حضرت کا کوئی وقت خالی ہو تو عنایت فرما دیں، ارشاد فرمایا: ظہر اور عصر کے وقت جب چاہو، آ جایا کرو، حضرت کا یہ غایت لطف وکرم تھا کہ بغیر کسی توقف کے مجھ پر یہ نوازش فرمائی۔ غرضیکہ میں حضرت کی خدمت میں حاضری دیتا اور آپ مجھے روزانہ دو کتابیں پڑھاتے، چونکہ شرح عقائد نسفی کسی وجہ سے میری چھوٹ گئی تھی اور نور الانوار کا نہایت قلیل حصہ ہی میں نے خامسہ میں پڑھا تھا لہٰذا مسلسل ایک سال تک میں نے حضرت کی خدمت میں حاضری دی اور نہایت شرح صدر کے ساتھ حضرت نے یہ دونوں کتابیں پڑھائیں۔

میرا داخلہ منظر اسلام میں سابعہ میں ہوا تھا، لہٰذا یہ دونوں کتابیں علیحدہ سے پڑھنے کے ساتھ ساتھ باقی تمام کتابیں جماعت کے اعتبار سے دار العلوم میں پڑھتا تھا، جماعت سابعہ مکمل ہونے کے بعد حضرت سے میں نے عرض کیا کہ میں کچھ کتابیں علیحدہ پڑھنا چاہتا ہوں اور دورۂ حدیث ابھی ایک سال کے بعد لوں گا۔ فرمایا، کیا پڑھو گے؟ میں نے عرض کیا، اصولِ فقہ، منطق اور فلسفہ وغیرہ کی کتابیں۔ فرمایا: فلسفہ کی منتہی کتاب شمس بازغہ ہے وہ مجھ سے پڑھ لو، فلسفہ کی جڑ آ جائے گی۔ بہرحال، آپ نے وہ کتاب پڑھانا شروع کی۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ پڑھانے کے درمیان گلاس میں رکھا ہوا پانی تھوڑا تھوڑا پیتے جاتے تھے اور پڑھاتے جاتے تھے، شمس بازغہ پڑھانے کے درمیان بھی ایسا ہی دیکھا۔ اتنی ادق اور اہم کتاب کو اس انداز سے پڑھاتے کہ کتاب پانی ہو جاتی۔ میں نے ایک دن عرض کیا: حضرت! ہم نے دینیات اور ادب کے بارے میں تو سنا تھا کہ حضرت خوب پڑھاتے ہیں لیکن اب معقولات کے بارے میں معلوم ہوا کہ آپ کو اس میدان میں بھی ملکۂ راسخہ حاصل ہے جبکہ ہم نے یہ کتابیں پڑھاتے نہیں سنا۔ فرمایا، اب چھوڑ چکا ہوں، ورنہ ایک وقت ایسا بھی رہا ہے کہ مظہر اسلام میں مجھے شعبۂ معقولات کا صدر بنایا گیا تھا اور اس وقت میں نے تین سال تک مسلسل معقولات کی تمام کتابیں پڑھائی تھیں۔

اس کے علاوہ حضرت سے میں نے حدیث میں ترمذی شریف، ادب میں دیوان متنبی وغیرہا کتب بھی پڑھیں۔

شانِ تدریس ہی سے متعلق ایک واقعہ یہ بھی ہے جو حضرت نے مجھے سنایا کہ ایک مرتبہ مولانا شبیر احمد خاں غوری (جو ایک عرصہ تک مدارسِ اسلامیہ عربیہ کے رجسٹرار بھی رہے اور بہت قابل بھی تھے) بریلی شریف مدارس کا تعلیمی معائنہ کرنے آئے، تمام درسگاہوں میں

پہنچے اور مدرسین نے مہمان کی آمد پر کچھ نہ کچھ اپنی درسگاہ میں ان کو لفٹ دی، یعنی اپنی باتوں سے اور طلبہ کی حسن استعداد سے ان کو اپنے یہاں کے تعلیمی معیار سے متاثر کرنے کی کوشش کی۔ جب مہتمم صاحب ان کو لے کر میری درسگاہ میں پہنچے تو میں نے اپنی درسگاہ میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں کی، جو طالب علم جہاں تھا اس کو وہیں بیٹھنے کی تاکید کی اور خود بھی درس و تدریس میں مشغول رہا۔ حضرت مہتمم صاحب اور مولانا شبیر احمد خاں نے جب دیکھا کہ یہاں وہ پذیرائی نہیں ہو رہی ہے تو مجبوراً طلبہ کی صفوں کے کنارے بیٹھ گئے، میں درس دیتا رہا اور یہ دونوں حضرات سنتے رہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ بات کرنے کو تیار نہیں تو کچھ دیر بیٹھ کر چلے گئے۔

درسگاہ کا وقت ختم ہوا اور مہمان بھی اس وقت تک رخصت ہو چکے تھے تو حضرت مہتمم نے بوقت ملاقات فرمایا: تحسین میاں! تم نے تو آج کمال کر دیا، ہم لوگوں کی طرف رخ تک نہیں کیا۔ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: وہ تعلیمی امور دیکھنے آئے تھے، اگر میں ان سے باتیں کرنا شروع کر دیتا تو پھر وہ معائنہ کیسے کرتے، لہٰذا وہ جس مقصد سے یہاں آئے تھے میں اسی میں مشغول رہا۔ حضرت مہتمم صاحب یہ سن کر نہایت خوش ہوئے اور میری اس بات کو بہت سراہا۔ مولانا شبیر احمد خاں کا تاثر یہ رہا کہ مہتمم صاحب سے جو میری تعریف کی تھی وہ تو اپنی جگہ، مگر اس کے بعد انہوں نے مجھے خط لکھا اور میرا تقرر مدرسۂ عالیہ رامپور میں کرانا چاہا لیکن میں نے انکار کر دیا۔

### منصب صدارت اور حسنِ تدبر:

یہ منصب جہاں نہایت مستعدی کا طالب ہے، وہیں حسنِ تدبر کو بھی اس منصب کی ذمہ داریاں نبھانے میں خاصا دخل ہے، اگر کوئی ہمیشہ سخت گیری ہی کو اپنا شیوہ بنا لے تو پھر یہ گاڑی زیادہ دن نہیں چلتی، ہاں البتہ چشم پوشی بھی اس منصب کے منافی ہے اور پھر اس کے نتائج کچھ اچھے برآمد نہیں ہوتے۔ آپ نے اپنے دورِ صدارت کا ایک واقعہ مجھے خود سنایا۔ فرمایا، جب میں مظہر اسلام میں صدر مدرس تھا تو ایک مرتبہ طلبہ نے مدرسہ میں اسٹرائک کر دی، حضرت مہتمم صاحب نے اپنے مخصوص جلال میں مجھ سے کہا: مولانا تحسین میاں، ان طلبہ کو کیفر کردار تک پہونچایا جائے، یعنی یہ طلبہ جن مساجد میں رہتے ہیں، ان کے متعلقین سے گفتگو کر کے سب کو مساجد سے خارج کرا دیا جائے۔ میں نے کہا: نہیں، ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ کچھ تحمل سے کام لیجئے، انشاء المولیٰ نتیجہ اچھا برآمد ہوگا۔ فرماتے ہیں، میرے مشورے پر عمل کیا تو دیکھا کہ کچھ ایام کے بعد ایک ایک کر کے وہی طلبہ مدرسہ میں آنا شروع ہو گئے اور مدرسہ بدستور سابق طلبہ سے بھر گیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے انجام بخیر دیکھا تو ایک دن مجھ سے فرمایا تحسین میاں! ہم نہیں سمجھتے تھے کہ تم ایسے مدبر بھی ہو۔

### فتوٰی نویسی:

میں نے مستقل طور پر کبھی آپ کو فتاویٰ تحریر فرماتے ہوئے تو نہیں دیکھا، لیکن آپ کو اس عظیم شخصیت سے شرفِ تلمذ حاصل تھا جس کو دنیائے سنیت میں مفتی اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، یعنی شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدارِ اہلسنّت سیدی و مرشدی ذخری لیوی و غدی حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر بھلا آپ اس میدان میں کیونکر تہی دامن رہتے، میں نے جامعہ نوریہ رضویہ میں خود دیکھا کہ آپ یہاں لکھے جانے والے فتاویٰ کے اصلاح فرماتے اور نہایت مختصر و موجز الفاظ میں مفتیان کرام کو رائے صواب سے نوازتے۔

مجھے خود یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک مفتی صاحب نے منصب، معیارِ ولایت کے استدلال میں آیت کریمہ تحریر کی، ان اولیاء ہ الا المتقون، جس سے یہ ثابت کرنا تھا کہ اللہ کے ولی متقی اور پرہیزگار اشخاص ہی ہوتے ہیں، آپ نے نقد تنقید فرمائی اور ارشاد فرمایا: یہ آیت تو مسجد حرام کے تولیت کے سلسلہ میں ہے کہ اولیاءہ میں ضمیر باری تعالیٰ کی جانب راجع نہیں بلکہ مسجد حرام کی جانب راجع ہے اور سیاق آیت میں اس بات کی صراحت ہے، آیت کریمہ یوں ہے:

ومالھم الایعذبھم اللہ وھم یصدون عن المسجد الحرام

وما کانوا اولیاء ہ الا المتقون ولکن اکثرھم لایعلمون.

ایک مرتبہ جامعہ نوریہ میں فتویٰ نویسی سے متعلق کوئی مفتی صاحب نہیں تھے، میں خدمت میں حاضر تھا۔ فرمایا: یہ استفتاء آیا ہے تم ہی فتویٰ لکھ دو۔ میں نے عرض کیا: میں نے اس میدان میں کبھی طبع آزمائی نہیں کی ہے لہٰذا مجھے تعمیل حکم میں کچھ وقت صرف کرنا ہوگا چونکہ جواب فوراً چاہئے تھا لہٰذا حضرت نے فرمایا، لایئے ہم ہی لکھے دیتے ہیں۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ نے قلم برداشتہ فتویٰ تحریر فرمادیا، میں نے دیکھ کر حیران رہ گیا کہ فتویٰ نویسی آپ کا مشغلہ تو نہیں دیکھا لیکن ایسی مہارت حاصل ہے کہ مراجعت کتب کے بغیر بھی آپ فتویٰ تحریر فرمادیتے ہیں، واضح رہے کہ یہ فتویٰ طلاق سے متعلق تھا اور اس میں نفسِ حکم بیان کرنے کے ساتھ آیات وغیرہ سے استدلال بھی تحریر فرمایا تھا، جامعہ نوریہ کے رجسٹروں میں اس طرح کے بیشتر فتاویٰ موجود ہیں جو آپ کی تصدیق سے جاری ہوئے ہیں۔

**حزم و اتقا:**

آپ کی مکمل حیات طیبہ تقویٰ طہارت سے عبارت تھی، آپ کے روزمرہ کے معمولات میں حزم واتقاق کے واضح ثبوت تھے، حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا ہردم پاس خیال رکھتے۔

معمولی چیزیں جن کی طرف عام طور پر لوگ توجہ نہیں دیتے، آپ ان کا بھی خاص خیال رکھتے جن سے آپ کی تقویٰ شعاری بالکل واضح اور صاف عیاں دکھائی دیتی ہے، مدت العمر اس پر کاربند رہے۔

جامعہ نوریہ میں ایک مرتبہ میں نے خود دیکھا کہ آپ نے دستخط کرنے یا کسی دوسری ضرورت کے پیش نظر جامعہ کے ایک استاذ سے قلم مانگا، اتفاق سے ان کے پاس بھی قلم نہیں تھا، انہوں نے قریب میں بیٹھے ہوئے ایک طالب علم سے قلم لے کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا، حضرت دیکھ رہے تھے، بچہ نابالغ تھا، آپ نے وہ قلم لینے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کسی بالغ سے لیجئے اس بچہ کو اپنی چیزیں کسی کو دینا اور لینے والے کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

اللہ اللہ یہ حزم واتقا، اب خال خال ہی نظر آتا ہے، عالم اپنے علم پر عمل کرے، یہ ہی اس کا شیوہ ہونا چاہئے، حضرت کے شب وروز اس بات کا بین ثبوت ہیں۔

**جامعہ نوریہ رضویہ سے لگاؤ:**

آپ نے بریلی شریف کے چاروں مرکزی مدارس میں مسند درس وتدریس بچھائی لیکن جامعہ نوریہ سے جو خصوصی لگاؤ رہا اور اس کی آبیاری وترقی کے لیے آپ نے جو کلفتین اٹھائیں وہ شاید دوسری جگہ پیش نہ آئی ہوں۔

اولاً: جامعہ نوریہ رضویہ کا قیام بالخصوص آپ کی بدولت ہوا۔ اگر آپ نے منظر اسلام کو نہ چھوڑا ہوتا تو ظاہری حالات ایسے ہی تھے کہ جامعہ نوریہ رضیہ کا قیام عمل میں ہی نہیں آتا۔ بریلی شریف میں تیسرے دارالعلوم کے قیام کے لیے ضروری تھا کہ میدانِ تدریس کا شہسوار اور مسند درس کا بادشاہ جب زمام تعلیم سنبھال کر منصب صدارت پر متمکن ہوگا اسی وقت بریلی شریف کی تعلیمی روایات کو برقرار رکھا جاسکے گا۔ لہٰذا جامعہ نوریہ کے قیام اور اس کے عروج وارتقا میں چاہے دوسرے عوامل کتنے ہی اہم اور ضروری رہے ہوں لیکن کلیدی کردار صدر العلماء ہی کو قرار دیا جائے گا کہ ان کی ذات سے جدا ہوکر جامعہ نوریہ کا کوئی تصور نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً: جامعہ نوریہ میں آپ کی تدریس کا زمانہ تمام دیگر مدارس کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے، بلکہ باقی تین مدارس میں مجموعی اعتبار سے جتنی مدت گذری، کم وبیش جامعہ میں ان سب کے برابر ہے۔

ثالثاً: جامعہ نوریہ کے لیے آپ نے آخری وقت تک جن زخموں کو برداشت کیا، وہ کوئی معمولی نہیں اور ڈھکی چھپی بھی نہیں لیکن آپ نے ان سب کو بخندہ پیشانی قبول فرمایا۔ ان تمام امور میں سب سے زیادہ اہم گوشہ یہ ہے کہ جس کا احساس خورد وکلاں اور عوام وخواص سب کو تھا کہ آپ روزانہ تقریباً سات کلومیٹر آتے اور سات کلومیٹر جاتے اور یہ چودہ کلومیٹر کا پورا سفر رکشہ کے ذریعہ ہوتا، راستہ بھی اکثر مقامات پر ٹوٹا پھوٹا ہوتا۔ ۷۵ سال کی عمر اور ضعیفی کا عالم، اس مشقت کا

اندازہ تھوڑا بہت وہ حضرات کرسکتے ہیں جو اس منزل سے چند ایام ہی گذرے ہوں۔ راقم الحروف جامعہ نوریہ میں ۱۲؍ سال قیام کے بعد اب تقریباً پانچ سال سے بذریعہ رکشہ صرف ۲ کلومیٹر کی دوری سے اپنے مکان سے آتا ہے اس قلیل مسافت کو طے کرنے پر اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ صدر العلماء کس جانفشانی کے ساتھ اس طویل مسافت کو طے فرماتے ہوں گے۔ آپ کی آمد و رفت کی مشقتوں کو دیکھتے ہوئے جامعہ اور بیرونِ جامعہ کے بہت سے لوگوں نے عرض کیا کہ حضور اس رکشہ کے ذریعہ تو نہایت مشقت ہوتی ہے، کسی گاڑی کا انتظام فرمالیں تاکہ آنے میں سہولت ہو جائے، اس طرح کا پروگرام بنا بھی اور چند دن عمل بھی ہوا کہ کچھ دیگر وجوہ کے ساتھ آپ کا رکشہ والا پھر اس بات پر مصر ہو گیا کہ حضرت میں ہی آپ کو لے جایا کروں گا او۔ حضرت نے اس کی عرض داشت قبول فرمالی اور پھر اسی طرح آمد و رفت شروع ہوگئی۔ ایک دن میں نے آپ کے رکشہ والے نقو سے کہا، اب پھر آپ نے حضرت کو زحمتوں کا شکار بنادیا، تو نہایت فخر سے جواب دیا، واہ میں اس سعادت سے محروم ہو جاؤں، اور میں ہی کیا بہت سے لوگ حضرت کے گاڑی سے آنے کی وجہ سے حضرت کے فیض سے محروم ہوگئے تھے، میں جب حضرت کو گھر سے لے کر چلتا ہوں تو جن راستوں سے گذرتا ہوں وہاں کے بہت سے حضرات منتظر رہتے ہیں کہ ہم حضرت کے دیدار اور مصافحہ سے مشرف ہوں، تو میں خود اپنے آپ کو اور دوسرے بہت سے حضرات کو اس فیض و سعادت سے کیوں محروم رکھوں۔ اس عقیدت مندانہ جواب کو سن کر میں خاموش ہو گیا۔

ایک دن سیدی و استاذی حضور صدر العلماء نے اپنے کمرہ میں بلا کر مجھ سے فرمایا: کئی دن سے ایک بات میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں، لیکن تمہیں فرصت میں نہیں پاتا اس لیے موقع نہیں ملا، نہایت رازداری سے فرمایا، وہ بات یہ ہے کہ جامعۃ الرضا کے لئے مجھ سے اصرار کیا جارہا ہے کہ میں جامعہ نوریہ چھوڑ کر جامعۃ الرضا چلا جاؤں۔ یہ سن کر مجھے اپنے مربی و سرپرست کا اپنے سر سے سایہ اٹھتا نظر آیا تو میں نے بے ساختہ عرض کیا کہ حضرت پھر ہم کس کی سرپرستی میں یہاں رہیں گے، مسکراتے ہوئے فرمایا: تو تم جامعۃ الرضا چلو۔ آپ کا یہ سا مشفقانہ جواب سن کر جہاں آپ کی ذرہ نوازی سے مسرت ہوئی، وہیں یہ بھی احساس ہو گیا کہ اب حضرت ضرور ہمیں چھوڑ کر اپنی سرپرستی سے محروم فرمادیں گے، یہ وقت تعلیمی سال کا آخری زمانہ تھا۔ چند دن بعد تعطیل کلاں ہوگئی اور میں یہ سمجھا کہ اب حضرت افتتاح سال میں تشریف نہیں لائیں گے۔ لیکن توقع کے خلاف حضرت نے جامعہ میں نئے سال کے آغاز پر حسب معمول قدم رنجہ فرمایا اور ارشاد فرمایا، میں جامعۃ الرضا میں جانے سے فی الحال منع کر دیا ہے، یہ سن کر ہماری مسرت کی انتہا نہ رہی، چند ایام کے بعد پھر ارشاد فرمایا، مجھ سے جامعۃ الرضا کے لیے مزید اصرار کیا جارہا ہے اور میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ جامعہ نوریہ کو چھوڑ کر میں اس وقت نہیں آسکتا، اس کی وجہ میں نے یہ بھی بتادی ہے کہ امسال تم اور مولانا مشکور احمد صاحب استاذ جامعہ نوریہ حج و زیارت کے سفر پر جارہے ہیں، لہٰذا اب تم مطمئن رہو کہ میں تم لوگوں کی واپسی تک جامعہ نوریہ ہی میں رہوں گا۔ بہر حال ہم دونوں پروگرام کے مطابق حج و زیارت کے سفر پر روانہ ہو گئے اور واپس آئے تو حضرت کی جامعہ میں حسب معمول رکشہ ہی سے آمد و رفت جاری تھی۔ محرم میں ہماری واپسی ہوئی، فرمایا اب تم لوگ آگئے اب میں وعدہ کے مطابق جامعۃ الرضا جارہا ہوں۔ میں نے عرض کیا: حضور اب ہمیں دم مارنے کی گنجائش بھی کیا ہوسکتی ہے لیکن ایک گذارش یہ ہے کہ حضرت امسال کے دورہ حدیث کے طلبہ کی دستار بندی ضرور فرمائیں کیونکہ دستار بندی اور عرسِ اعلیٰ حضرت کا زمانہ قریب آرہا ہے۔ یہ سن کر حضرت نے دوسری گذارشات کی طرح اس عرض داشت کو بھی قبول فرمالیا۔ چونکہ مجھے بھی حضرت کی آمد و رفت میں کلفتوں کا بھرپور احساس تھا لہٰذا میں جامعہ میں مزید قیام کی گذارش کی جرأت نہیں کرسکا۔

اس طرح ہم جامعہ میں بظاہر آپ کی سرپرستی سے محروم ہو گئے لیکن ہم نے کبھی اپنے آپ کو حضرت کی سرپرستی سے جدا نہیں تصور کیا اور نہ ہی حضرت نے کسی موقع پر ہمیں محروم رکھا، تعلیمی سال کے آغاز میں جب بھی افتتاحِ بخاری کا موقع آتا، حضرت ہی سے بخاری

شریف اور دیگر درسی کتابیں شروع کرائی جاتیں، دستار بندی کے موقع پر بھی حضرت قدم رنجہ فرماتے اور فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی فرماتے۔ اس طرح آخر دم تک آپ کو جامعہ نوریہ سے لگاؤ رہا۔

نیز امام احمد رضا اکیڈمی کے تو آپ مستقل با قاعدہ سرپرست تھے اور ہمیشہ آپ کے اس محبوب ادارہ پر آپ کا فیض جاری رہے گا۔

**تبلیغی اسفار:**

آپ کو سیدی و مرشدی تاجدارِ اہلِ سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کے بعد نہ جانے کونسی ساعت سعید میں اور نہیں معلوم کہ کس خوش بخت انسان نے مظہر مفتیِ اعظم کے لقب سے ملقب کیا کہ پوری دنیائے سنیت آپ کو اس لقب سے پکار اٹھی، اور پھر صدر العلماء نے مدۃ العمر حضور مفتیِ اعظم کے نقشِ قدم پر چل کر عوام و خواص سب کو اپنے عمل و کردار سے یہ باور کرادیا کہ آپ بلاشبہ اس وصف سے متصف ہیں۔

سیدی حضور مفتیِ اعظم کے اوصافِ جلیلہ میں ایک خاص وصف جس سے ایک عالم فیضیاب ہوا، وہ تبلیغی اسفار ہیں۔ ہندوستان کا چپہ چپہ آپ کی تبلیغ وہدایت سے سرشار رہے اور گوشہ گوشہ آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہے۔

سیدی واستاذی حضور صدر العلماء جہاں عمل و کردار کے بادشاہ تھے وہیں آپ نے امت مسلمہ کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ہندوستان کے دور دراز علاقوں کا سفر فرمایا۔ بہار کے بہت سے علاقہ اس بات کے گواہی ہیں کہ حضور صدر العلماء جب وہاں نگر نگر اور بستی بستی دورہ فرماتے تو عوام و خواص کہتے حضور یہ وہ علاقے ہیں جہاں بریلی شریف سے ۲۵/۳۰ سال پہلے یا تو حضور مفتیِ اعظم تشریف لائے تھے یا پھر آپ نے قدم رنجہ فرمایا ہے، حضرت کی اتباع میں آپ نے بعض علاقوں کا اس ترقی یافتہ دور میں بھی بیل گاڑی سے سفر فرمایا ہے اور بھٹکتے ہوئے لوگوں کو اپنے دامنِ کرم میں پناہ دی ہے

وصال سے چند گھنٹوں پہلے یعنی رات کو ۱۰/۱۱ بجے ناگپور میں جہاں آپ نے قیام فرمایا تو وہاں موجود حضرات کا بیان ہے کہ حضرت صدر العلماء سے ملاقات کے دوران آئندہ محرم کے دس روز کا پروگرام بھی طے ہوا تھا اور موجودین نے عرض کیا تھا حضور مفتی اعظم کے وصال کے بعد سے یہاں سلسلہ کی اشاعت کم سے کم ہوتی جارہی ہے، حضرت ہم سب پر کرم فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ وقت یہاں کے لیے مرحمت فرمائیں، اس دورہ میں بھی حضرت کو متعدد مقامات تشریف لے جانا تھا، لیکن قضا قدر کے فیصلے اٹل ہیں، ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ بہرحال آپ نے پیغامِ حق عام کرنے کے لیے حتی المقدور کبھی تکلف نہ برتا بلکہ بلا پس و پیش لوگوں کی عرض داشتیں منظور فرمائیں، لہٰذا آپ سب کی نگاہ میں ہمیشہ معظم ہی رہے۔

**خلوص و للہیت:**

آپ نے ہمیشہ اخلاص کو اپنا شیوہ بنایا، نام ونمود سے کبھی سروکار نہیں رکھا، آپ کی پوری حیاتِ مبارکہ اس پر شاہد ہے، درسِ حدیث ہو یا تعویذ نویسی محض تبلیغ دین اور خدمت خلق کے جذبۂ صادق کے پیش نظر مدۃ العمر جاری رہے، آپ کے بزرگوں کی نصیحت تھی کہ تعویذ نویسی پر کبھی اجرت نہ لینا، لہٰذا آپ نے بطور اجرت کبھی تعویذ نہیں لکھا ہاں تعویذ لے کر کوئی بطور نذر کچھ پیش کرتا تو قبول فرمالیتے کہ یہ اجرت نہیں تھی۔ آج تعویذ نویسوں نے اس کو ذریعۂ معاش بنالیا ہے، آپ مظہر مفتی اعظم تھے، لہٰذا جس طرح سیدی حضور مفتیِ اعظم نے تعویذ نویسی کو حصولِ زر کا ذریعہ نہیں بنایا اسی طرح صدر العلماء بھی آپ کی نیابت میں آخری دم تک اس پر کاربند رہے۔

حضور صدر العلماء کی سیرت و سوانح سے متعلق گوشے تو بہت ہیں۔ سب کا احاطہ نہ میں کرسکتا ہوں اور نہ اب وقت باقی رہا، عرس چہلم شریف سے پہلے یہ مجلّہ منظرِ عام پر آتا ہے۔

لہٰذا اس شعر پر اس مضمون کا اختتام کررہا ہوں:

یہ قصۂ لطیف ابھی نا تمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا ہے وہ آغازِ باب تھا

﴿بشکریہ مجلّہ ''تجلیاتِ رضا'' سالنامہ ۲۰۰۷ء﴾

# صدر العلماء اور درس وتدریس

مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی ☆

## حصولِ تعلیم:

حضرت صدر العلماء کی عمر جب سخن آموزی کی دہلیز پر پہنچی تو خاندانی روایات کے مطابق رسم بسم اللہ خوانی بہت ہی دھوم دھام اور تزک واحتشام کے ساتھ ادا کی گئی۔ پھر اسی تاریخ سے حضرت صدر العلماء حصولِ علم کے لئے کوشاں رہے سب سے پہلے آپ نے والد گرامی کی نگرانی اور سایۂ عاطفت میں ابتدائی تعلیم حاصل کی کچھ دنوں محلّہ کے مکتب میں بھی پڑھا جب آپ شعور کی منزل تک پہنچ گئے تو عربی وفارسی کی معیاری تعلیم کے لئے دارالعلوم منظر اسلام میں داخل ہو گئے وہاں پر آپ نے درجات فوقانیہ اور درجات علیا کی تعلیم حاصل کی۔ ساتھ ہی ساتھ امتحانات عربی فارسی اتر پردیش الٰہ آباد بورڈ سے درجۂ منشی، مولوی، عالم، فاضل کے امتحانات بھی اعلیٰ نمبروں سے پاس کئے۔ کچھ دنوں تک آپ دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں بھی زیر تعلیم رہے مختصر یہ ہے کہ منظر اسلام اور مظہر اسلام دونوں مدارس کے لائق وفائق مشہور ومعروف ذی استعداد اساتذۂ کرام سے آپ نے تعلیم حاصل کی اور مختلف علوم وفنون سے اپنے آپ کو آراستہ وپیراستہ کیا، یہاں پر اگر پاکستان کا ذکر نہ کیا جائے تو حصولِ تعلیم کا سفر ادھورا رہ جائے گا۔ پاکستان جانے کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان انگریز کی غلامی سے آزاد ہوا اور پاکستان وجود میں آ گیا۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محدث سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان ہندوستان چھوڑ کر پاکستان چلے گئے۔ وہاں پر انہوں نے اپنے پیر ومرشد حضور مفتی اعظم ہند کی یاد میں ایک مدرسہ بنام جامعہ رضویہ مظہر اسلام قائم فرمایا۔ موصوف کو حدیث اور اصول حدیث پر کافی دسترس حاصل تھی۔ مظہر اسلام سے مولانا سردار احمد صاحب کے چلے جانے کے بعد حضرت صدر العلماء کو ان کی کمی اور علم حدیث میں تشنگی کا حد درجہ احساس ہوا اس احساس نے صدر العلماء کو حدیث رسول ''اطلبوا العلم ولو کان بالصین'' پر عمل کرنے پر مجبور کر دیا۔ صرف درس حدیث کے لئے آپ ۱۹۵۴ء میں حضور محدث اعظم پاکستان کی بارگاہ میں فیصل آباد تشریف لے گئے وہاں پر آپ نے سال بھر کی قلیل مدت میں صحاح ستہ کی کتابوں کا درس لیا اور دورۂ حدیث کا کورس مکمل کیا۔ سلف صالحین کے طریقہ کے مطابق تکمیل درس پر آپ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا اس مبارک ومسعود موقع پر محدث اعظم پاکستان نے حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ عالیہ میں مبارکبادی کا خط یوں تحریر فرمایا:

عزیزم مولانا تحسین رضا خاں صاحب سلمہ کی دستار بندی حضور بالا کو مبارک ہو (دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف) میں اسباق جوان کے سپرد کئے جائیں ان میں مشکوٰۃ شریف ان کے پاس ضرور رکھی جائے اور آئندہ سال نسائی شریف اس کے بعد ابن ماجہ پھر مسلم شریف پھر ترمذی شریف جب ہر سال حدیث کی ایک کتاب پڑھا لیں تو بعد میں بخاری شریف۔ خدا چاہے تو اس طرح تدریجاً دورۂ حدیث کے اسباق پڑھا لیں گے۔ (حیات صدر العلماء، ص ۳۰، ۳۱)

مذکورہ خط کے ایک ایک سطر سے استاذ کی شخصیت عیاں ہیں ساتھ ہی ساتھ علمی لیاقت کا اعتراف بھی ہے اور تدریسی خدمات پر مامور کرنے کے لئے بہترین سفارش نامہ بھی ہے۔

## تدریس کا آغاز:

یوں تو صدر العلماء نے حضور مفتی اعظم ہند کے حسب ارشاد مظہر اسلام میں دوران طالب علمی ہی سے ابتدائی درجات کے طلبہ کو پڑھانا شروع کر دیا تھا جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد صالح صاحب قبلہ شیخ الحدیث منظر اسلام نے مجھ سے فرمایا لیکن باقاعدہ طور پر پاکستان سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے درس وتدریس کا آغاز کیا اور تقریباً پچاس سال تک یہ سلسلہ جاری وساری رہا۔ صدر العلماء کی پچاس سالہ تدریس کا احاطہ اور جائزہ پیش کرنے سے قبل تدریس کی اہمیت،

☆ استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف۔

افاضیت اور طریقۂ کار پر روشنی ڈالنا بھی ضروری ہے۔ درس وتدریس کی اہمیت، افاضیت، محنت ومشقت، کتب بینی، دماغ سوزی اور اس کے لئے کثرت مطالعہ اور وسعت مطالعہ کا اندازہ اسی انسان کو ہوگا جو اس راہ کا مسافر اور اس میدان کا شہ سوار ہوگا آج سے تیس چالیس قبل درس وتدریس کا معیار بہت بلند تھا اب اساتذۂ کرام کے افہام وتفہیم کا انداز دلنشیں وذہن نشیں ہوا کرتا تھا۔ مطالعۂ اسباق کے بغیر نہ اساتذہ سبق پڑھایا کرتے تھے اور نہ ہی طلبہ پڑھا کرتے تھے۔

یہاں پر میں اس بات کی وضاحت کردوں کہ درس وتدریس کی درسگاہیں دو طرح کی ہیں ایک اسکول، کالج کی درسگاہیں، دوسرے مدارس عربیہ کی درسگاہیں دونوں درسگاہوں میں تدریس کا طریقہ جداگانہ اور مختلف ہے۔ اسکول کالج میں عموماً اساتذہ طلبہ کو درسی کتاب کے اسباق پڑھادیتے ہیں یا کلاس میں کھڑے ہو لیکچر دے کر فرض منصبی سے سبکدوش ہوجاتے ہیں۔ سبق سے متعلق اعتراض وجواب شاید وباید ہی ہوتا ہوگا اب پڑھنا پڑھانا بھی بلکہ گائڈ بکس سے سوال وجواب کاپی پر اتارنا رہ گیا ہے اسی لئے اسکول اور کالج کے طلبہ کو روز اول سے ٹیوشن کی حاجت رہتی ہے۔

لیکن مدارس عربیہ کی درسگاہوں کا طریقۂ تدریس بالکل جداگانہ ہے طلبہ درسگاہوں میں کتابیں تپائی پر رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اساتذہ بھی اپنی اپنی نشست گاہوں پر بیٹھ جاتے ہیں استاذ کے اشارے پر کوئی طالب علم عبارت خوانی کرتا ہے تمام طلبہ اسے توجہ سے سنتے ہیں ساتھ ہی ساتھ استاذ بھی بڑے انہماک سے سنتا ہے عبارت خوانی کے بعد استاذ اس کا ترجمہ اور مفہوم بیان کرتا ہے استاذ کے یا تفہیم میں جہاں کہیں بھی طلبہ کو کوئی تردد ہوتا یا مطالعہ کے خلاف کوئی بات آتی تو طلبہ نہایت ادب کے ساتھ اس اعتراض کو استاذ کے سامنے پیش کرتے استاذ اپنی معلومات کی روشنی میں جواب فراہم کرتا ہے اس انداز سے کتاب کا مفہوم اور ماحصل طلبہ کی سمجھ میں آجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مدارس عربیہ کے طلبہ کو ٹیوشن کی حاجت نہیں رہتی ہے لیکن میرے خیال سے یہ طریقہ بہت قدیم ہے اب طلبہ کے اندر وہ شوق وذوق نہیں رہا اور نہ ہی اساتذہ کے اندر مشقت ومحنت کا وہ جذبہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اب تعلیمی معیار دن بدن گرتا چلا جارہا ہے لہٰذا جس طرح سے نصاب تعلیم میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوئی اسی طرح سے طریقۂ تدریس میں بھی کچھ تبدیلی کی ضرورت ہے مضمون کے آغاز میں میں نے جو طریقۂ تدریس کا خاکہ پیش کیا ہے اس پر اگر عمل کیا جائے تو طلبہ کا ذوق وشوق بڑھ سکتا ہے اور تعلیمی معیار بلند ہوسکتا ہے۔ بہرکیف میں یہ عرض کررہا تھا کہ صدر العلماء نے اپنی تدریس کا آغاز دور طالب علمی سے کیا، اسی سے اندازہ لگاسکتے ہیں کہ آپ کے اندر کتنی صلاحیت ولیاقت تھی نیز تدریس کا جوہر بدرجۂ اتم موجود تھا یہی وجہ ہے کہ جب دار العلوم مظہر اسلام میں منصب تدریس پر فائز ہوئے تو ابتدائی درجہ سے لے کر انتہائی درجہ کی کتابیں آپ دریا کی روانی کی طرح پڑھاتے چلے گئے درس نظامی میں شامل تمام علوم وفنون کو آپ نے بالاستعاب پڑھایا۔ کہیں کوئی دشواری اور پریشانی محسوس نہیں کی میری حرماں نصیبی رہی کہ مجھے آپ سے پڑھنے یا استفادہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ البتہ آپ کے شاگردوں سے جو سنا اور معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ آپ کی تدریس کا معیار بہت بلند اور تفہیم کا انداز بہت اچھا تھا۔ ذکی سے ذکی، غبی سے غبی ہر طالب علم کو آپ اس طرح سمجھاتے تھے کہ کتاب کا مفہوم اور ماحصل ان کی سمجھ میں آجاتا تھا۔ آپ کی تدریسی صلاحیت اور افہام وتفہیم کا کماحقہ آپ کا شاگرد ہی بیان کرسکتا ہے۔ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ایک مدرس کے اندر جو خوبیاں اور صفات ہونی چاہئیں وہ ساری خوبیاں اور صفات آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

میدان تدریس میں آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ بریلی شریف عرصۂ دراز سے مرکز اہل سنت کے نام سے جانا جاتا ہے اور پوری دنیا میں اہلسنت اسے اپنا مرکز مانتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی قائم کردہ درسگاہ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے بعد یکے بعد دیگرے یہاں تین معیاری درسگاہیں (دار العلوم) وجود میں آئیں ان سب درسگاہوں کی آپ زینت بنے اور مسند تدریس پر فائز ہوگئے زبان فیض ترجمان سے علم وحکمت کے گوہر آبدار لٹاتے رہے۔

**منصب صدارت:**

اس دور قحط الرجال اور تعلیمی انحطاط میں انسان کا مدرس بننا ہی درجۂ کمال پر فائز ہونا ہے چہ جائیکہ شیخ الحدیث اور مسند صدارت پر رونق افروز

ہوتا۔ لیکن یہ صدر العلماء کا کمال اور اعلیٰ رتبہ کی بات ہے کہ آپ چاروں عظیم درسگاہوں میں منصب تدریس کے علاوہ منصب صدارت پر بھی فائز رہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد صالح صاحب قبلہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حضرت صدر العلماء ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۵ء کے ماہ شعبان المعظم تک مظہر اسلام میں بحیثیت صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دیتے رہے کسی وجہ سے تعطیل کلاں کے موقع پر آپ نے استعفیٰ دے دیا۔ پھر شوال المکرم سے آپ نے یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام میں بحیثیت صدر مدرس تدریسی خدمات کی اہم ذمہ داری سنبھالی۔ داخلہ رجسٹر کی تاریخ اندراج کے مطابق ۱۵/اپریل ۱۹۷۵ء تک حضرت شمس العلماء مولانا غلام مجتبیٰ اشرفی کوسیاوی علیہ الرحمہ صدارت کے عہدے پر فائز رہے تعطیل کلاں (شعبان، رمضان کی رخصت) کے بعد حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں قبلہ ماہ ستمبر ۷۵ء تک منصب صدارت پر فائز رہے ان کے بعد حضرت صدر العلماء نے باقاعدہ طور پر صدارت کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لی اور سب سے پہلے اپنے دست پاک سے داخلہ رجسٹر میں جس طالب علم کا نام درج کیا اس کا مکمل پتہ درج ذیل ہے تاریخ اندراج ۲۳/اکتوبر ۷۵ء نام محمد شفیع انور بن عبد السلام موضع ایکر خالد پوسٹ پوکھریا تھانہ، اسلام پور، ضلع مغربی دیناجپور، بنگال۔

داخلہ رجسٹر کی تاریخ کے مطابق حضرت صدر العلماء ۲۳/اکتوبر ۷۵ء سے ۱۷/مئی ۸۲ء تک دار العلوم منظر اسلام میں بحیثیت صدر مدرس رہے۔ صدر المدرسین ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث کی بھی اہم ذمہ داری آپ نے سنبھالی۔

۱۹۸۲ء میں عہدۂ صدارت کو لے کر کچھ اختلاف ہوا اس لئے مستعفی ہو گئے۔ اسی سال حضرت علامہ مولانا محمد منان رضا خاں منانی میاں قبلہ نے مرزائی مسجد پرانا شہر بریلی میں ایک مدرسہ بنام جامعہ نوریہ قائم کیا حضرت منانی میاں قبلہ کو آپ جیسی باکمال تجربہ کار شخصیت کی ضرورت تھی اس لئے انہوں نے آپ کو اپنے مدرسے کے لئے صدر مدرس بنالیا ۱۹۸۲ء سے ۲۰۰۵ء تک آپ نے جامعہ نوریہ کو خون جگر سے سینچا اس کی تعمیر وترقی میں بے مثال قربانی پیش کی۔ ایک نوپید اور نوخیز پودے کو شجر بار آور بنا دیا۔

۲۰۰۵ء میں حضرت تاج الشریعہ علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں قبلہ نے جامعۃ الرضا کی تعلیم کا افتتاح کیا جامعہ کی تدریسی خدمات اور منصب صدارت کے لئے انہوں نے آپ کو منتخب کیا کیوں کہ آپ کی ذات اور شخصیت کے علاوہ کوئی ایسا شخص ان کی نگاہ میں نہیں تھا جن کو پچاس سالہ تدریسی خدمات اور عہدۂ صدارت کا تجربہ حاصل ہوا ہو، یہاں پر یہ بات بھی قابل تعریف اور لائق صد ستائش ہے کہ آپ کی ذات کبھی کسی مسئلہ میں موضوع بحث نہیں بنی جبکہ خاندان میں ہر دور میں کچھ نہ کچھ شکر رنجی رہی۔ لیکن آپ ہر ایک کی نظر میں محبوب ومقبول کیوں نہ ہوتے۔ جبکہ شبیہ غوث اعظم حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ تحسین رضا گل سرسبد ہیں۔ بہر کیف آپ بغیر کسی اختلاف کے مظہر اسلام، منظر اسلام، جامعہ نوریہ، جامعۃ الرضا چاروں مدرسوں میں تدریسی خدمات کے ساتھ منصب شیخ الحدیث اور عہدۂ صدارت پر فائز رہے۔ جب ہم چاروں مدرسوں کی مدت ملازمت کو شمار کرتے ہیں تو پچاس سال کی طویل مدت نکل کر سامنے آتی ہے۔ اس پچاس سالہ مدت تدریس میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں طالبان علوم نبویہ نے آپ سے علم وحکمت کی تشنگی دور کی۔ اور اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ وپیراستہ کیا میرے خیال میں یہی تدریسی خدمات اور تبلیغ دین متین کا اجر اور صلہ تھا کہ آپ کو درجۂ شہادت حاصل ہوا اور آپ کی نماز جنازہ میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ جمع ہوئے اہل بریلی کا کہنا ہے کہ آج سے تقریباً پچیس سال قبل حضور مفتی اعظم ہند کی نماز جنازہ میں ایسی بھیڑ دیکھی تھی جو اس طرح سے آج دیکھنے کو مل رہی ہے۔ اس طرح کی باتوں اور تبصروں سے مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ لوگ جو آپ کو مظہر مفتی اعظم ہند کہا کرتے تھے یہ صرف عقیدت کی بولی نہیں تھی بلکہ یہ ایک حقیقت تھی جس کو صدر العلماء نے اپنی عاجزی وانکساری اور منکسر المزاجی سے پردۂ خفا اور صیغۂ راز میں رکھا تھا۔ لیکن بعد از وصال از خود واضح ہو گیا کہ صدر العلماء واقعی مظہر مفتی اعظم ہند تھے خدائے پاک ان کی قبر پر رحمت ونور کی بارش فرمائے اور ہم سب کو ان سے فیضیاب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

(بشکریہ سالنامہ ''تجلیاتِ رضا'' ۲۰۰۷ء)

# صدر العلماء اپنے اشعار کے آئینہ میں

علامہ مولانا صغیر اختر مصباحی ☆

جملہ اصناف سخن میں نعت گوئی اگرچہ مشکل ترین صنف ہے بقول حسان الہند امام احمد رضا قدس سرہ تلوار کی دھار پر چلنا ہے مگر پر شوق بصیرت ہر دشوار گزار مرحلہ بہ آسانی طے کر لیتی ہے اور شستہ و پاکیزہ اسلوب کے ذریعہ اپنے سرکار کرم، رحمت دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں مخلصانہ وغلامانہ خراج عقیدت پیش کرنا اپنی سعادت سمجھتی ہے۔

نعت گوئی کا اصل محرک جذبۂ عشق رسول ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو بارگاہ خداوندی سے عشق رسالت کی عظیم دولت حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس کے بغیر ایمان وعمل کا کوئی تصور ہے ہی نہیں۔

یہ عشق رسول جتنا زیادہ ہوگا اسلوب بیان، طرز فکر اور مضمون نگاری اتنی ہی مثبت، پائیدار اور نتیجہ خیز ہوگی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی گرانقدر شخصیت میں یہ دولت بے بہا بدرجہ اتم تھی، ان کے عشق رسالت کو ان کے ان اشعار سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، فرماتے ہیں۔

الروح فداک فترد حرقا، یک شعلہ دگر برزن عشقا
موراتن من دھن سب پھونک دیا، یہ جان بھی پیارے جلا جانا

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ، نازِ دوا اٹھائے کیوں

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں

اے عشق ترے صدقے، جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے

ممدوح محترم صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہ نے عشق رسول کا سرمایہ اپنے اجداد سے وراثت میں پایا اور اس سرمایہ نے فکر رضا کو ذوق نعت بخشا۔ آپ کی فکر رضا سے نکلنے والا پہلا شعر ہمارے دعویٰ کا بین ثبوت ہے۔ فرماتے ہیں۔

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں

اس کا پس منظر یہ ہے کہ مبلغ اسلام مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی صاحب (جو آپ کے مخلص دوست اور عزیز ساتھی تھے) نے ایک طرح مصرع پر لکھنے کو مجبور کیا تو آپ نے اس کا پہلا شعر یہ تحریر فرمایا اور یہیں سے آپ کی شاعری کا آغاز ہوگیا۔

یوں تو صدر العلماء کی شاعری بہر لحاظ گوناگوں خوبیوں کی جامع ہے اور ہر پہلو سے اس پر گفتگو کی جا سکتی ہے مگر اس موقع پر ان کا ایک خاص رنگ ظاہر کرنا چاہتا ہوں یعنی مدینہ منورہ سے غایت درجہ وابستگی اور یہ سب کچھ ان کے اشعار ہی کی روشنی میں ہے، بالفاظِ دیگر "ان کی کہانی ان کے اشعار کی زبانی" یعنی اب جو اشعار استعمال کیے جائیں گے وہ حضرت صدر العلماء ہی کے ہیں۔

آپ وقتاً فوقتاً طبع آزمائی فرماتے رہے، آپ کا کلام اہل علم طبقہ میں پسندیدہ نگاہ سے دیکھا جاتا رہا، احباب و متعلقین تو اپنی جگہ خود حضور مفتی اعظم ہند خوب خوب پسند فرماتے۔ ایک مرتبہ جب آپ نے اپنی منظوم نعت پاک جس کا مطلع ہے۔

جس کو کہتے ہیں قیامت، خلد جس کا نام ہے
درحقیقت ان کے دیوانوں کا جشن عام ہے

حضور مفتی اعظم ہند کی موجودگی میں سنائی، حضرت بہت محظوظ ہوئے جب مقطع پڑھا تو حضرت نے فرمایا! اچھا تمہارا کلام ہے میں تو سمجھ رہا تھا کہ چچا جان (استاذ زمن) کی کوئی غیر مطبوعہ نعت ہے۔

وہ کوئی اور عشق ہوتا ہے جو زیاں اور تباہ کاری کا سبب ہوتا ہے، عشق رسول تو بہر صورت بارآور اور نفع بخش ہوتا ہے، اگر جذبۂ عشق کامل ہو تو دنیا

☆ استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

کی ہر شئی بے رنگ و نور نظر آتی ہے، عاشق رسول غموں سے آزاد ہو جاتا ہے، وہ ایسا پختہ خیال اور ثابت قدم ہوتا ہے کہ آلام و مصائب روزگار اس کے جذبات کو سرد نہیں کر پاتے، وہ محبت میں غرق رہتا ہے، اس کو فنائیت وفدائیت کا مقام بلند حاصل رہتا ہے۔ وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوتا ہے کہ ۔

مرے دل میں محبت ہے، مرا دل ہے عبادت میں
تصور میں مدینہ ہے، میں ہوں ہر وقت جنت میں

یا بالفاظِ دیگر ۔

طیبہ کا تصور کیا کہئے، اک کیف کی حالت ہوتی ہے
جس سمت نگاہیں اٹھتی ہیں، بس سامنے جنت ہوتی ہے

اس کی ایک یہ بھی خواہش ہوتی ہے ۔

یارب دل تحسینؔ کی بھی برآئے تمنا
آجائے بلاوا درِ سرکارِ کرم سے

اور اپنی ہر آرزو کا نچوڑ یوں بتاتا ہے ۔

مری ہر آرزو کا ماحصل تحسین بس یہ ہے
کسی صورت پہنچ جاؤں میں دربارِ رسالت میں

کبھی دل کا حال زار یوں بھی کہہ دیتا ہے ۔

طیبہ کی بہار دلکش کا جب تذکرہ کوئی کرتا ہے
اس وقت مریض الفت کی کچھ اور ہی حالت ہوتی ہے

بلکہ یوں بھی کہہ اٹھتا ہے ۔

احساس فزوں جب ہوتا ہے اس بابِ کرم سے دوری کا
وہ قلب ہی جانے بیچارہ جو قلب کی حالت ہوتی ہے

اور اسے کبھی یہ تک کہنا پڑتا ہے ۔

زیارت روضۂ سرکار کی اک بار ہو جائے
پھر اس کے بعد چاہے یہ نظر بے کار ہو جائے

اللہ کریم بڑا کارساز ہے، دلوں کا رازداں ہے، اس کی سرکار میں جذبۂ صادق کی حقیقی قدر ہے، اس کے یہاں دیر تو ہے مگر اندھیر کبھی نہیں ہے۔ آخر دعا قبول ہو کر مژدۂ جانفزا سناتی ہے، وہ رخت سفر باندھ کر پروانہ وار چل دیتا ہے اور یہ کہہ کر سفینہ پر سوار ہو جاتا ہے ۔

کرم ان کا اگر اپنا شریک کار ہو جائے
تلاطم خیز طوفانوں سے بیڑا پار ہو جائے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تیز و تند اور سرکش موجوں کی زد پر آ کر صحیح وسالم کشتیاں بھی حوصلہ کھو بیٹھتی ہیں مگر ہر طوفان بلا کو خاموش کر دینے والی ایک نگاہِ معتبر کے سہارے شکستہ و ناہموار کشتیاں بھی کنارے لگ جاتی ہیں، ذرا دیکھیں کہ وہ اس نگاہ معتبر پر اعتماد کر کے کس بے اعتنائی و بے نیازی سے عرض مدعا کر اٹھتا ہے ۔

مجھے پرواہ نہیں موجیں اٹھیں، طوفان آجائیں
شکستہ ہے اگر کشتی تو غم کیا؟ ناخدا تم ہو

اور کبھی یوں بھی کہتا ہے ۔

مجھے پرواہ نہیں موجیں اٹھیں، طوفان آجائے
نگہبان دو عالم میری کشتی کا نگہباں ہے

کیونکہ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے ۔

ڈوبنے والے نے ان کا نام نامی جب لیا
موج ساحل بن گئی، طوفاں کنارا ہو گیا

اپنے رب کے فضل و کرم اور اپنے رسول کے لطف اَتم سے وہ ہر دشوار گزار مرحلہ طے کرتا ہوا حدود حرم میں قدم رکھتا ہے، لیجئے اب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہو رہا ہے دیکھتے ہی دیکھتے مسجد حرام میں داخل ہو گیا، سامنے خانۂ کعبہ ہے، شوق عبادت محو نیاز ہے، جبیں عقیدت بیتابانہ سجدے کئے جا رہی ہے، کیف و سرور اور رحمت و نور کے دلاویز مناظر اس کے ذوقِ عبادت کو پروان چڑھاتے ہیں، بارگاہِ عظمت میں سجدوں پہ سجدے کئے جا رہا ہے، یہ اس کا روزمرہ کا عمل ضرور ہے مگر اس کی تلاش کچھ اور ہے۔ اسی جستجو میں در و دیوارِ حرم سے کان لگا دیتا ہے، ایک طرب انگیز صدا نے دل کی دھڑکنیں تیز کر دیں، کہنے والے نے کیا کہا؟ سننے والے نے کیا سنا؟ لیجئے لیجئے وہ آپ کو بھی سناتا ہے ۔

دیکھو مری آنکھوں سے درِ شاہِ اُمم کو
آتی ہے صدا یہ در و دیوارِ حرم سے

صدا کیا آئی؟ بے چینی اور بڑھ گئی، دل نے وہ ہنگامہ برپا کر دیا کہ

رکنا مشکل ہے۔ آخر دل کی مراد پوری ہوئی، مدینہ منورہ کے لئے رخت سفر باندھا اور چلدیا۔ شوق کا عجب عالم ہے مستانہ وار چلا جا رہا ہے، مدینہ قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے، راستے کے دل ربا مناظر جذبات کو اور بھڑکا رہے ہے کیوں کہ ع

نظر میں جذب ہیں رنگینیاں گلزار طیبہ کی

حالانکہ وہ دل کو تسلیاں دیتا جا رہا ہے، لیجئے اس کی تسلی کا اندازہ دیکھیں۔

دل کو یہ کہہ کر رہ طیبہ میں بہلاتا ہوں میں
آ گئی منزل تری بس اور اک دوگام ہے

دشت طیبہ پر نظر پڑتی ہے، طرب انگیز اور کیف ساماں مناظر دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے۔

طرب انگیز ہے، راحت فزا ہے، کیف ساماں ہے
یہ کوئی گلستاں ہے یا مدینے کا بیاباں ہے

یا یوں سمجھ لیں۔

جس نے دیکھا بیابان طیبہ
اس کو رضواں کی جنت نہ بھائی

طرح طرح کے خیالات سطح ذہن پر مرتسم ہوتے ہیں، وہ یوں بھی کہتا ہے۔

جو مجنوں بن کے کھو جائے خیال دشت طیبہ میں
اسے آغوش میں لینے نہ کیوں خلد بریں آئے

پھول تو پھول وہ یہاں کے کانٹوں کا بھی احترام کرتا ہے وہ بھی اس شان سے۔

دیار پاک کے کانٹوں سے کر کے دوستی ہمدم
ریاض خلد کے پھولوں کو اپنا رازداں کر لیں

اب مدینہ بالکل سامنے ہے، وہ وارفتہ شوق چلا جا رہا ہے مگر دل کی بے چینی تھمنے کا نام نہیں لیتی، آخر اسے کہنا پڑتا ہے۔

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں

وہ پہنچ بھی گیا، خوشگوار اور مشکبار شاہراہوں سے گزر کر در نبی پر پہنچ جاتا ہوں۔ محبوب کا در جنت سے کم نہیں ہوتا وہ اب جنت میں داخل ہو رہا ہے۔

مگر پاؤں بوجھل ہیں، خیالات منتشر ہیں کچھ کہا کہہ پانے کی ہمت نہیں ہے۔ بہت کچھ کہنے آیا تھا میں اب بھی کچھ کہنے کی سکت کھو بیٹھا ہے، حالانکہ یاد سب کچھ ہے مگر کہے تو کیسے؟ رقت طاری ہے لرزہ براندام ہے اور زبانِ گنگ ہے، اپنی ساری ہمتوں کو یکجا کیا اور سراپا فریاد بن کر عرض گزار ہے۔

وہ سنتے ہیں زمانہ سرگزشت غم سناتا ہے
ذرا موقع جو مل جائے تو کچھ ہم بھی بیاں کر لیں

اور موقع ملتے ہی فوراً عرض کر دیتا ہے:

تمہارا نام لیوا ہے گدائے بے نوا تحسین
کرم کی اک نظر اس پر بھی اے سرکار ہو جائے

دعا حقیقت بن جاتی ہے اور نگاہ کرم اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ گدائے بے نوا کو شرف یاب کرتی ہے پھر کیا؟ مچل کر کہہ اٹھتا ہے۔

مری جانب نگاہ لطف سردار رسولاں ہے
مقدر پہ میں نازاں ہوں مقدر مجھ پہ نازاں ہے

اس نگاہ کرم نے اسے اپنی پہلی حالت پر لوٹا دیا۔ ایک بار پھر آستان اقدس پر نظر پڑتی ہے دل کی حسرت انگڑائی لیتی ہے اپنی جبین شوق کو مزید پر وقار بنانے کے لئے اپنی دلی خواہش کا اظہار اس طرح کرتا ہے۔

وفور شوق میں مل کر جبین کو آستانے سے
نشان سجدۂ توحید کو جنت نشان کر لیں

مگر نشان توحید کو جنت نشاں کریں تو کیسے؟ کیا پیشانی اس قابل ہے بھی؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں! پیشانی اس قابل ہے ہی کہاں۔

منظور نہیں ہے کہ وہ پامال جبیں ہو
یوں سجدہ کرایا نہ در پاک پہ ہم سے

اس بارگاہ کی حاضری کے لئے تسکین خاطر بھی ضروری ہے، جس کے لئے کوشش جاری ہے، دل کو سمجھا سمجھا کر در دولت پر بٹھا دیا اور بے قرار دل کو قرار آنے لگا، دنیا سے بے نیاز بارگاہ کرم میں حاضر رہ کر مختلف خیالات کے سہارے محو گفتگو ہے مثلاً۔

امام الانبیاء تم ہو، رسولِ مجتبیٰ تم ہو
جو سب کے پیشوا ہیں ان کے آقا پیشوا تم ہو

اور کبھی یہ کہتا ہے۔

تری ذات مبارک وجہ تخلیق دو عالم ہے
یہ الفاظ دگر تیرے لئے دنیا و دیں آئے

کبھی خیال اور بلند ہو جاتا ہے۔

روئے انور کا تصور، زلف مشکیں کا خیال
کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے

پر کیف نظاروں میں گم ہے، اٹھنے کو جی نہیں چاہتا، جرأت شوق یہاں تک بڑھی کہ ہنگامہ محشر کو بھی خطاب کر دیا۔

بیٹھے ہیں یہاں چھوڑ کے نیرنگیٔ عالم
ہم کو نہ اٹھا حشر درشاہ امم سے

لیکن وہاں بیٹھے رہنا اپنے اختیار میں نہیں، اٹھنا ہی پڑتا ہے، باہر آیا آخر کار اٹھتا ہے، اب روضۂ انور کا بیرونی اور بالائی منظر سامنے ہے، رحمت و نور کی موسلا دھار بارش نے ہر ایک منظر کو حسیں تر بنا دیا ہے، گنبد خضرا کے طلسماتی نظارے کتنے پرکشش ہیں لبوں پر درود پاک کا مبارک ورد ہے اور آنکھوں میں جمال گنبد خضرا کے دلآویز نظارے، وجدانی کیفیت بہت زیادہ ہو رہی ہے۔ ایسے میں دل کی حسرت جاگی، لب اظہار کو قوت گویائی ملتی ہے تو یوں۔

لب پر ہو درود اور ہوں گنبد پہ نگاہیں
ایسے میں بلاوا مرا آجائے عدم سے

کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ یہ بلاوا کس شان کا ہے؟ یہاں کا لکلا ہوا سیدھے فردوس بریں تک پہنچتا ہے ع

مدینہ سے جو ہم نکلے تو فردوس بریں آئے

بہر حال یہ پرشوق حاضری روزمرہ کا معمول ہوگئی، ذکر و فکر نبی کی محفلیں آراستہ ہیں، کس خوش عقیدگی سے آقا کا ذکر ہو رہا ہے، سماں بندھا ہوا ہے، کیف آور جھونکوں سے مشام جاں معطر ہے، متاثر ہو کر عرض گزار ہوتا ہے۔

سکون پرور ہیں لمحے ذکر آقائے دو عالم کے
الٰہی زندگی وقف غم سرکار ہو جائے

شب و روز اسی ماحول میں گزرتے رہے، آخر کار واپسی کی خبر سننے کو مل جاتی ہے، اف! کتنی روح فرسا ہے یہ خبر! آہ کتنی کربناک ہے یہ خبر! سیاسی اور قانونی مجبوریاں نہ ہوتیں تو کون جاتا یہاں سے؟ لیکن جاتے جاتے کچھ اپنا مدعا بھی عرض کر دوں۔

اگر عکس رخ سرکار کی ہو جلوہ آرائی
مرے دل کا سیہ خانہ زار ہو جائے

بلکہ حضور!

عطا فرمایئے آنکھوں کو میری ایسی بینائی
نظر جس سمت اٹھے آپ کا دیدار ہو جائے

اب اپنے وطن واپس ہو رہا ہے، لرزتے ہونٹوں، برستی آنکھوں اور دھڑکتے دل سے روضۂ اقدس کو الوداع کہتا ہے الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ ہونٹوں پر سجا ہوا ہے، نبی نبی کی صدائیں جاری ہیں، زبان بول رہی ہے مگر دل خاموش اور اداس ہے، اپنی محرومی اور تشنہ کامی کا احساس رلا رہا ہے، اتنے میں کوئی پر لطف آواز آتی ہے۔

ساقیٔ کوثر کا نام پاک ہے ورد زباں
کون کہتا ہے کہ تحسین آج تشنہ کام ہے

دل تحسین نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اپنے نبی پاک کے دامن خطا پوش و کرم نواز دیکھ کر بے پایاں مچل کر عرض کرتا ہے۔

مرحبا اے وسعت ذیل خطا پوش نبی
عاصیوں کو منہ چھپانے کا سہارا ہو

بشکریہ مجلہ ''تجلیاتِ رضا'' سالنامہ ۲۰۰۷ء

# صدر العلماء اور نعتیہ شاعری

ڈاکٹر توقیر حسن خاں☆

صدر العلماء حضرت قبلہ تحسین رضا خاں صاحب قادری رضوی جامع معقول و منقول، کامیاب مدرس، عالم باعمل، شہزادۂ حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب، نبیرۂ استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں حسن بریلوی اور خلیفۂ حضور مفتیِ اعظم ہند بڑی دلنواز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی ولادت ۱۴؍ شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۳۰ء کو محلّہ سوداگران بریلی میں ہوئی۔ حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی کے والد ماجد نے اپنی خسرال محلّہ کانکر ٹولہ پرانہ شہر، بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپ نے اپنی ننہال میں ہی بچپن اور جوانی کا زمانہ گزارا اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے۔

حضرت علامہ تحسین رضا خاں ایک باکمال مفسر، محدث اور کہنہ مشق استاد ہونے کے ساتھ ساتھ کہنہ مشق شاعر بھی تھے۔ آپ تحسین تخلص فرماتے، آپ کے استاد مولوی سردار علی خاں صاحب ایک اچھے عالم و محدث ہونے کے ساتھ ساتھ سخن شناس بھی تھے، آپ نے ابتدائی نعتیہ اشعار اپنے استاد کو سنائے۔ استاد نے اشعار پسند فرمائے اور حوصلہ افزائی کی۔ بعد میں چند نعتیہ مشاعروں میں شرکت کی جن میں آپ کے کلام کو بہت پسند کیا گیا۔ آپ باقاعدہ شعر کہنے لگے۔ اپنے ذوق کو ہی رہنما بنایا۔ اور استادی و شاگردی کے بکھیڑوں سے آزاد رہے۔

الفاظ کی شائستگی، خیال کی بلند پروازی، معنی میں وسعت نظری اور جدید طرز بیان ان کی نعتیہ شاعری میں ایسی پائی جاتی ہے کہ جس سے دوسرے شعراء کے کلام اگرچہ خالی نہیں لیکن نادر الوجود ضرور ہیں۔

چنانچہ حاضر خدمت ہے ان کی ایک نعت پاک۔

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
درحقیقت تیرے دیوانوں کا جشن عام ہے

روئے انور کا تصور زلفِ مشکیں کا خیال
کیسی پاکیزہ سحر ہے، کیا مبارک شام ہے

تو اگر چاہے تو پھر جائیں سیہ کاروں کے دن
ہاتھ میں تیرے عنانِ گردشِ ایام ہے

آرہے ہیں وہ سرِ محشر شفاعت کے لئے
اب مجھے معلوم ہے جو کچھ مرا انجام ہے

ساقیِ کوثر کا نامِ پاک ہے وردِ زباں
کون کہتا ہے کہ تحسیںؔ آج تشنہ کام ہے

جب ہم حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی شخصیت ہر زاویے سے کامل و مکمل و اکمل نظر آتی ہے۔ اور ایک بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے ابھر کر نگاہوں کے سامنے آتی ہے۔ ایسا نہیں کہ عشق کے بہاؤ میں فن شاعری کا کوئی اصول مجروح ہوا ہو یا شریعت کے تقدس کو جراحت پہنچی ہو، بلکہ آپ کی شاعری میں عشق رسول کا مکمل شرح و بیان ہونے کے باوجود ہر شعر میں فن عروض کی کامل جلوہ گری بھی موجود ہے۔

وہ یوں تشریف لائے گنہگاروں کے جھرمٹ میں
مسیحا جیسے آجاتا ہے بیماروں کے جھرمٹ میں

تلاش جذبۂ ایماں عبث ہے کینہ کاروں میں
وفا کی جستجو اور ان جفا کاروں کے جھرمٹ میں

حسین ابن علی کی آج بھی ہم کو ضرورت ہے
گھرا ہے آج بھی اسلام خونخواروں کے جھرمٹ میں

مدد فرمایئے، آقا! پریشاں حال امت کی
کہ شور المدد برپا ہے بے چاروں کے جھرمٹ میں

☆ایم اے (انگریزی، ہندی، اردو) پی ایچ ڈی (شعبۂ انگریزی) اسلامیہ کالج، بریلی۔

انہیں کا عکس جلوہ فگن ہے ورنہ اے تحسینؔ
چمک ایسی کہاں سے آ گئی تاروں کے جھرمٹ میں

حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی کے اشعار میں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی زبان و بیان بہت سادہ اور سلیس ہے۔ آپ دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے جذبات بہت سادہ لفظوں میں پرو دیتے ہیں جو دل سے نکلتے ہیں اور دل میں اتر جاتے ہیں۔ محاورات کا جابجا استعمال اور اس کے ساتھ ساتھ جدت طرازی اور معنی آفرینی آپ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ آپ کے جذبات جو شعر میں ڈھلتے ہیں اس میں آمد ہی آمد کی بہار ہے۔ لفظوں کے انتخاب اور شوکت الفاظ کے ساتھ ساتھ فارسی اور عربی کی آمیزش بھی شعر کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے۔ تشبیہات، تمثیلات، استعارہ و کنایہ کی جلوہ گری بھی آپ کے نعتیہ کلام میں جگہ جگہ دیکھنے کو ملتی ہے۔

وجہ تخلیق دو عالم عالم آرا ہوگیا
آج دنیا کو غم دنیا گوارا ہوگیا

ڈوبنے والے نے ان کا نام نامی جب لیا
موج ساحل بن گئی طوفاں کنارا ہوگیا

شوق سے مجھ کو فرشتے لے چلے سوئے جحیم
میں نہ بولوں گا اگر ان کو گوارا ہوگیا

بس ابھی ہوتے ہیں طے یہ نیک و بد کے مرحلے
آپ یہ فرما تو دیں تحسینؔ تمہارا ہوگیا

حضرت موصوف نے بارگاہ رسالت کے گستاخوں کے سینے اپنی قلم کی ضرب کاری سے برابر چھلنی کیے ہیں۔ ان کے بہت سے اشعار ایسے ہیں جو بدمذہبوں اور دشمنان دین کے لئے ایک نصیحت سے کم نہیں ہیں۔ آپ کا ایک قطعہ ملاحظہ ہو۔

علم غیب رسول کے منکر
ایک حقیقت کو بھول جاتے ہیں
غیب مانا کہ راز ہے لیکن
راز اپنے سے کب چھپاتے ہیں

حضرت مولانا مفتی تحسین رضا خاں بریلوی نے اپنی شاعری میں نئے نئے خیالات لانے کی کامیاب کوشش کی ہے اور ان کی شاعری میں جو معنی آفرینی ہے، خیالات کی جو جدت ہے، اس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کی ایک نعت کے چند اشعار پیش ہیں۔

امام الانبیاء تم ہو رسول مجتبیٰ تم ہو
جو سب کے پیشوا ہیں ان کے آقا پیشوا تم ہو

وہ کعبہ ہے جہاں سر جھک رہے ہیں اہل عالم کے
مگر کعبہ بھی جس کے سامنے خم ہوگیا تم ہو

ہمیں تسلیم ہیں عرش بریں کی عظمتیں لیکن
وہ منزل اور ہی کچھ ہے جہاں جلوہ نما تم ہو

خدا دیتا ہے تم تقسیم کرتے ہو زمانے کو
میان خالق و مخلوق محکم واسطہ تم ہو

دل تحسینؔ سے غم کی گھٹائیں چھٹ گئیں آقا
سنا ہے جب سے اس نے شافع روز جزا تم ہو

حضرت قبلہ تحسین میاں حضور نے اپنی شاعری کے متعلق ایک واقعہ مجھے خود سنایا۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک نشست میں نعت پاک پڑھ رہا تھا۔ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ بھی وہاں موجود تھے، بہت غور سے میرا کلام سنتے رہے۔ جب میں نے مقطع پڑھا تو بہت داد دی اور فرمایا سبحان اللہ اتنا اچھا کلام کہتے ہو۔ میرا تو گمان یہ تھا کہ تم اپنے دادا میاں (حضرت استاذ زمن حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی) کا کلام پڑھ رہے ہو۔

حضرت قبلہ نے اردو نعتیہ شاعری کو جو زینت بخشی اس کی توصیف و تعریف چند صفحات میں کرنا ناممکن ہے۔ جب جب بریلی کی تاریخ میں اردو نعتیہ شاعری کا تذکرہ ہوگا آپ کا نام اپنے اجداد حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ، حضرت حسن بریلوی علیہ الرحمۃ اور حضرت نوری بریلوی علیہ الرحمۃ کے ساتھ ساتھ آئے گا۔

(بشکریہ سالنامہ ''تجلیاتِ رضا'' ۲۰۰۷ء)

# نبیرۂ استاذِ زمن صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں بریلوی کا سانحۂ ارتحال

ضیغمِ اہلسنّت علامہ مولانا حسن علی رضوی میلسی *

جب تری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

دنیائے اہلِ سنت میں یہ المناک خبر وحشت اثر نہایت رنج و ملال سے سنی جائے گی کہ ہندوستان میں برادرِ اعلیٰ حضرت استاذِ زمن تاجدارِ سخن مولانا حسن رضا خاں حسؔن بریلوی علیہ الرحمۃ کے نبیرۂ محترم فاضل جلیل علامہ حسنین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلف اوسط صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں بریلوی اور پاکستان میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت فقیہہِ اعظم مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی علیہ الرحمۃ کے شہرہ آفاق فرزند دلبند منفرد و مثالی و ممتاز خطیب و کہنہ مشق مصنف جن کے بیان و کلام اور حسن بیان میں غضب کی جاذبیت و تاثیر تھی، وہ عظیم المرتبت خطیب ایشیا علی الاطلاق سلطان الواعظین حقیقی شیرِ پنجاب حضرت علامہ ابو النور مولانا محمد بشیر کوٹلوی رحلت فرما گئے اور دنیائے سنیت کو داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا حلاوتوں سے بھرپور پُر جوش اندازِ خطابت اور ان کی گھن گرج و شعلہ بیانی مدتوں یاد رہے گی ان کی دل و دماغ میں اتر جانے والی پُرسوز و پُر تاثیر مدلل و موثر تحریریں علمی حلقے فراموش نہ کر سکیں گے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔ حضرت سلطان الواعظین علامہ ابو النور علیہ الرحمۃ کی شخصیت کی عظمت پر چونکہ شمارہ رضائے مصطفیٰ میں مفصل مقالہ شاملِ اشاعت ہو رہا ہے، اس لیے حضرت صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمۃ کے مختصر و جامع احوال گرامی پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت استاذِ زمن مولانا حسن رضا خاں صاحب حسؔن بریلوی علیہ الرحمۃ کا آبائی مکان محلہ سوداگراں خانقاہِ عالیہ رضویہ کے شمال میں تھا جس میں آج کل حضرت علامہ صاحبزادہ مولانا منان رضا خاں منانی دامت برکاتہم سکونت پذیر ہیں۔ صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کی ولادت ۱۴ رشعبان المعظم ۱۹۳۰ء میں اسی مکان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کے عظیم المرتبت والد گرامی فاضل جلیل مولانا حسنین رضا علیہ الرحمۃ نے آپ کو دار العلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام میں داخل کرا دیا۔ آپ حضور محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ سے بہت متاثر تھے اور ایک آپ ہی کیا، منظر اسلام کے تمام طلباء خواہ ان کے اسباق محدثِ اعظم کے پاس ہوں یا نہ ہوں، آپ سے یکساں عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ جب حضور محدث اعظم علیہ الرحمۃ نے مسجد بی بی جی صاحبہ محلّہ بہاری پور ڈھال میں دار العلوم مظہر اسلام قائم کیا تو آپ نے مظہر اسلام میں داخلہ لے لیا۔ یہاں حضرت محدثِ اعظم صدر المدرسین و شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے اور حضرت محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی تدریس کا ڈنکہ چار دانگ ہند میں بج رہا تھا اور دار العلوم مظہر اسلام طالبانِ علوم دینیہ اور تشنگانِ علوم احادیث کا مرجع اعظم بنا ہوا تھا۔ علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمۃ نے یہاں چند کتابیں حضرت محدث اعظم سے پڑھیں جن سے آپ کے ذہن و قلب پر ایسا اثر ہوا کہ جب پاکستان معرض وجود میں آیا اور حضور محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ پاکستان تشریف لے آئے اور یادگارِ رضا دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام قائم کیا تو علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمۃ بھی تحصیل علوم کے لیے یہاں تشریف لے آئے حالانکہ وہاں دار العلوم بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کے بعض اکابر مدرسین جید اساتذہ موجود تھے۔ حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے مکمل دورۂ حدیث شریف حضور محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ سے جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور میں پڑھا اور سندِ فراغت و دستار حاصل کی۔ ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء کے جلسہ دستارِ فضیلت میں آپ عظیم المرتبت والا گرامی خلیفۂ و برادرزادۂ اعلیٰ حضرت علامہ حسنین رضا بریلی اور حضرت علامہ حکیم

* بانی و سرپرست، بزمِ انوارِ رضا اہلِ سنت، خطیب جامع مسجد فریدیہ، بلدیہ میلسی

حسین رضا خاں بریلوی ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا حسن بریلوی قدس سرہما اور امام المتکلمین محدثِ اعظم ہند مولانا ابو المحامد سید محمد محدث کچھوچھوی، مفتیِ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی علیہما الرحمۃ بھی جلوہ افروز تھے۔ حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ فارغ التحصیل ہوکر واپس بریلی شریف پہنچے اور دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی صاحبہ میں مدرس اور مفتی مقرر کردیئے گئے۔ کچھ عرصہ بعد جامعہ رضویہ منظر اسلام میں مدرس اور پھر صدر المدرسین وشیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور پھر آخر میں جامعہ نوریہ رضویہ عیدگاہ بریلی شریف میں صدر المدرسین وشیخ الحدیث کے طور پر تعینات ہوئے۔ آپ ایک ماہر استاذ اور عبقری مدرس اور استاذ الاساتذہ تھے۔ پورا درسِ نظامی مستحضر تھا۔ آپ کے نامور جلیل القدر طلباء ہندوستان بھر میں دینی ومسلکی اور تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ فقیر راقم الحروف (محمد حسن علی رضوی) کی چند بار حاضری کے موقعہ پر فقیر کے پاس افریقی رضوی دارالاقامہ کی بالائی منزل میں تشریف لاتے اور مجھ سے حضور محدثِ اعظم پاکستان کی باتیں سنتے رہتے اور بہت مسرور ہوتے اور مجھ فقیر کو حضور محدثِ اعظم کی یادگار باتیں سناتے اور دل پر چوٹ لگتی تھی۔ فقیر کو دو بار اپنی مسجد اور جامعہ نوریہ رضویہ عیدگاہ بریلی شریف بھی لے گئے اور اپنے دولت کدہ پر محلہ کانکر ٹولہ اکبری مسجد شہر کہنہ فقیر کی تقریر بھی کروائی اور زبردست پُر تکلف استقبالیہ دیا۔ فقیر کے بیان سے بہت مسرور ہوئے۔ طلباء اور علماء بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ اپنے دولت کدہ پر دعوت بھی فرمائی۔ اس اکبری مسجد جہاں حضور محدثِ اعظم اور مولوی منظور سنبھلی کا مناظرہ ہوا تھا، جگہوں اور مقامات کی نشان دہی کر کے سب کچھ بتایا۔ فقیر نے اس بات کی تصدیق چاہی کہ کیا نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم حضور جیلانی میاں قدس سرہٗ نے بھی حضور محدثِ اعظم پاکستان قدس سرہٗ سے پڑھا ہے؟ فرمایا، ہاں حضرت محدثِ اعظم پاکستان حضرت جیلانی میاں قدس سرہٗ کو اپنی مسند پر اپنے پاس بٹھا کر پڑھاتے تھے اور ان کے بھائی حضرت مولانا حماد رضا خاں خلف اصغر سیدی حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کو بھی پڑھاتے تھے اور حضرت حجۃ الاسلام قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جیلانی میاں کو رغبت دلانے کے لیے فرمایا کرتے تھے،'' جیلانی میاں دیکھو کل کی بات ہے کہ مولانا سردار صاحب نے اسی مدرسہ منظر اسلام میں میزان شروع کی تھی، ماشاء اللہ آج خود علم وفضل کی میزان نظر آتے ہیں۔'' حضرت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمۃ اپنے جلیل القدر اسلاف کی علمی وروحانی امانتوں کے امین تھے۔ اسلاف کی یادگار تھے۔ مسلکِ سیدنا اعلیٰ حضرت کے محافظ وپاسبان تھے۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے لاؤڈ اسپیکر پر نماز، ویڈیو، مووی، فوٹو تصاویر وغیرہ مسائل پر جب امیر دعوتِ اسلامی نے مسلکِ اعلیٰ حضرت سے عدول اور اکابر خلفاء اعلیٰ حضرت سے انحراف کیا تو صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمۃ نے فقیر کی تحریری اور زبانی وقلمی تائید و حمایت فرمائی اور دعوتِ اسلامی کی اصلاح کے سلسلہ میں فقیر کے مضامین اور رسائل کو بہت پسند فرمایا، اس کی تصدیق مولانا اجمل رضا رضوی سلمہ موڑ ایمن آباد گوجرانوالہ سے بھی ہوئی۔

اسی طرح مسئلۂ مغفرت ذنب کے سلسلہ میں جب بعض ننھے منے اونے پونے خود ساختہ محققین نے سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ مبارکہ کنز الایمان کی بزعم جہالت تغلیط کرنا چاہی اور فقیر راقم الحروف (محمد حسن علی الرضوی غفرلہٗ) نے جوابات لکھنا چاہے تو بعض نایاب تفسیری حوالوں کے لیے حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کو عریضہ لکھا۔ حضرت ممدوح نے فوراً مفصل جواب دیا اور نو دس تفاسیر معتبرہ کے مفصل حوالہ جات فراہم کئے اور فرمایا کہ بعض تفاسیر میرے کتب خانہ میں نہ تھیں حضرت ازہری میاں سلمہٗ کے ہاں سے منگوا کر حوالہ جات ارسال کر رہا ہوں۔

ایک مرتبہ فقیر نے اکبری جامع مسجد شہر کہنہ بریلی شریف جہاں حضور محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کا مولوی منظور سنبھلی سے مناظرہ ہوا تھا، مسجد کی تصاویر منگوائیں تو حضرت ممدوح نے اندر باہر کی متعدد تصاویر ارسال فرمائیں۔

فقیر ایک مرتبہ ان کی دعوت پر ان کے دولت کدہ پر حاضر تھا تو ان سے معلوم کیا کہ آج کل کے جدت وبدعت پسند محققین یہ کہتے ہیں کہ مصر کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ کیمرہ سے لی گئی عکسی تصاویر ناجائز

نہیں، فلمی یا مورتی کی صورت میں بنائی گئی تصاویر کی ممانعت کے احکام ہیں۔ فرمایا، اس سلسلہ میں حضور سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے تین اہم رسائل ہیں اور حضور اعلیٰ حضرت اور سرکار مفتی اعظم قدس سرہما کے پچاسوں فتاویٰ مبارکہ حرف آخر ہیں، جن لوگوں سے عمل نہیں ہوسکتا، وہ ایسے ہی راستے اختیار کرتے ہیں۔

حال ہی میں بریلی شریف سے حضرت جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری میاں دامت برکاتہم کا جامع و محقق رسالہ ''ٹی۔وی، موی کا آپریشن'' منظر عام پر آیا ہے جس میں حضرت علامہ احسن میاں برکاتی مارہروی، محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی، مولانا مفتی تقدس علی خاں صاحب، مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی کے ساتھ صدر العلماء مولانا تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی بھی بھرپور تائید و تصدیق ہے۔

جب حضور محدثِ اعظم قدس سرہٗ کا وصال ہوا تو شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم قبلہ علیہ الرحمۃ نے روح پر منظوم تاثرات ارقام فرمائے تھے۔ نظم کی صورت میں بعض تلامذہ کا تذکرہ بھی تھا۔ حضور مفتی اعظم قبلہ نے علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمۃ کے لیے فرمایا تھا۔

پیارے تحسین الرضا سے پوچھئے
شغلِ تحسینِ رضا جاتا رہا

علامہ تحسین رضا ایک قادر الکلام شاعر اور ادیب و اریب بھی تھے۔ انہوں نے بکثرت روح پر نعتیں اور منقبتیں لکھی ہیں۔ ایک نعت شریف۔

جس کو کہتے ہیں قیامت، حشر جس کا نام ہے
درحقیقت تیرے دیوانوں کا جشنِ عام ہے

حضرت مفتی اعظم قبلہ قدس سرہٗ نے سماعت فرمائی تو گراں قدر انعام سے نوازا اور بہت مسرور ہوئے۔

حضرت علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمۃ کو اہلِ بریلی اور خانوادہ کے افراد ''صاحب'' کے عرف سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم نے متعدد بار فرمایا: ''صاحب کے سبھی صاحبزادے ماشاء اللہ بہت خوب ہیں، ذی علم ہیں، مگر تحسین میاں سلمہ کا جواب نہیں ہے۔''

فقیر کی بریلی شریف کی حاضری کے دوران ایک دن فرمایا کہ میں جب جامعہ رضویہ لائل پور میں پڑھتا تھا، مولانا ابو الانوار محمد مختار صاحب دیال گڑھی سے کچھ کتابیں لی تھیں، ان سے میرا سلام کہہ کر کہیں کہ وہ کتابیں مجھے معاف کردیں۔ فقیر نے واپسی پر مولانا مفتی محمد مختار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تو وہ کہنے لگے، میں نے پہلے ہی معاف کردی ہیں۔

ایک باران کے دولت کدہ پر ہی فقیر نے کہا کہ حضرت استاذ زمن علیہ الرحمۃ کے مزار شریف کی زیارت کرنی ہے۔ فرمایا، ہاں وہ حضرت امام العلماء (مولانا رضا علی خاں صاحب) رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رئیس الاتقیاء (مولانا علامہ نقی علی خاں) علیہ الرحمۃ کے قریب ہے۔ اپنے برادرِ عزیز حضرت مولانا حبیب رضا خانصاحب مدظلہٗ سے فرمایا، انہیں سٹی قبرستان میں دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر لے جائیں۔ اسی طرح فقیر ان تینوں بزرگوں کے مزارات کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔

جب حضرت سیدی مفتی اعظم قبلہ قدس سرہٗ کا وصال شریف ہوا تو حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے چھوٹی بی صاحبہ (اہلیہ محترمہ حضرت مفتی اعظم) سے نمازِ جنازہ پڑھانے کی اجازت لے لی تھی مگر بعض وجوہ کے سبب ایسا نہ ہوسکا۔

حضرت صدر العلماء ایک جامع معقول و منقول متصلب سنی رضوی عالم دین عبقری مدرس و مفتی تھے اور اصول و فروعات کے جملہ مسائل میں سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مسلک حق پر سختی سے پابند تھے۔

حضرت ممدوح کا انتقال پر ملال دنیائے اہلسنت خانوادۂ اعلیٰ حضرت اور علمی حلقوں کے لئے ایک عظیم سانحہ اور ناقابل تلافی حادثہ ہے۔

آپ کی اولاد امجاد میں (۱) مولانا صاحبزادہ حسان رضا خاں صاحب رضوی (۲) مولانا رضوان رضا خاں صاحب (۳) مولانا حبیب رضا خاں رضوی اور ایک صاحبزادی عارفہ بیگم رضویہ ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ حضرت ممدوح محترم علیہ الرحمۃ کا اپنے حسب حال ایک روح پرور شعر ہے۔

ساقیٔ کوثر کا نام پاک ہے وردِ زباں
کون کہتا ہے کہ تحسین آج تشنہ کام ہے

# موت العالِم موت العالَم

از: مفتی مولانا محمد اسلم رضا قادری

سیّدی وسندی ومرشدی، وذُخری لیومي وغدي شیخ الحدیث والتفسیر ،صدر العلماء حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن برّ اعظم پاک وہند کے انتہائی جلیل القدر صاحبِ علم وفضل، عالمِ باعمل، صوفیٔ باصفاء، حقیقۃً شیخِ طریقت ورہبرِ شریعت تھے، راقم الحروف نے تقریباً 6 بار ہندوستان کا سفر کیا اور اس دوران متعدد مرتبہ حضرت تحسین میاں صاحب کی زیارت سے مشرف ہوا، جبکہ ۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ بعد نمازِ عصر حضرت ہی کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت بھی حاصل کیا، اور پھر اسی مناسبت سے اصولِ حدیث پر مرتب کردہ اپنے رسالے کو حضرت مرشد گرامی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کا نام ''تحسین الوصول إلی مصطلح حدیثِ الرسول'' رکھا، جسے مکتبہ برکات المدینہ کراچی نے شائع کیا۔

حضرت صدر العلماء ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے، آپ حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب کے منجھلے صاحبزادے اور استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا (برادرِ امام احمد رضا) کے پوتے اور رئیس المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خان صاحب کے پَر پوتے ہیں، اس طرح تیسری پشت میں جاکر آپ کا سلسلۂ نسب سرکار مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

حضرتِ صدر العلماء علیہ الرحمہ ایک انتہائی خاموش سنجیدہ، پُر وقار اور بارُعب شخصیت کے مالک تھے، آپ علیہ الرحمہ کے زیرِ لب مسکراہٹ دائمی تھی، گویا کہ لب ہائے مبارکہ سے پھول جھڑ رہے ہوں، آپ کے اسی وصفِ خاص کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، کہ تحسین میاں گُلِ سرسبد یعنی پھولوں کی ٹوکری میں سب سے زیادہ خوشنما وتروتازہ پھول ہیں (بحوالہ حضرت مولانا حبیب رضا خان صاحب)، گویا کہ حضرت صدر العلماء، سرکار مفتی اعظم علیہما الرحمہ کے تلامذہ وخلفاء میں اس وصفِ خاص سے متصف تھے، اور کیوں نہ ہوں کہ آپ تقریباً ۵۰ برس تک حدیث پاک کا درس دیتے رہے، اور رسول کائنات، محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہماری حدیث سنے اور دوسروں تک پہنچائے اوکما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ نے ابتدا تا ماقبل دورۂ حدیث شریف حصولِ علم کے تمام مراحل بریلی شریف میں سرکار مفتی اعظم کے سایۂ عاطفت میں رہتے ہوئے طے کئے، اس کے بعد حدیث پاک کا درس لینے کے لیے فخرِ زمان، بدرِ تمام، محدّث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں فیصل آباد (لائل پور) حاضر ہوئے، چونکہ حضرت محدّث اعظم پاکستان کو سرکار اعلیٰ حضرت کے خاندان سے خاص تعلق رہا ہے اس لیے دورانِ تدریس حضرت صدر العلماء، محدّث اعظم پاکستان کی خاص توجہ سے متمتع ہوئے، اور جب حضرت صدر العلماء 1957ء میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد بریلی شریف لوٹنے لگے تو حضرت محدّث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے سرکار مفتی اعظم کے لیے ایک مکتوب روانہ کیا جس میں فرمایا کہ صاحبزادہ تحسین میاں صاحب کو چونکہ علمِ حدیث کی طرف زیادہ متوجہ پاتا ہوں اس لئے انہیں تدریسی فرائض کی انجام دہی کے لیے حدیث پاک کے اسباق دیے جائیں، لہٰذا ایسا ہی ہوا اور 1957ء سے آپ کے وصال یعنی 2007 تک مسلسل ۵۰ برس تک حضرت صدر العلماء تشنگانِ علم کی پیاس بجھاتے رہے، جس میں خصوصی توجہ ہمیشہ درس حدیث کی طرف رہی۔

دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد سب سے پہلے سرکار مفتی اعظم نے دارالعلوم مظہر اسلام، مسجد بی بی جی میں آپ علیہ الرحمہ کو کتب حدیث کی تدریس ذمہ لگائی، جہاں آپ ۱۸ برس تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز رہے، اس کے بعد ۷ برس دارالعلوم منظر اسلام میں صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے اور درسِ حدیث سے طالبان علم کو فیضیاب کرتے رہے، اس کے بعد ۲۳ سال جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں بحیثیت صدر المدرسین رہے اور وہیں درسِ حدیث پاک جاری رکھا، اس کے بعد جب تاج الشریعۃ حضرت علامۃ مفتی محمد اختر رضا خان دامت برکاتہم العالیہ کے اصرار پر انہی کے قائم کردہ جامعۃ الرضا بریلی شریف میں صدر المدرسین کا منصب سنبھالا اور درسِ حدیث شریف کے ساتھ ساتھ تخصص فی الفقہ والافتاء کے طلباء کو دیگر کتب کے درس سے فیضیاب فرمایا، اس طرح کل ۵۰ برس تک مسلسل حدیث شریف کا درس دیتے ہوئے 2007ء میں اس دارفانی سے کوچ فرمایا۔

قبلہ صدر العلماء کے والد گرامی حضرت مولانا حسنین رضا خان وہ گرامی قدر شخصیت ہیں کہ جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وَصایا شریف املاء کروانا چاہا تو اس کی تحریر کے لیے آپ ہی کا انتخاب کیا گیا، آپ علیہ الرحمہ کا لقب ''صاحب'' مشہور تھا، آپ ہی کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا حبیب رضا خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ صاحب کے سبھی بچے خوب ہیں مگر تحسین میاں کا جواب نہیں۔

سرکار مفتی اعظم کا حضرت صدر العلماء سے محبت و الفت کا اندازہ ان مبارک کلمات سے لگایا جاسکتا ہے جو سرکار مفتی اعظم نے آپ علیہ الرحمہ کے لیے اپنے اجازت و خلافت نامہ میں ارشاد فرمائے ہیں، فرماتے ہیں: ''قرة عيني و ذرة زيني'' مولوی تحسین رضا خان۔

حضرت قبلہ محدّث اعظم پاکستان اور خاندان رضویہ کا باہم تعلق الفت و محبت و عقیدت کسی سے مخفی نہیں، جب قبلہ محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو اس موقع پر سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کی شان میں ایک منظوم منقبت پیش فرمائی، چونکہ حضرت صدر العلماء قبلہ محدّث اعظم پاکستان کے شاگرد خاص تھے، لہٰذا آپ علیہ الرحمہ کے وصال پُر ملال پر انتہائی رنج و غم میں مبتلا دیکھ کر سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے اسی منقبت میں یہ شعر بھی تحریر فرمایا:

پیارے تحسینِ الرضا سے پوچھ لو!

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار مفتی اعظم قبلہ صدر العلماء سے کس قدر محبت فرمایا کرتے تھے۔

قبلہ صدر العلماء حضرت تحسین میاں صاحب علیہ الرحمہ حضرت قبلہ تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب کے برادرِ نسبتی بھی ہیں، اسی لیے قبلہ تاج الشریعہ کے صاحبزادہ قبلہ عسجد میاں وغیرہ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کو ماموں جان کہہ کر پکارا کرتے، حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر سرکار مفتی اعظم نے فرمایا کہ خاندان میں دو افراد ایسے ہیں جن پر مجھے پورا اعتماد اور بھروسہ ہے: ایک ازہری میاں (تاج الشریعہ) اور دوسرے تحسین میاں۔

قبلہ مفتی محمد اختر رضا خان دامت برکاتہم العالیہ بلاشبہ اپنے زمانے کے اہلِ شریعت کے سروں کے تاج ہیں، اسی لیے آپ کو تاج الشریعہ کہا جاتا ہے، اس کے باوجود یہ آپ کا بڑا پن ہے اور اپنے معاصرین اہل حق کے ساتھ آپ کا خلوص و محبت ہے کہ ایک بار راقم الحروف قبلہ تاج الشریعہ کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ تخصص فی الفقہ والافتاء کے طلباء کو ''کتاب الفروق'' سے درس دے رہے تھے، اثنائے درس ایک عبارت ایسی گزری جسے حضور تاج الشریعہ بار بار سماعت فرماتے، مگر بظاہر عبارت حل فرما کر مصنف علیہ الرحمہ کی مراد کو نہیں پہنچ پا رہے تھے، لہٰذا آپ نے طلباء سے فرمایا کہ اس عبارت کو صدر صاحب (قبلہ تحسین میاں صاحب) سے سمجھ لیں اور عبارت کا جو حل وہ پیش فرمائیں اس سے مجھے بھی مطلع کریں۔

اس کے علاوہ اپنے معاصرین کے ساتھ الفت، محبت اور اپنی

تواضع کی ایک اعلیٰ مثال یہ بھی ہے کہ قبلہ تاج الشریعہ نے دیگر اکابرین کے علاوہ قبلہ صدر العلماء علیہ الرحمہ سے بھی اجازت حدیث وعلوم و فنون حاصل کی ہے، جس کا اظہار وہ اپنی اجازت حدیث وعلوم میں بَرمَلا ءفرماتے ہیں۔

حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی دامت برکاتہم العالیہ کا فرمانا ہے کہ جب میں بریلی شریف حاضر ہوا تو کئی لوگوں کو حضرت قبلہ تحسین میاں صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ''زندہ ولی'' کے لقب سے پکارتے ہوئے دیکھا اور سنا۔

حضرت مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی حالیہ صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف فرماتے ہیں کہ اس کس مپُرسی کے عالَم میں بھی اگر کوئی اہل بریلی کا بلانزع متفق علیہ مر[illegible]ور معتمد ہے تو وہ صدر العلماء کی شخصیت ہے۔

حضرت تاج الشریعہ قبلہ کے صاحبزادے قبلہ عسجد میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار قبلہ والدمحترم کی طبیعت بہت خراب ہوئی اور کافی دنوں تک ناساز رہی، انہیں دنوں میں نے خواب میں سرکار مفتی اعظم کی زیارت سے مشرف ہوا، سرکار فرمارہے تھے کہ ازہری میاں کے لئے تحسین میاں سے وہ خاص تعویذ کیوں نہیں لیتے جو میں نے انہیں سکھایا ہے، بیدار ہونے کے بعد قبلہ ماموں جان (حضرت تحسین میاں صاحب) کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا ماجرا سنایا تو انہوں نے بلا تأمل سرکار مفتی اعظم کا تعلیم فرمایا ہوا تعویذ عنایت فرمایا، جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے قبلہ والدمحترم کو صحت کی ناسازی میں افاقہ بخشا۔

اس کے علاوہ گجرانوالہ کے حضرت مولانا محمد اجمل رضا صاحب نے قبلہ صدر العلماء کی سیرتِ طیبہ پر ایک کتاب بنام ''صدر العلماء'' تحریر فرمائی ہے، جسے رضا اکیڈمی بمبئی نے عرسِ اعلیٰ حضرت ۱۴۲۷ھ کے موقع پر شائع کیا، اور اس کی تقریب رُونمائی ۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ کی شب جامعۃ الرضا بریلی شریف کے جلسے میں بدستِ محدّثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ ہوئی، اس کتاب میں بڑے ہی احسن انداز سے آپ علیہ الرحمہ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو قارئین کے لئے اجاگر کیا گیا ہے، فجزاہ اللہ احسن الجزاء

چونکہ کل نفس ذائقۃ الموت کا وعدہ بَرحق ہے، چاہے وہ کتنی ہی پیاری اور ہماری محبوب ترین شخصیت کیوں نہ ہو، آخرکار ایک دن اسے اس دار فانی سے کُوچ کرنا ہی ہے، اسی طرح ہمارے اور آپ کے محبوب اور عزیز وجلیل القدر بزرگ شخصیت کے مالک حضور قبلہ صدر العلماء حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بروز جمعہ ۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ، بمطابق ۳ اگست ۲۰۰۷ء ناگپور ہندوستان سے ہوتے ہوئے تقریباً ڈیڑھ سو ۱۵۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر تقریباً صبح ۱۱ بجے پہنچے تھے کہ ڈرائیور کی بے احتیاطی کے سبب آپ کی سواری اُلٹ گئی، جس کے نتیجے میں آپ ہم سب اہل سنن و[illegible] محبت کو داغ مفارقت دیتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کرگئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

سب سے پہلے آپ کا جسد اقدس ناگپور منتقل کیا گیا اور پھر وہاں سے دہلی کے راستے بریلی شریف لایا گیا، جہاں اتوار کے روز بعد نماز ظہر تقریباً ۲ بجکر ۲۰ منٹ پر اسلامیہ انٹر کالج کے میدان میں قبلہ تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی اقتدا میں آپ علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں بروایت حضرت مولانا حنیف خان صاحب رضوی: ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً سات لاکھ افراد نے ہندوستان کے مختلف گوشوں سے شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے، آپ پر اپنی رحمت ورضوان وانوار وتجلیات کی بارش فرمائے، اپنے جوارِ رحمت میں خاص مقام عطا فرمائے، آپ کے درجات بلند فرمائے، آپ علیہ الرحمہ کے صدقے ہم سب کی مغفرت فرمائے اور ہم سب کو آپ کی سیرت طیبہ سے فیضیاب فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ و علی آلہ و صحبہ افضل الصّلاۃ و اتم التسلیم

# شہید بریلی

از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

حضرت مولنا تحسین رضا خاں قادری بریلوی ابن مولنا حسنین رضا خاں قادری بریلوی (التوفی ۵ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ / ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۱ء) ابن مولنا حسن رضا خاں قادری بریلوی (التوفی ۱۳۲۶ھ) ابن مولنا نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی (م ۱۲۹۷ھ) ابن مولنا محمد رضا علی خاں بریلوی (م ۱۲۸۲ھ) خاندان رضا کے آخری سلف بھی اللہ کو پیارے ہوئے مگر اس طرح کے جام شہادت نوش کرتے ہوئے اور جس کو یہ جام مل گیا اس کو پھر بقا ہی بقا ہے اور کیوں نہ آپ کو جام شہادت ملتا کہ جمعہ کا دن جمعہ کی امامت کے لئے (اللہ کی راہ میں) نکلے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دفعہ اعزاز اخروی عطا کیا جس کی گواہی خود اس کی کتاب دے رہی ہے۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْمُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ○ (اٰل عمران: ۱۵۷)

اور بے شک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور جو اللہ کی راہ میں مارا جائے یا مرجائے اس کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ ○ (البقرۃ: ۱۵۴)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

اس ظاہری موت سے کسی کو چھوٹ نہیں ہے۔ شاعر نے سچ کہا۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

حضرت علامہ تحسین رضا خاں قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ سے راقم کی نہ کوئی بالمشافہ ملاقات تھی اور حسن اتفاق سے نہ کوئی قلمی ملاقات رہی۔ اگر چہ احقر کے پورے ہندوستان سے بے شمار علماء، مفتیان اور اسکالرز سے قلمی روابط ہیں مگر عجیب اتفاق کہ آپ سے قلمی رابطہ نہ ہو سکا۔ مگر آپ چونکہ خاندان رضا کے چشم و چراغ تھے اور عمر و تقویٰ کے اعتبار سے آپ غالباً خاندان رضا کے آخری سلف تھے جن کے تقویٰ طہارت سے متعلق میں نے کئی حضرات سے آپ کے متعلق باتیں سنیں مثلاً پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب، علامہ مفتی محمد نصر اللہ خاں افغانی، حضرت علامہ مولنا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری حامدی (م ۲۰۰۲ھ)، حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی (م ۱۴۱۷ھ) حضرت علامہ مولنا مفتی تقدس علی خاں قادری بریلوی (م ۱۴۰۸ھ)، مولنا صاحبزادہ وجاہت رسول قادری وغیرہا۔ الحمد للہ آپ کو مرتبۂ شہادت نصیب ہوا۔ اللہ کے حضور دعا ہے کہ رب العزت اپنے حبیب لبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے آپ کو علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ نبی کریم ﷺ کی معیت اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا دامن نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆

# صدرالعلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ

مولانا محمد اجمل رضا قادری*

برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا علیہ الرحمہ کے پوتے اور مولانا حسنین رضا علیہ الرحمہ کے صاحبزادے، حضور صدرالعلماء مظہرِ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد تحسین رضا خاں (علیہ الرحمہ) کی ولادت باسعادت محلّہ سوداگران بریلی شریف میں بتاریخ ۱۴رشعبان المعظم (۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) کو ہوئی۔ خاندان کی بزرگ شخصیات کے زیرِ سایہ تربیت ہوئی۔ قدرت نے ذہانت وفطانت اور فہم وفراست کی دولت سے نوازا تھا۔ ابتدائی تعلیم تو مقامی مکتب و مدرسہ میں حاصل کی البتہ عربی و فارسی کی تعلیم کے لیے دارالعلوم منظر اسلام میں داخل ہوئے۔ حضور محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ اور دیگر اساتذہ کی خصوصی عنایت سے بہرہ مند ہوتے رہے۔ دارالعلوم مظہرِ اسلام میں داخلہ لیا۔ حضرت محدثِ اعظم کی صحبت فیض بخش میں تعلیمی شوق مزید پختہ ہوتا رہا۔ مگر تقسیم ہند کے وقت جب محدثِ اعظم، پاکستان تشریف لے آئے اور یہاں فیصل آباد میں ایک شاندار دارالعلوم قائم فرمایا، آپ کا شوق مچلا لہٰذا والد صاحب کی اجازت ملتے ہی آپ ۱۹۵۷ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں چھ ماہ رہ کر دورۂ حدیث مکمل کیا اور دستار وسند حاصل کی۔ جب آپ واپس بریلی شریف گئے تو محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے حضور مفتیِ اعظم ہند کے نام ایک مکتوب تحریر فرمایا:

''عزیزم مولانا تحسین رضا خاں صاحب سلمہٗ کی دستار بندی حضور والا کو مبارک ہو۔ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں جو اسباق ان کے سپرد کئے جائیں ان میں مشکوٰۃ شریف ان کے پاس ضرور رکھی جائے اور آئندہ سال نسائی شریف، اس کے بعد ابن ماجہ، پھر مسلم شریف، پھر ترمذی شریف۔ جب ہر سال حدیث کی ایک کتاب پڑھالیں تو بعد میں بخاری شریف۔ خدا نے چاہا تو اس طرح تدریجاً یہ دورۂ حدیث کے اسباق پڑھالیں گے۔ ماشاء اللہ سمجھدار ہیں، ہوشیار ہیں۔''

حضور محدثِ اعظم کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، شمس العلماء قاضی شمس الدین احمد رضوی، مولانا سردار علی خاں رضوی بریلی، مولانا غلام یٰسین پورنوی، مولانا مفتی وقارالدین رضوی، مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہم الرحمہ جیسی گرانقدر شخصیات شامل ہیں۔ فراغت کے بعد حضور صدرالعلماء مسندِ تدریس پر جلوہ فرما ہوئے تو ۱۸رسال منظر اسلام، ۷رسال مظہر اسلام، ۲۳رسال جامعہ نوریہ رضویہ اور دو سال جامعۃ الرضا میں حدیث پاک کا درس دیا اور یوں آپ ۵۰ سال سے زائد عرصہ تک سلسلۂ تدریس سے وابستہ رہے۔

دورانِ تعلیم ہی اپنے والد ماجد اور مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ کے ایماپر آپ تقریباً ۱۳رسال کی عمر میں ۲۵رصفر ۱۳۵۴ھ، عرسِ رضوی کے متبرک موقع پر حضور مفتیِ اعظم ہند کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ پھر ۱۳۸۰ھ عرسِ رضوی کے مقدس دن اکابر علماء مشائخ کی موجودگی میں حضور مفتیِ اعظم ہند نے آپ کو برسرِ منبر خرقۂ خلافت و اجازت عطا فرمایا اور اپنے دست مبارک سے اپنا عمامہ آپ کے سر پر باندھا اور سندِ اجازت پر بقلم خود اس عبارت کا اضافہ فرمایا۔ عممتہ بعمامتی والبستہ جبتی یعنی میں نے انہیں اپنا عمامہ عطا کیا اور اپنا جبہ پہنایا۔ علاوہ ازیں آپ کو حضور مفتیِ اعظم ہند نے تمام اوراد و وظائف اور تعویزات وعملیات کی اجازت بھی عطا فرمائی تو اس پر تحریر فرمایا: قرۃ عینی ودرۃ زینی محمد تحسین رضا خان یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک

* مہتمم جامعۃ الرضا، موڑ ایمن آباد، گجرانوالہ، پنجاب، پاکستان

اور میری تزئین وآرائش کے موتی محمد تحسین رضا خاں۔

حضور مفتیٔ اعظم نے کئی مرتبہ آپ کے لیے تعریف وتوصیف کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''صاحب (یعنی مولانا حسنین رضا) کے جتنے بھی لڑکے ہیں سبھی خوب ہیں، باصلاحیت و بالیاقت ہیں مگر ان میں تحسین رضا کا جواب نہیں۔'' ایک موقع پر فرمایا: ''دو لوگ ایسے ہیں جن پر مجھے مکمل اعتماد اور کامل بھروسہ ہے، ایک تحسین میاں اور دوسرے اختر رضا۔''

اور ایک مرتبہ کچھ یوں ارشاد فرمایا: ''تحسین رضا گل سرسبد ہیں۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''جانتے ہو گل سرسبد کیا ہے؟ باغبان پھولوں کی ٹوکری میں سب سے خوبصورت اور پسندیدہ پھول نمایاں طور پر اوپر رکھتا ہے۔ اس پھول کو ''گل سرسبد'' کہتے ہیں۔''

سبحان اللہ! ذرا دیکھئے تو حضور مفتیٔ اعظم ہند اپنے چمن کے اس ''گل سرسبد'' کی علمی لیاقت، اطاعت وفرمانبرداری پر کتنے خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں، کتنی اپنائیت ہے ان جملوں میں اور کتنا پیار تھا ان لفظوں میں۔ جبکہ حضور مفتی اعظم کی بارگاہ کے حاضر باش لوگ آج بھی گواہ ہیں کہ آپ صرف باعمل، نیکوکار اور پرہیزگار ہی سے پیار اور محبت فرماتے تھے۔ لہٰذا حضور مفتیٔ اعظم قبلہ کی آپ سے یہ بے پناہ محبت و شفقت آپ کے عالمِ باعمل اور صاحبِ تقویٰ و طہارت ہونے کی واضح دلیل ہے۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین مذکورہ ارشادات کی روشنی میں حضرت صدر العلماء کی گرانقدر شخصیت کا اندازہ بخوبی لگالیں گے۔

درس وتدریس، فتویٰ نویسی، بیعت وارشاد اور خدمت خلق کے لیے تعویذ نویسی کی بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے آپ ہمیشہ سفر کرنے سے گریز ہی فرماتے تھے تاہم پھر بھی لوگوں کے بے حد اصرار پر آپ تبلیغ واشاعت دین کے پُرخلوص جذبہ کے تحت ہندوستان کے مختلف علاقوں میں تشریف لے جاتے۔ اس کے علاوہ بیرونِ ممالک میں ماریشس، موراپی، زمبابوے وغیرہ کے دورے فرمائے تھے۔

حضور صدر العلماء نمازِ فجر سے قبل بیدار ہوکر باجماعت نماز کی ادائیگی کے بعد اوراد ووظائف میں مشغول ہوجاتے تھے۔ پھر ناشتہ سے فارغ ہوکر مدرسے کے لیے تشریف لے جاتے اور دوپہر کو واپس تشریف لاتے تھے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر کچھ دیر آرام فرماتے پھر نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد اپنے مکتبہ (مکتبۂ مشرق) پر تشریف رکھتے تھے جہاں ضرورت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ لوگ اپنے مسائل لے کر حاضر ہوتے تھے اور آپ ہر سائل کی بات تسلی اور خندہ پیشانی سے سنتے اور ہر ایک کا اس کے مناسب حل پیش فرماتے تھے۔ روزانہ درجنوں تعویذ تحریر کرکے دکھی انسانیت کی عظیم خدمت انجام دیتے تھے۔ نمازِ عشاء تک یہ سلسلہ جاری رہتا تھا اور نماز کے بعد آپ کھانا تناول فرما کر حسبِ عادت مطالعہ کرتے تھے اور مطالعہ سے فارغ ہوکر آرام فرماتے تھے۔

حضور صدر العلماء متانت و سنجیدگی، عظمت و وقار، حلم و بردباری، تقویٰ وطہارت اور اخلاقِ حسنیٰ کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ کو دیکھ کر اسلاف کی پُر وقار زندگی یاد آجاتی تھی۔ نماز سے آپ کو والہانہ لگاؤ تھا۔ پانچوں نمازیں باجماعت مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ حق گوئی آپ کا خاندانی ورثہ ہے۔ اس معاملے میں آپ اپنے بیگانے کسی میں امتیاز نہیں کرتے تھے بلکہ جس بات کو غلط سمجھتے تھے۔ وہ جس میں بھی پائی جائے، اسے اس سے روکنے کی مقدور بھر کوشش کرتے۔ گویا آپ بحیثیت استاذ، شیخ اور مربی ہونے کے اپنے فرائض منصبی سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ ان فرائض کی ادائیگی میں ہمہ وقت مصروف نظر آتے تھے۔ نام ونمود، ریا اور شہرت سے دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ ہمیشہ عاجزی، انکساری، خلوص اور للّٰہیت ان کی زندگی کا خاصہ نظر آتے تھے۔

حضور صدر العلماء کی صورت و سیرت دیکھنے والا، آپ سے پڑھنے والا، آپ سے بیعت ہونے والا، آپ کے پاس چند لمحے بیٹھنے والا بلکہ ہر وہ آدمی جو آپ کا ذکر سنے، آپ کا گرویدہ نظر آتا تھا۔

حضور صدر العلماء کو فنِ شاعری بھی ورثہ میں ملا تھا۔ آپ نے کئی خوبصورت نعتیں اور منقبتیں ارشاد فرمائیں۔ وفات سے چند روز قبل آپ ناگپور ایک تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے جہاں ۱۸/رجب المرجب ۱۴۲۸ھ بمطابق ۳/اگست بروز جمعۃ المبارک ناگپور کے ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال فرما گئے۔ ۴/اگست بروز ہفتہ آپ کا جسدِ خاکی بذریعہ جہاز ناگپور سے دہلی لایا گیا اور وہاں سے بذریعہ سڑک بریلی شریف پہنچا۔ ۵/اگست بروز اتوار نمازِ ظہر کے بعد ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً آٹھ لاکھ افراد نے آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی جن میں علماء و مشائخ کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔

نمازِ جنازہ کی امامت جانشین مفتیِ اعظم ہند حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قبلہ نے فرمائی اور پھر آپ کو آپ کے گھر کے قریب ہی آپ کی اپنی زمین میں دفن کر دیا گیا۔

آپ نے اپنے پیچھے لاکھوں عقیدت مند سیکڑوں شاگرد، ہزاروں مریدین، درجنوں خلفاء اور تین صاحبزادے، مولانا حسان رضا خاں، مولانا رضوان رضا خاں اور محترم صہیب رضا خاں، یادگار چھوڑے ہیں۔

اس سال عرسِ رضوی کے موقع پر مجھے بریلی شریف حاضری کا موقع ملا اور یوں مجھے آپ کی صحبت میں بیٹھنے، آپ کی گفتگو سننے، آپ کے ساتھ نماز پڑھنے اور آپ کے دسترخوان سے کھانا کھانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ یقیناً بقیۃ السلف اور حجۃ الخلف تھے۔ آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے اس سال ۲۵/صفر کو عرسِ رضوی کے پُر بہار موقع پر اس ناچیز کو سند قرآن و حدیث و فقہِ حنفی کے ساتھ ساتھ اپنی خلافت و اجازت بھی عطا کی۔

میں اس کرم کے کہاں تھا قابل
یہ آپ کی بندہ پروری ہے

آپ کے انتقال پر حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت کا انتقال میرا نہیں، خاندانِ اعلیٰ حضرت کا نہیں بلکہ پوری دنیائے سنیت کا نقصان ہے۔

حامیٔ دینِ متیں تھے حضرتِ تحسین رضا
واصفِ شاہِ ہدیٰ تھے حضرتِ تحسین رضا

مسلکِ احمد رضا پہ دائما چلتے رہے
منبعِ فیضِ رضا تھے، حضرتِ تحسین رضا

حجۃ الاسلام کی منہ بولتی تصویر تھے
مظہرِ مفتیِ اعظم، حضرتِ تحسین رضا

ان کی ہر تعلیم عشقِ مصطفیٰ کا درس تھی
عاشقِ خیر الوریٰ تھے، حضرتِ تحسین رضا

سیدی تاج الشریعہ سے ذرا یہ پوچھئے
پیکرِ صبر و رضا تھے، حضرتِ تحسین رضا

اپنی ساری زندگی دیتے رہے درسِ حدیث
عاشقِ نور الہدیٰ تھے، حضرتِ تحسین رضا

اجملِ عاجز سے ان کے وصف ہوں کیسے بیاں
آپ ہی اپنا بیاں تھے، حضرتِ تحسین رضا

............ ☆☆☆ ............

# شانِ بریلی

## صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف

حضرت صدر العلماء علامہ مولانا تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ خانوادۂ رضویہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ مجددِ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نور اللہ مرقدہ کے برادر اوسط حضرت استاذِ زمن حضرت علامہ مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی قدس سرہ العزیز کے منجھلے پوتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت علامہ حسنین رضا خاں عرف ''صاحب'' علیہ الرحمہ، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بھتیجے، خلیفہ اور تلمیذ تھے۔

ولادت اور تعلیم و تربیت:

حضرت صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں صاحب (ولادت: ۱۴رشعبان المعظم ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۳۰ء) کی ابتدائی تعلیم محلّہ ہی کے مکتب اور گھر پر ہوئی۔ عربی، فارسی اور علومِ دینیہ کی تحصیل کے لیے آپ دار العلوم منظر اسلام (بریلی شریف) میں داخل کرائے گئے۔ جب حضور مفتیِ اعظم ہند علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے دار العلوم مظہر اسلام قائم فرمایا تو حضرت محدثِ اعظم پاکستان علامہ مولانا سردار احمد صاحب گورداس پوری رحمۃ اللہ علیہ کو سرکار مفتیِ اعظم نے مظہر اسلام میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز فرمادیا۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان ہی کی وجہ سے علامہ تحسین رضا خاں صاحب بھی مظہر اسلام میں آ گئے۔

ابھی آپ کی فراغت بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت مفتیِ اعظم نے آپ کو مظہر اسلام میں درس و تدریس کے لیے مقرر فرمادیا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہند اور قیامِ پاکستان کے بعد جب محدثِ اعظم، پاکستان منتقل ہوگئے اور فیصل آباد میں دار العلوم مظہر اسلام قائم فرمایا تو ان سے حدیث کے خصوصی درس کے لیے علامہ تحسین رضا خاں صاحب اپنے والد ماجد کی اجازت سے فیصل آباد تشریف لے گئے۔ وہاں چھ ماہ تک آپ نے محدثِ اعظم علیہ الرحمہ سے حدیث کا درس لیا اور پھر دار العلوم مظہر اسلام، فیصل آباد ہی سے آپ کی دستار بندی ہوئی۔

علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ کی دستار بندی کے بعد محدثِ اعظم نے آپ کی علمی صلاحیت اور استعداد کو سراہتے ہوئے سرکار مفتیِ اعظم کو اس طرح لکھا:

''عزیزم مولانا تحسین رضا خاں صاحب سلمہ کی دستار بندی حضور والا کو مبارک ہو۔ دار العلوم (مظہر اسلام، بریلی شریف) میں اسباق جو ان کے سپرد کیے جائیں ان میں مشکوٰۃ شریف ان کے پاس ضروری رکھی جائے اور آئندہ سال نسائی شریف، اس کے بعد ابنِ ماجہ، پھر مسلم شریف، پھر ترمذی شریف۔ جب ہر سال حدیث کی ایک کتاب پڑھا لیں تو بعد میں بخاری شریف۔ خدا چاہے تو اس طرح دورۂ حدیث کے اسباق پڑھا لیں گے۔۔۔''

اسناد:

۱) دورۂ حدیث ۱۳۷۵ھ۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد، پاکستان

۲) مولوی ۱۹۴۹ء ۳) عالم ۱۹۵۰ء ۴) منشی ۱۹۵۳ء

۵) فاضل ادب ۱۹۵۴ء، یو پی عربی فارسی بورڈ، الہ آباد۔

تدریس:

۱) دار العلوم مظہر اسلام، بریلی شریف۔ ۱۸رسال

۲) دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف۔ ۷رسال

۳) جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف۔۲۳ر سال

۴) جامعۃ الرضا، متھرا پور، بریلی شریف (بانی: جانشینِ مفتیٔ اعظم، حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری)۔ ۲۰۰۵ء سے تادمِ حیات۔

**چند مشاہیر اساتذۂ کرام:**

۱۔حضرت صدر الشریعہ علامہ مولانا امجد علی اعظمی

۲۔حضرت مفتیٔ اعظم ہند بریلوی

۳۔حضرت محدثِ اعظم پاکستان علامہ سردار احمد گورداس پوری

۴۔حضرت شمس العلماء علامہ شمس الدین جونپوری

۵۔مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی

۶۔شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی وغیرہ۔رحمۃ اللہ علیہم۔

**بیعت وخلافت:**

آپ کے والد ماجد علامہ حسنین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے آپ کو بعمر ۱۳ر سال سرکار مفتیٔ اعظم سے بیعت کرایا۔ ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۸۰ھ میں سیدنا مفتیٔ اعظم نے آپ کو خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔

**تلامذہ وخلفاء:**

حضرت صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں صاحب کے تلامذہ کا ایک طویل سلسلہ یوپی، بہار، بنگال، نیپال، گجرات وغیرہ تک پھیلا ہوا ہے۔ دار العلوم منظر اسلام، دار العلوم مظہر اسلام، جامعہ نوریہ رضویہ (بریلی شریف) نیز جامعہ نعیمیہ مراد آباد وغیرہ کے اکثر اساتذہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔آپ کے چند تلامذہ برطانیہ میں بھی مقیم ہیں۔

اسی طرح آپ کے مریدین یوپی، بہار، بنگال، اڑیسہ، گجرات، مہاراشٹر وغیرہ ہندوستان کے صوبوں مین نیز نیپال، پاکستان، موریشس، مورابی، زمبابوے وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔ خانوادۂ رضویہ کے چند صاحبزادگان کے علاوہ بریلی شریف کے مدارس کے علماء میں بھی بیشتر حضرات آپ کے خلفاء میں ہیں۔بخوفِ طوالت تلامذہ وخلفاء کے اسماء نہیں دیئے جارہے ہیں۔

**سلسلۂ حدیث:**

حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ کے توسط سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ تک صرف ایک واسطہ ہے۔

صدر الشریعہ، حجۃ الاسلام اور محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے توسط سے اعلیٰ حضرت تک دو واسطوں سے۔

**حج وزیارت:**

حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب ۱۹۸۶ء میں حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔

**تبلیغی اسفار:**

حضرت صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں قدس سرہٗ نے ہندوستان کے متعدد صوبوں کے علاوہ نیپال، پاکستان، موریشس، مورابی، زمبابوے وغیرہ کے بھی تبلیغی اسفار کئے۔

**درسِ حدیث:**

حضرت علامہ تحسین رضا خاں قبلہ نے ۱۹۸۲ء میں درسِ حدیث کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ بعدہٗ اس میں درسِ قرآن بھی شامل کرلیا۔اس درس سے نہ صرف علماء اور دانشور صاحبان نے بھی استفادہ کیا، ساتھ ساتھ ہی عوام اہلِ سنت بھی فیض یاب ہوئے۔سیکڑوں افراد شریعت و سنت کے پابند ہوگئے اور خود کو اسلامی رنگ میں رنگ لیا۔یہ آپ کا بڑا کارنامہ ہے۔

**صدر العلماء، حضور مفتیٔ اعظم کی نگاہ میں:**

حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے علامہ تحسین رضا خاں صاحب کو جو خلافت نامہ مرحمت فرمایا تھا، اس پر تحریر فرمایا:

''قرۃ عینی ودرۃ زینی محمد تحسین رضا خان''

یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میری تزئین و آرائش کے موتی محمد تحسین رضا خاں۔

سرکار مفتیِ اعظم نے صدر العلماء کو ''گل سرسبد'' بھی فرمایا۔ لاریب! صدرالعلماء علامہ تحسین رضا خاں قبلہ مظہرِ مفتیِ اعظم تھے۔

سانحۂ ارتحال:

حضرت علامہ تحسین رضا خاں قبلہ جولائی کے اخیر ہفتہ میں صوبہ مہاراشٹر کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے تھے۔۳/اگست ۲۰۰۷ء بروز جمعہ، ناگپور سے چندر پور جاتے ہوئے آپ کی کار کا ایک پٹرول ٹینکر سے تصادم ہوگیا جس میں آپ اور آپ کے رفیق سفر مولانا ظہیر رضا خاں نواسہ داماد مفتیِ اعظم موقع ہی پر فوت ہوگئے اور آپ کے خادم مولانا عرفان الحق شدید زخمی ہوئے۔

نمازِ جنازہ اور فاتحہ سوئم:

۴/اگست ۲۰۰۷ء کو دونوں حضرات کی میت بذریعہ طیارہ دہلی لائی گئی اور پھر وہاں سے بذریعہ کار بریلی شریف۔۵/اگست ۲۰۰۷ء کو بعد نمازِ ظہر اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں علامہ تحسین رضا خاں قبلہ کی نماز جنازہ حضرت جانشینِ مفتیِ اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں تقریباً ساڑے تین لاکھ سنی مسلمانوں نے شرکت کی۔اس دن پوری بریلی (ہندو مسلم، سب کی دکانیں) بند رہی۔ نماز جنازہ میں دو مسلمان صوبائی وزراء اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے سربراہِ اعلیٰ عزیز ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ نے بھی شرکت کی۔تدفین علیحدہ زمین محلّہ کانکرٹولہ میں عمل میں آئی۔

۶/اگست ۲۰۰۷ء کو خانقاہ تحسینی کے علاوہ پورے شہر کی مسجدوں میں بھی آپ کے ایصالِ ثواب کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

پس ماندگان:

حضرت صدرالعلماء علامہ تحسین رضا خاں صاحب کی اہلیہ محترمہ، صاحبزادۂ اکبر صاحبزادہ حسان رضا خاں (آپ ریحانِ ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ کے داماد ہیں)، صاحبزادہ رضوان رضا خاں (جامعہ نوریہ رضویہ میں سائنس ٹیچر ہیں)، صاحبزادی (شادی شدہ) اور صاحبزادہ حبیب رضا خاں (بی۔ٹیک کررہے ہیں۔)

حضرت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ حقیقی معنی میں عالم ربانی شیخِ طریقت، ہادی و مصلح اور متقی پرہیزگار تھے۔آپ اپنے اسلاف کے فضل وکمال کے وارث وامین تھے۔

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شانِ رہبری تیری

## مادہ ہائے سنِ وصال

**از: ڈاکٹر علامہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی**

''بحر علم مولانا تحسین رضا''

۲۰۰۷ء

''پاس بان فیض رضا''

۲۰۰۷ء

''پاک اعتقاد، رحمۃ اللہ علیہ''

۱۴۲۸ھ

''اللّٰھم یاوافی ادخلہ فی الجنۃ''

۱۴۲۸ھ

# مظہر علم وعمل، پیکر صبر ورضا

مولانا شاہ محمد تبریزی القادری*

اللہ رب ذوالجلال وعم نوال اپنے جس بندے کو اپنے آرام وانعام سے نوازنا چاہتا ہے تو اسے اپنی بارگاہ سے علم وحلم وبزرگی، تقویٰ وطہارت وپاکیزگی عطافرماتا ہے۔ اگر یہ بات خانوادۂ امام احمد رضا کے حوالے سے ہو، تو یہ "نعم جلی" سہ چند ہو جاتی ہے۔

حضور مفتی اعظم صدر العلماء حضرت علامہ مولانا شاہ محمد تحسین رضا خاں بریلوی قدس سرہ' العزیز کے سانحۂ ارتحال پر افقِ سنّیت اور عالمِ رضویت پر دُھند چھاگئی، لیکن آپ کے علم وفضل، عمل وتقویٰ کی روشنی، آپ کی روحانی ادا اس پر غالب آگئی اور آفتاب سنّیت، مہتاب رضویت کو گہن نہ لگنے دیا۔ بلاشبہ آپ کے وصال کی خوں چکاں خبر نے عوام اہل سنّت کو دہلا دیا ہے، لیکن آپ کی شہادت میں علم رضویت کی بلندی، علمِ رضویت کا فروغ اور مسلکِ حق، اہل سنّت والجماعت حنفیہ بریلویہ کا عروج پوشیدہ ہے، بلاشبہ شہید کے خون کے قطرے میں قوم کی حیات پوشیدہ ہے اور قوم کی حیات ہی دشمن کی موت ثابت ہوتی ہے۔

آپ کا شمار اللہ رب ذوالجلال کے مقرّبین بندوں میں ہوتا تھا۔ آپ کا زہد وتقویٰ، علم وعمل، عمل صالح، بزرگی وپرہیزگاری اور طہارت وپاکیزگی ضرب المثل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں، صلاحیتوں اور جوہرِ ہنر سے نوازا تھا۔ آپ اسلافِ رضویت کے چلتے پھرتے اور بے مثل نمونہ تھے۔ آپ میں آپ کے والد ماجد اور امام اہل سنّت مجدّد دین وملّت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی بے شمار خوبیاں اور نقوش نمایاں تھے۔

آپ ایک گوشہ نشین بزرگ کی حیثیت سے مشہور تھے، لیکن آپ کی دینی وملّی خدمات جلیلہ کا حصا ممکن نہیں۔ آپ کی بے پایاں خدمات کا اعتراف آج اپنے پرائے سب ہی کر رہے ہیں۔ آپ روحانیت کا بحرِ ناپیدا کنار تھے۔ عوام الناس کے لئے آپ کی علمی وروحانی خزانہ، آپ کا گنجینۂ معرفت، نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ ہے۔ آپ علم معرفت کا منبع وسرچشمہ تھے، جس کا فیض آج بھی جاری وساری ہے۔ آپ اپنی حیات میں ہی نہیں بعد ازممات بھی فیض رساں ہیں، کیوں کہ شہید زندہ ہوتا ہے اور آپ کی حادثاتی موت نے نہیں بلکہ آپ کے علم وفضل، تقویٰ وطہارت اور عمل صالح نے آپ کو حیات ابدی عطا کی ہے۔ آپ جید عالم دین تھے اور وارثین انبیاء میں سے تھے۔ عالم دین کی شہادت برحق ہے۔ آپ کی شہادت نے زمانے کو حیاتِ نو عطا کی ہے۔ آپ اپنی زندگی میں قاسمِ حیات تھے اور بعد ازشہادت بھی حیات دینے والے ہیں۔ علم زندگی ہے، تقویٰ زندگی ہے، پاکیزگی وطہارت زندگی ہے، عمل صالح زندگی ہے۔ آپ ان تمام کا مجموعہ تھے اور اس میں سے ایک حصہ بھی جسے عطا کر دیا اسے حیات ابدی عطا کر دی۔

آپ ولی کامل تھے۔ آپ کی شہادت سے جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ آپ کی تعلیمی، علمی فکر پر عمل سے ہی پورا ہوگا اور ان کے لئے دنیائے سنّیت اور عالم رضویت کو جاننا ہوگا کہ وہ حضرت والا کے پیغام کو، علم وتقویٰ کو عام کریں۔ دشمنان دین کو بے نام

* ریسرچ اسکالر، کراچی یونیورسٹی

کریں اور اس کے لئے مل جُل کر کام کریں۔ ذکر تحسین رضا صبح وشام کریں۔ اعدائے رضویت اور اعدائے سنّیت کو جام کریں۔ علمائے کرام کی عزت ہر گام کریں، تب کہیں جا کر تجلّیاتِ تحسین رضا سے فیض یاب ہوں گے۔ جب فیض یاب ہوں گے تو ہر جا کامیاب بھی ہوں گے۔

اللہ رب ذوالجلال نے حضرت تحسین رضا کو علم وعمل، تقویٰ وطہارت میں یکتا فرما کر مثل آفتاب روشن رکھا، جس کی روشنی میں لوگوں نے اپنے قلب چمکا لئے، اذہان روشن کر لئے اور اپنی ارواح کو اُجال لیا۔ آج بعد از شہادت بھی آپ مثل مہتاب روشن ہیں اور آپ کے علم وعمل کی کرنیں عالم سنّیت کو منور کر رہی ہیں۔

میرے پاس حضور والا حضرت تحسین رضا ''شہیدِ رضویت'' کی صرف ایک یادگار ہے اور وہ ہے آپ کے علم وعمل سے سچی محبت، میں اس گنجینۂ قلب کو وقف عام کر رہا ہوں، تاکہ دنیائے سنّیت اور عالم رضویت بھی اس حُبِّ طاہرہ میں شریک ہو جائے۔ بلاشبہ واللہ خیر الناصرین۔

اللہ رب ذوالجلال سے دعائے کثیر ہے کہ رب تعالیٰ شہید ملّت، شہیدِ رضویت حضرت تحسین رضا علیہ الرحمہ کو ہمارے مُنیب اور اپنے حبیب، رحمتِ کُل، دانائے سُبل، سَیِّدُ الاُمّۃ خیر الانام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ وطفیل اپنی بارگاہ میں درجات اعلیٰ اور مقام بالا عطا فرمائے اور ان کے لواحقین ومتعلقین، احباب ومریدین ومعتقدین اور عوام اہل سنّت اجمعین کو صبر جمیل واجر عظیم عطا فرمائے اور مولانا محمد حسان رضا خاں مدفیوضہ خلف اکبر صدر العلماء محدث بریلوی کو ہمت واستطاعت وتائید ایزدی، طاقت غیبی، اور قوت روحانی عطا فرمائے، تاکہ آپ حضرت والا شان سنّیت، آن رضویت کے مشن جمیل کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ واللہ خیر الآجرین۔

میں نے یہ چند الفاظ شکستہ حضرت علامہ مولانا قبلہ سید وجاہت رسول قادری مدفیوضہ صدر وروح رواں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی (پاکستان) کے حکم پر تحریر کردیے ہیں۔ اس امید پر کہ

گر قبول افتد زہے عزّ وشرف

اس سلسلے میں حضرت والا حضور سید وجاہت رسول صاحب کا میں از حد مشکور وممنون ہوں کہ آپ نے ناچیز وخاکسار کو اس قابل جانا کہ حضور سیدنا مولانا تحسین رضا صاحب، شہید علیہ الرحمۃ کی حیات مبارکہ پر قلم کشائی کا موقع فراہم کیا۔ اللہ رب ذوالجلال سے دعائے خیر کثیر ہے کہ رب تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ، شفائے عاجلہ، عمر خضر اور قلم آب دار اور بازوئے تاب دار میں قوت روحانی عطا فرمائے۔ واللہ خیر المستعان۔

حضور تحسین رضا علیہ الرحمۃ کے حوالے سے دو شعر اور مادۂ تاریخ ارتحال پیش خدمت ہے۔

مظہرِ علم وعمل، پیکرِ صبر ورَضا
حضرتِ تحسین رضا، حضرتِ تحسین رضا
منشائے رب کے سامنے، کچھ نہ بس چلا
کیا چلے تھے ناگپور، لے چلی قضا

یا واجد یا احد، ولی کامل تحسین رضا عالی مقام
۲۰۰۷ء

یاحیّ یا واجد، ہو تحسین رضا جنت مقام
۱۴۲۸ھ

# تعزیت نامے

## بر وصال صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ

از: امیر جماعت اہلسنت، علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ:

شیخ الحدیث والتفسیر صدر العلماء حضرت علامہ مولانا محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا، مولائے کریم انہیں غریقِ رحمت فرمائے، حضرت علامہ تحسین رضا نے اپنے خانوادے کی شاندار روایات کے مطابق بے مثال دینی خدمات انجام دیں اور خلق کثیر کو آپ کے علم نے نفع پہنچایا، ان کی وفات صرف خاندانِ اعلیٰ حضرت ہی کا نقصان نہیں بلکہ پوری دنیائے سنّیت کا نقصان ہے۔ ان کے وصال سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کا پُر ہونا بے حد مشکل ہے۔ انتقال کی خبر ملتے ہی دارالعلوم امجدیہ میں آپ کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی اور تعزیتی اجلاس منعقد ہوا، نیز مختلف مدارس، مساجد اور ہمارے حلقۂ احباب میں فاتحہ خوانی ہوئی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے وطفیل حضرت کی دینی خدمات کو اپنے دربار میں قبول فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، تمام پس ماندگان، مریدین، متوسلین خصوصاً اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

از: پروفیسر سید شاہ فرید الحق صاحب

(کنز الایمان کے انگریزی مترجم، چیئرمین سپریم کونسل، جمعیت علمائے پاکستان، سابق وائس چیئرمین، ورلڈ اسلامک مشن۔ سابق صدر، جمعیت علمائے پاکستان):

استاذ العلماء علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے ہونہار و قابلِ فخر چشم و چراغ تھے۔ ظاہر ہے کہ آپ کا تعلق بڑے علمی و عملی گھرانے سے تھا۔ آپ نے تقریباً پچاس سال علمِ حدیث کی خدمت کی۔ تمام اہلِ سنت کے لیے یہ عظیم سانحہ بہت کرب ناک اور رنج والم کا باعث ہے کہ آپ ایک تبلیغی سفر کے دوران ٹریفک کے حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم علامہ تحسین رضا خان علیہ الرحمہ کے تمام متعلقین و ورثاء بالخصوص مولانا حسان رضا خاں کے ساتھ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کا بہتر نعم البدل عطا فرمائے اور ان کے تمام پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہِ النبی الامین ﷺ

از: ماہر رضویات قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب:

وانہ ھو اضحک و ابکی وانہ ھو امات و احیا ......وہی ہنساتا ہے، وہی رُلاتا ہے......وہی مارتا ہے، وہی جلاتا ہے...... جب چاہے عطا فرماتا ہے، جب چاہے لے لیتا ہے......غم بھی اس کی طرف سے، خوشی بھی اس کی عطا ہے......زندگی بھی اس کی عطا ہے، موت بھی اس کی عطا ہے۔

تیری مرضی جو دیکھ پاتی ہے ۔۔۔ خلشِ درد کی بن آتی ہے

ایک عظیم حادثہ گزر گیا۔ یہ حادثہ اہلِ سنت و جماعت کا ایک عظیم المیہ ہے۔

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو ۔۔۔ رونا ہے یہ کوئی ہنسی نہیں ہے

مخدومِ ملت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ علم و فضل، زہد و تقویٰ، تواضع، انکساری میں یگانۂ روزگار تھے۔ سادہ لباس، سادہ مزاج، سادہ گفتار۔ ان کی اداؤں میں خود پسندی یا خود نمائی کا شائبہ تک نہ تھا۔ ان

کے چہرے پر سلف صالحین کا نور نکھار تھا۔ جیسے حضرت صدر الافاضل کے چہرے پر، جیسے حضرت ابوالبرکات سید احمد کے چہرے پر، جیسے حضرت برہانِ ملت کے چہرے پر، جیسے مفتی محمد مظہر اللہ شاہ علیہم الرحمہ کے چہرے پر...... اب ان نورانی چہروں کو آنکھیں ترستی ہیں ۔

کون جیتا ہے شبِ ہجر سحر ہونے تک
عمر اک چاہئے یہ عمر بسر ہونے تک

فقیر جب بھی بریلی شریف حاضر ہوتا، محبی ڈاکٹر سر تاج حسین رضوی کے ہاں قیام کرتا، حضرت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ باوجود اپنی اعلیٰ خاندانی وجاہت اور علمی عظمت کے، ملاقات کے لیے تشریف لاتے اور بڑا اکرم فرماتے۔ جامعہ نوریہ رضویہ میں شیخ الحدیث تھے، ایک مرتبہ وہاں بھی شرفِ نیاز حاصل کیا۔ ۱۹ر رجب المرجب ۱۴۲۸ھ/۳ر اگست ۲۰۰۷ء اچانک حادثے کی خبر سنی تو دل پر ایک بجلی سی گری۔ پرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔ حضرت علیہ الرحمۃ کا آنا جانا، کرم فرمانا یاد آیا۔ دل سے مغفرت اور ترقی درجات کے لیے دعا نکلی ۔

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

آمین

### از: علامہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی:

اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت، مجدّدِ دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے بریلی شہر کی جہاں بھر میں جو شہرت ہے، وہ کسی اور حوالہ سے نہیں، بلاشبہ تاجدارِ بریلی ہیں اور انہی کی وجہ سے اس شہر کو ''بریلی شریف'' کہا جاتا ہے۔

تاج دارِ بریلی کے گھرانے کا شرف ''علوم ومعارف'' میں ممتاز ہونا ہے۔ بریلی کے چھوٹے سے شہر سے دنیائے علم وعرفان کو بڑے بڑے اہلِ علم ملے ہیں۔

شیخ الحدیث، استاذ العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا نام بھی اس گھرانے کے حوالے سے محترم اور معتبر ہے۔

تاج دارِ بریلی سے نسبی قرابت کے علاوہ انہیں ان کی علمی وراثت بھی خوب حاصل تھی۔ ان کی شخصیت رہ بر ورہ نما شمار ہوئی۔ مسند تدریس ان پہ نازاں رہی۔ زندگی بھر وہ مسلکِ حق کی پاس بانی کرتے رہے، روشنی کرتے رہے۔

جمعۃ المبارک، ۳ر اگست ۲۰۰۷ء کی سہ پہر کو میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کے ۲۴ویں سالانہ عرس مبارک کی آخری نشست ختم ہوئی ہی تھی کہ موبائل فون پر ایس۔ ایم۔ ایس کے ذریعے حضرت علامہ تحسین رضا کی شہادت کی خبر ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان سے محرومی شدید سانحہ ہے۔ بریلی شریف میں ان کی موجودگی سے بہت سہارا تھا۔ وہ اپنے علم وعمل سے ''رضا کی تحسین'' کرواتے رہے اور اہلِ محبت انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے رہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ زبانِ خلق پر ان کی مدتوں تحسین ہوتی رہے گی۔ اللہ کریم جل مجدہٗ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

### از: علامہ مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری:

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنّی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومنِ صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

(رضاؔ)

قیامت کی نشانیاں ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہیں۔ علم وادب کے آفتاب و ماہتاب غروب ہوتے جارہے ہیں، قلم وقرطاس سے محبت کرنے والے اٹھ رہے ہیں۔ درس وتدریس کے میدان خالی ہو رہے ہیں۔ مصلحین امت سفرِ آخرت کی جانب رواں دواں ہیں۔ روشنیوں کے مینار آنکھوں سے اوجھل ہوتے جارہے ہیں، ہر سُو تاریکی اور اندھیرا پھیلتا جارہا ہے، چند ہی سالوں میں علماءِ اہلِ سنت کی کثیر تعداد نے عالمِ بالا کی طرف کوچ کیا ہے۔ جو جارہے ہیں، ان کا خلا پُر ہوتا نظر نہیں آتا، ان کی یادوں کے نقوش لیے تصورات میں گم تھا کہ اس روح فرسا خبر نے دل ہلا کر رکھ دیا:

سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلوی
(پاکستان) وصال فرماگئے اور سید الاتقیاء علامہ
تحسین رضا قادری رضوی (بریلی شریف) ایک
حادثے میں شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سید الاتقیاء حضرت علامہ تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمۃ گلستانِ رضویت کے ایک مہکتے ہوئے پھول تھے۔ آپ مسلکِ حُبِّ نبی ﷺ کے پاسبان تھے۔ فاضل جلیل، عالم نبیل، باکمال مفسر، بے مثال محدث، شفیق استاد اور کہنہ مشق شاعر تھے۔

ابتدائی تعلیم وتربیت گھر پر ہی حاصل کی۔ ۱۹۵۷ء میں جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، فیصل آباد سے سند فراغت حاصل کی۔ آپ کے نامور اساتذہ میں مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی، محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد، مفتی قاضی شمس الدین احمد، مولانا سردار علی خاں رضوی، مفتی غلام یٰسین رضوی اور مفتی وقار الدین رضوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ آپ کی ساری زندگی درس وتدریس میں گذری دار العلوم مظہر اسلام بریلی اور دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۴ء میں جامعہ نوریہ رضویہ بریلی کا قیام عمل میں آیا تو اس کی ساری ذمہ داری آپ کے سپرد ہوگئی۔ یہاں آخری دم تک شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان میں عالم، محدث اور مفتی ہوئے ہیں جن سے علم وادب کی آب یاری ہوئی۔

حضرت علامہ تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ کو مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمہ سے بیعت وخلافت حاصل تھی۔ آپ کی اولاد امجاد میں تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ ماشاء اللہ سب باصلاحیت وبالیاقت ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل ان کو آپ کا سچا جانشین بنائے۔ آمین۔

حضرت علامہ تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ کی اچانک وفات نے ہم غربائے اہلِ سنت کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ ہر سُنّی رنجیدہ اور آبدیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل آپ کو مقامِ علیّین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

از: علامہ مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی مدظلہ العالی (استاذ الحدیث و ناظم تعلیمات، دار العلوم نعیمیہ، بلاک ۱۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی) لکھتے ہیں:

الحمدللہ الذی اعلیٰ منزلة المومنین بکریم خطابه ورفع درجة العالمین بمعانی کتابه وخص المستنبطین منهم بمزید الاصابة وثوابه والصلوٰة والسلام علی سیدالانس والجان مالک الرحمة والرضوان ذی الجود والکرم والاحسان وعلیٰ اٰله الطیبین الطاهرین واصحابه المکرمین المعظمین اجمعین o

اس دنیائے آب وگل میں بے شمار ہستیاں جلوہ گر ہوئیں۔ اور اس دار الفناء سے دار البقاء کی طرف رخصت ہوگئیں، نیز مرورِ زمانہ کی وجہ سے آج ان کا کوئی ذکر کرنے والا بھی باقی نہیں۔ لیکن بعض نفوس قدسیہ ایسے بھی ہیں جن کی خدمات دین اور عشق رسول اللہ ﷺ کی بدولت آج بھی وہ ہستیاں زندہ وتابندہ ہیں، ان ہی ہستیوں میں سے ایک شخصیت صدر العلماء فخر الفضلاء اور قدوۃ الصوفیاء، مفسر کبیر، محدثِ شہیر، فقیہ بے نظیر حضرت علامہ تحسین رضا خان صاحب قادری، رضوی، نوری کی بھی ہے۔ آپ خانوادۂ رضویہ کے چشم وچراغ اور گل سرسبد ہیں۔ عزیزم مولانا اسلم رضا قادری رضوی سے یہ سن کر انتہائی رنج وافسوس ہوا کہ آپ بروز جمعہ ۱۸؍ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۳؍ اگست ۲۰۰۷ء کو ایک سفر میں تھے کہ اچانک ایک حادثے میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کے وصال وشہادت کی خبر وحشت اثر چند ہی ثانیوں میں ہندوستان وپاکستان کے علاوہ اطراف عالم میں پھیل گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ان للہ مااخذ وله مااعطیٰ وکل عنده باجل مسمیٰ)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے طفیل

آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے خانوادے کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

آپ کا شمار ان چند گنی چنی شخصیتوں میں ہوتا ہے جن کے علم وفضل، زہد وتقویٰ اور اخلاص پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، یہ حسن اتفاق ہے کہ ۲۰۰۱ء میں جب منظر اسلام کا جشن صد سالہ منایا جارہا تھا تو اس وقت پاکستان سے جن حضرات نے اس جشن میں شرکت کی ان میں عالم باعمل، صوفی باصفاء صاحبزادہ سید وجاہت رسول صاحب قادری رضوی، علامہ شیخ الحدیث شیخ اکبر کی کتب کے شارح مولانا نصر اللہ خان صاحب افغانی نیز ان کے فرزند ارجمند احمد رضا خان صاحب افغانی اور یہ احقر بھی کراچی سے حاضر ہوا تھا اور اس طرح پہلی مرتبہ صدر العلماء کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ بریلی شریف کے مختلف اداروں میں درس حدیث کی خدمات سرانجام دیتے رہے، اور اس وقت جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں صدر المدرسین کے منصب جلیل پر جلوہ گر تھے۔ نہ صرف آپ ایک عالم دین تھے بلکہ دنیائے تصوف وروحانیت میں شیخ طریقت کے عظیم منصب پر بھی فائز تھے۔ خاندانی وجاہت کے لحاظ سے آپ کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام اہلسنّت علیہ الرحمۃ کے برادر اصغر مولانا حسن رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ کے حفید رشید ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ بے شک موصوف ان نفوس قدسیہ میں سے تھے کہ جن کو دیکھ کر خدا کی یاد اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق ومحبت سے قلوب واذہان منور ومعطر ہو جایا کرتے تھے نیز یہ کہ بریلی کی سرزمین پر جو کہ آپ کا مسکن ہوا کرتی تھی، دیکھنے والے دیکھ کر کہا کرتے تھے یہ وہ اللہ کا ولی اور رسول اکرم ﷺ کا شیدائی وفدائی ہے جن کی زیارت رفع درجات اور دفع سیئات کا سبب ہے اللہ تبارک وتعالیٰ حضور انور ﷺ کے صدقے میں آپ کے درجات کو بلند سے بلند تر فرماتے ہوئے آپ کے تلامذہ، مریدین، متوسلین اور معتقدین کو ہمت وحوصلہ مرحمت فرمائے نیز اس حادثۂ فاجعہ کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وقت کی قلت کے پیش نظر احقر اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے آپ کے جدِ امجد مولانا حسن رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ کے ان اشعار پر اپنی تحریر کو ختم کرتا ہے۔

مبارک رہے عندلیبو! تمہیں گل
ہمیں گل سے بہتر ہے خارِ مدینہ
رہیں ان کے جلوے بسیں ان کے جلوے
میرا دل بنے یادگارِ مدینہ
میری خاک یارب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ

حضرت موصوف کے وصال پرملال کی خبر سننے کے بعد دار العلوم نعیمیہ کی انتظامیہ، اساتذہ نیز طلباء نے مرحوم ومغفور کے ایصال ثواب کے لئے متعدد قرآن عظیم ختم کر کے آپ کی روح پرفتوح کو ہدیۂ پیش کیا۔

نیز مندرجہ ذیل افراد کی طرف سے آپ کے اہل خانہ کو تعزیت پیش کی گئی:

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب، مفکر اسلام پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب، مولانا حافظ سید ناصر علی صاحب قادری، نیز احقر جمیل احمد نعیمی۔

از: **مولانا پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اشفاق جلالی**، خطیب عید گاہ کھاریاں، لیکچرار گورنمنٹ کالج جی ٹی روڈ، جہلم، بانی جامعہ امام اعظم ابوحنیفہ کھاریاں اور **مولانا صاحبزادہ محمد سہیل احمد سیالوی** ابن امام القراء قاری محمد یوسف سیالوی، صدر بزم شیخ الاسلام جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ، جہلم، پنجاب:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج سہ پہر حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی) نے فون پر یہ روح فرسا خبر سنائی کہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی عظیم علمی، روحانی اور عملی شخصیت حضرت شیخ الحدیث علامہ تحسین

رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف رحلت فرما گئے۔ آپ استاذ زمن مولانا حسن رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ (برادر اعلیٰ حضرت) کے پوتے اور مولانا اختر رضا خان دامت برکاتہم العالیہ کے برادر نسبتی تھے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آباؤ اجداد کی طرح اپنی زندگی تبلیغِ اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی، ۵۰ سال تک متواتر درسِ قرآن وحدیث اور درسِ نظامی کی تدریس کا سلسلہ جاری رہا، سینکڑوں افراد نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے اپنے آپ کو علم وعمل کے زیور سے آراستہ کیا اور اندرون ہندوستان اور بیرونی ممالک میں مسلک اہل سنت وجماعت کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیا۔

آپ کے تشریف لے جانے کی وجہ سے بریلی شریف کے عظیم مرکز میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پورا ہونا ناممکن تو نہیں مگر مشکل ضرور ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا جارہا ہے علمائے ربانیین دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں، جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے ﴿ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ولکن یقبض العلم بقبض العلماء﴾ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہورہی ہے اور نئے افراد کی تیاری اس انداز میں نہیں ہورہی جتنی ضرورت ہے۔

دوسری طرف دہریت اور الحاد کے علم بردار بڑی تیزی سے اسلامی تعلیمات اور اسلامی اقدار کو پامال کرنے کی بین الاقوامی سطح پر سازشیں کر رہے ہیں۔ ایسے میں حضرت کا وجودِ مسعود ایک مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت کا شمار ان جلیل القدر ہستیوں میں ہوتا تھا جنہوں نے براہ راست مفتیِ اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ، صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ جیسے جلیل القدر اساطین اسلام سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ آپ کے پس ماندگان، تلامذہ، مریدین ومتوسلین اور ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور بریلی شریف کے عظیم مرکز کے فیض کو صبح قیامت تک جاری وساری فرمائے، شفیع معظم، آقائے دوجہاں ﷺ کی شفاعت کا صدقہ اللہ تعالیٰ حضرت کی بخشش فرما کر درجات بلند فرمائے۔ بس یہی کہا جاسکتا ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

از: **پروفیسر ڈاکٹر مفتی ناصر الدین** (سابق صدر شعبۂ علومِ اسلامی، سراج الدولہ گورنمنٹ کالج، کراچی):

گزشتہ دنوں روزنامہ ''جنگ'' اخبار، کراچی مورخہ ۵/اگست ۲۰۰۷ / ۲۰/رجب ۱۴۲۸ھ میں جب حضرت علامہ تحسین رضا خاں ابن حضرت علامہ حسنین رضا خان ابن حضرت مولانا حسن رضا خان علیہم الرحمہ (برادرِ خورد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ) کے سانحہ ارتحال کی خبر پڑھی تو ایک دھچکا سا لگا کہ حضرت موصوف ۱۸/رجب ۱۴۲۸ھ / ۳/اگست ۲۰۰۷ء کو مہاراشٹر چندر پور میں ایک ٹریفک حادثے میں شہید ہوگئے۔

اللہ رب العزت مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے (آمین)۔ خانوادۂ بریلی شریف میں حضرت علامہ تحسین رضا خان علیہ الرحمہ کی شخصیت مرجع الخواص والعوام تھی۔

ایک طرف آپ علوم ظاہری میں تقریباً نصف صدی سے خدمات انجام دے رہے تھے اور درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا تھا تو دوسری طرف سلسلۂ قادریہ رضویہ میں مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے اجل خلفاء کی صف میں علوم باطنی سے بھی عوام وخواص کو سیراب کر رہے تھے۔ گویا آپ نے ساری زندگی ظاہر وباطنی علوم کی ترویج واشاعت اور تعلیم وتربیت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

اب بظاہر آپ کے پائے کے علماء ومشائخ شاذ ونادر ہی ہوں گے۔

اللہ رب العزۃ سے دعا ہے کہ وہ آپ کے لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور انہیں آپ کی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

از: **علامہ مولانا رضاء المصطفیٰ اعظمی**، خطیب نیومیمن مسجد، بولٹن مارکیٹ، کراچی:

یہ روح فرسا خبر سن کر مجھے انتہائی رنج ہوا کہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خان صاحب ناگپور کے ایک تبلیغی سفر پر جاتے ہوئے حادثے میں واصل بحق ہوگئے۔

(اناللہ وانا الیہ راجعون) بہر حال مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ جو آیا ہے اُسے ایک دن ضرور جانا ہے اعلیٰ حضرت نے اپنے بھائی شہنشاہِ سخن استاذِ زمن مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر اپنی تعزیت اور اپنے درد کا اظہار یوں کیا تھا کہ۔

آنکھیں رورو کے سُجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے
کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ میرے دھوم مچانے والے

حضرت قبل موصوف علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت کے مدرسے منظرِ اسلام میں ۱۷ سال اور منظرِ اسلام میں ۷ سال جبکہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں ۲۳ سال شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ چونکہ آپ علمِ حدیث کے مراجع تھے اسلیے ہندوستان کے مختلف صوبوں سے تشنگانِ علم آپ کے خداداد علم سے سیراب ہوتے رہے اور اس وقت حال ہی میں مفتی اختر رضا خاں صاحب کے قائم کردہ جامعۃ الرضا میں عرصۂ ۳ سال سے قال النبی وقال الرسول وعن النبی ﷺ کی صدائے دلبرانہ بلند کررہے تھے۔ تو گویا کہ آپ نصف صدی تک اسلام کی ترویج واشاعت ومسلکِ حق اہلسنت والجماعت کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ یہ آپ کی علم دوستی اور علم سے محبت کا بڑا واضح ثبوت ہے جسے ہمیشہ قدروتحسین کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

آپ نے شرفِ تلمذ حضرت علامہ سردار احمد صاحب اور امام النحر علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہما (جو میرے بھی شفیق استاذِ گرامی تھے) سے حاصل کیا۔ اور ان کے علاوہ آپ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری وعلامہ مفتی وقار الدین قادری علیہما الرحمۃ جیسی نابغۂ روزگار ہستیوں کے شاگرد رہے ہیں۔

حضرت علامہ شہید تحسین رضا صاحب علیہ الرحمۃ انتہائی ذی استعداد، فاضل محدث ونامور محنتی مدرس تھے۔ اور اس کے علاوہ آپ بہت ہی عظیم دینی روحانی شخصیت کے حامل تھے اور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں دینی خدمات انجام دیتے رہے آپ نہ صرف مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ تھے بلکہ صحیح معنوں میں علم وتقویٰ میں مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے سچے جانشین وشبیہہ تھے۔ حضرت علامہ موصوف کے انتقال سے عالمِ اسلام ایک بڑی علمی روحانی شخصیت سے محروم ہوگئی ہے۔ اور آپ کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے اُسے واقعتاً پُر نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موتُ العَالِم موتُ العَالَم ہے۔

ربّ کریم سے دعا ہے کہ حضرت علامہ تحسین رضا خان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہر لحظہ ہر آن ان کے مراتب میں درجہ بدرجہ ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

از: **مولانا محمد منشا تابش قصوری**، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، خطیب مرید کے، پاکستان:

۱۹۶۲ء کی بات ہے جب راقم الحروف مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑہ (پاکستان) میں پڑھ رہا تھا میرے ایک جماعتی سید عبداللہ شاہ نے جو دیوبندی جراثیم وجرائم سے خاصے متاثر تھے اس نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی ذات ستودہ صفات پر نوع بہ نوع اعتراضات کو معمول بنا رکھا تھا، ایک دن تو اس نے سوقیانہ انداز میں آپ کے حلیۂ مبارکہ کو موضوعِ سخن بناتے ہوئے چشمان مبارکہ پر ناقابل برداشت الفاظ اُگل دیئے۔ جواباً جو کچھ مجھ سے ہوسکا کیا اور اسے خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ مگر میں نے مجدد وقت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے حلیۂ مبارکہ کی تلاش شروع کی۔

حیات اعلیٰ حضرت، ماہنامہ پاسبان کا اعلیٰ حضرت نمبر اور سوانح

امام احمد رضا کی ورق گردانی کی مگر حلیۂ مبارکہ نہ پاسکا۔ تشویش بڑھی تو حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں دردوسوز سے بھرپور عریضہ ارسال کیا۔ آپ ان دنوں بریلی شریف، تشریف نہیں رکھتے تھے بلکہ پروگرام کے سلسلے میں ممبئی جاچکے تھے۔

حضرت ساجد میاں علیہ الرحمۃ نے میرا عریضہ حضرت مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کیا، جو ممدوح اکابر حضرت صدر العلماء مولانا تحسین رضا خان علیہ الرحمۃ کے عظیم المرتبت والد ماجد ہیں۔ انہوں نے کمال شفقت سے نوازتے ہوئے اپنے ایک تاریخی گرامی نامہ سے سرفراز فرمادیا جس کے ذریعہ ناچیز کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا حلیۂ مبارک نصیب ہوا۔ جسے احقر نے حضرت علامہ نسیم بستوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں براؤن شریف بھیجا۔ مرحوم ان دنوں اعلیٰ حضرت پر اپنی تصنیف لطیف ''مجددِ اسلام بریلوی'' طباعت کے لئے پریس پہنچا چکے تھے، جیسے ہی میرے خط کے ساتھ حضرت علامہ مولانا حسنین رضا علیہ الرحمۃ کے سراپا کرامت قلم سے رقم فرمودہ حلیۂ مبارکہ پہنچا، تو نہایت فرحت و مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے جواباً خوشخبری دی کہ اسے ''مجددِ اسلام بریلوی'' میں شامل کرلیا ہے۔

راقم السطور نے حضرت ساجد میاں علیہ الرحمۃ کی خواہش کے مدنظر اسے پاکستانی رسائل وجرائد میں شائع کرایا۔ مگر افسوس کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کامل چہار جلد اور دیگر اس موضوع پر شائع شدہ کتابیں ''حلیۂ مبارکہ اعلیٰ حضرت'' سے تاحال محروم ہیں۔ اہل علم وقلم اور محبانِ رضا ''مجددِ اسلام بریلوی'' مطبوعہ پاک وہند میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ حضرت طیش صدیقی نے ماہنامہ ''فیضِ رسول'' میں تبصرہ کرتے ہوئے کتاب میں شامل دیگر مضامین سے صرف نظر کرتے ہوئے یوں رقم فرمایا:

''کتاب میں مولانا تابش قصوری' کا ایک خط درج ہے جس کے ذریعہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کا حلیہ مبارکہ پیش کیا ہے اس کا کتاب میں شامل کیا جانا نہایت ضروری تھا۔ اس نے کتاب کے وزن ووقار میں بڑا اضافہ کیا ہے۔''

ان طویل تمہیدی کلمات کا درج کرنا اس لئے ضروری سمجھا کہ مجھے پیکر تحسین وتبریک صدر العلماء احد الاصفیاء عاشق حبیب کبریا، مجسمۂ اوصاف رضا حضرت علامہ مولانا الحاج تحسین رضا خاں علیہ الرحمۃ سے ان کے والد ماجد کے مکتوب گرامی کے توسل سے قریب کی نسبت حاصل ہے۔ (فللہ الحمد)

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ نے جن بلند مرتبت اکابر اساتذۂ کرام سے علوم وفنونِ علمیہ وروحانیہ کی بے پایاں دولت سمیٹی ہے، بلاشبہ وہ اپنے وقت کی عظیم ترین ہستیاں تھیں، انہوں نے اپنی نگاہِ کیمیا اثر سے نہ جانے کیسے کیسے عالم، فاضل، محقق، مدقق، مدرس، مبلغ، مناظر، محدّث اور مفسر بنانے کے ساتھ ساتھ منصب ولائت پر بھی فائز کیا۔ جن میں سب سے عدیم المثال حضرت صدر العلماء مولانا تحسین رضا خان علیہ الرحمۃ کی ذات بابرکات تھی۔

آپ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی ولادت باسعادت (۱۸۵۶ء / ۱۲۷۲ھ) سے تقریباً ۷۶ سال بعد اس دنیائے رنگ وبو میں جلوہ افروز ہوئے اور ان کے وصال مبارک (۱۹۲۱ء / ۱۳۴۰ھ) سے اتنے ہی سال بعد جامِ شہادت نوش فرماکر ان کے قرب میں جاپہنچے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ.

''اور جو (ایماندار) اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کے لئے گھر سے نکلا پھر اسے موت نے آلیا، تو بیشک اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔''

اس دور میں یقیناً درج شدہ آیت کریمہ کے مصداق حضرت صدر العلماء علامہ مولانا تحسین رضا علیہ الرحمۃ ایسی عالی مرتبت شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے تبلیغی دورے میں گھر سے دور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی رضا وخوشنودی کو محفوظ کرتے ہوئے شہادت کی دولتِ عظمٰی حاصل کی اور حیاتِ ابدی سے سرفراز

ہو گئے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے کبھی نہیں مرتے۔ وہ تو صرف نقل مکانی کرتے ہیں۔ دارِ فنا سے مقام بقا میں ڈیرے جماتے ہیں۔ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ نے بھی فنا سے بقا کی طرف روانہ ہوتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا اور دائمی زندگی کو گلے لگا کر محفل رضا جو عالم ارواح میں برپا ہے اُسے جا سجایا ہے۔

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

از: **پروفیسر سلیم اللہ جندران**، سینئر ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ ہائی اسکول دھنی کلاں، تحصیل پھالیہ، منڈی بہاؤالدین:

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی (پاکستان) کی طرف سے صدر العلماء علامہ مولانا تحسین رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے حادثہ میں انتقال کی المناک خبر موصول ہوئی نیز ادارہ کے توسّل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرحوم و مغفور جلیل القدر علمی شخصیت تھے جن کے شاگردانِ عزیز کی تعداد بھی سینکڑوں پر محیط ہے ان میں سے بیشتر اعلیٰ علمی و تحقیقی منصب پر فائز ہیں۔

ادارہ منظر اسلام اور مظہر اسلام میں موصوف کی دینی خدمات خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ ایسے جلیل القدر عالم دین کا انتقال ملّتِ اسلامیہ کیلئے سانحۂ ارتحال سے کم نہیں۔ بہر حال ان کی لازوال اسلامی خدمات یقیناً ان کے لئے صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گی۔ موصوف کا زہد وتقوٰی، علم وحلم، ایثار وخلوص ان کی شخصیت کا خاصہ تھے۔ بالخصوص صدر العلماء زندگی بھر تعلیم میں مقصدیت کے قائل رہے۔ تعلیم میں مقصدیت کا فروغ ان کے فلسفۂ تعلیم کا نمایاں پہلو تھا۔ موصوف زندگی بھر، تادمِ مرگ قرآن، حدیث، فقہ کی تدریس واشاعت میں کمال یکسوئی سے شب و روز مصروف رہے۔ ہزاروں دلوں کو نورِ اسلام اور محبتِ رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار فرمایا۔ آج اسلام اور اس کے پیروکاران جن مشکلات سے دوچار ہیں ایسے میں صدر العلماء جیسی ہستیوں کے وجودِ مسعود کی اشد ضرورت تھی۔ بہر حال انا للہ وانا الیہ راجعون کے مصداق اللہ تعالیٰ سے مؤدبانہ التجا ہے کہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہو اور مرحوم ومغفور کے نیک اسلامی مشن پر کاربند رہنے کے لئے استقامت عطا ہو!

ایسے میں تعلیمی، تحقیقی اور اشاعتی اداروں اور میڈیا کے نمائندگان سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ:

۱۔ صدر العلماء کی عظیم دینی خدمات پر فورمز، سیمینارز، کانفرنسز کا انعقاد کیا جائے اور ان کی خدمات کو شایانِ شان انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا جائے۔

۲۔ اخبارات، رسائل وجرائد میں صدر العلماء کی خدمات پر مبنی مضامین ومقالات آپ کے فیض یافتگان مؤثر انداز میں تیار کر کے بھجوائیں اور شائع کروائیں۔

۳۔ جامعات وکلیات میں ایم-اے / ایم-فل کی سطح پر آپ کی ''دینی خدمات اور ان کے اثرات'' کے موضوع پر مقالات تحریر کروائے جائیں۔

۴۔ الیکٹرونک میڈیا (نجی وسرکاری) سے خصوصی فیچر پروگرام شائع کروائے جائیں۔

۵۔ صدر العلماء کے تعزیتی ریفرنسز کے موقع پر آپ کی جامع سوانح عمری مرتب کر کے تقسیم کی جائے اور نوجوان نسل کو اپنے اسلاف کے شاندار کارناموں سے روشناس کراتے ہوئے موجودہ نسل کے جذبۂ عمل کو بیدار کیا جائے۔ عہد در عہد، نسل در نسل، یادگار اور نمایاں کارناموں کی ترسیل سے ہی تاریخ زندہ رہتی ہے اس فریضہ کی ادائیگی نہایت مستحسن امر ہے اسے جاری رہنا چاہیے!

**دعوتِ اسلامی** کے شعبۂ نشر واشاعت کے نگران **مفتی محمد عقیل العطاری المدنی** کی جانب سے تعزیت نامہ موصول ہوا کہ:

آہ، امامِ اہلسنّت، مجدد دین وملت، پروانۂ شمعِ رسالت، حضرتِ علاّمہ مولٰینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرّحمٰن کے خانوادے کے چشم وچراغ حضرت علاّمہ مولٰینا مفتی محمد تحسین رضا خان علیہ رحمۃُ الرّحمٰن ۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ بمطابق 4 اگست 2007ء کو حادِثے میں رحلت فرما گئے۔ اللہ عزوجل حضرت مرحوم کو غریقِ رحمت کرے، بے حساب مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل اور صبرِ جمیل پر اجرِ جزیل مرحمت فرمائے۔ اٰمین بجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم۔

جب شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ نے عرب امارات سے بذریعہ فون حضرت علاّمہ مولٰینا مفتی محمد تحسین رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے شہزادۂ گرامی علامہ مولٰینا محمد حسان رضا خان اطال اللہ عمرہٗ سے بغرض تعزیت رابطہ کیا تو دیگر گفتگو کے ساتھ ساتھ شہزادۂ گرامی مدظلہ العالی نے ایصالِ ثواب کی بھی استدعا کی۔ چنانچہ امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ نے پاکستان میں دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن اور پاکستان انتظامی کابینہ کے نگران صاحب مدظلہ العالی کے ذریعے اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کو بالعموم اور جامعات المدینہ ومدارس المدینہ کے طلبہ وطالبات کو بالخصوص ایصالِ ثواب کی تاکید کی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک، دعوتِ اسلامی کے زیرِ انتظام پاکستان میں 400 سے زائد مدارس بنام ''مدرسۃ المدینہ'' چل رہے ہیں۔ جن میں تادمِ تحریر پاکستان میں کم وبیش 42000 مَدَنی مُنّے اور مَدَنی مُنّیاں قرآنِ کریم حِفظ وناظرہ کی مفت تعلیم حاصل کررہے ہیں نیز 109 جامِعات بنامِ ''جامعۃ المدینہ'' بھی قائم ہیں جن میں کثیر تعداد میں اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں درسِ نظامی کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ جامعات المدینہ کے طلبہ وطالبات اور دیگر اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کی طرف سے مفتی محمد تحسین رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے لئے کثیر ایصالِ ثواب کیا گیا، جس کی تفصیل یہ ہے:

| | |
|---|---|
| قرآن پاک: | 14,081 |
| پارے: | 19,932 |
| سورۂ یٰسین: | 1,72,626 |
| سورۂ رحمٰن: | 222 |
| سورۂ ملک: | 30,427 |
| سورۂ فاتحہ: | 77,687 |
| سورۂ اخلاص: | 1.34,789 |
| متفرق سورتیں: | 6,25,10,692 |
| آیت الکرسی: | 72,591 |
| آیتِ کریمہ: | 1,51,69,934 |
| کلمہ شریف: | 2,36,27,983 |
| درود پاک: | 6,59,05,335 |

اور تقریباً 650 اسلامی بھائیوں نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لئے تین دن کے مدنی قافلے میں سفر کرنے کی بھی نیت کی۔ (تقبل اللہ ذلک)

## مادہ ھائے تاریخ وصال

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف، انڈیا

۱۔ قرۃ العین مفتیٔ اعظم ............۲۰۰۷ء

۲۔ مولانا تحسین میاں نور اللہ مرقدہ......۱۴۲۸ھ

۳۔ آہ! وصال حضرت صدر العلماء......۲۰۰۷ء

۴۔ آہ! خاموش شمعِ بزمِ زہد......۱۴۲۸ھ

۵۔ رخصت ولیٔ نبیل......۱۴۲۸ھ

۶۔ آہ! فاضل نبیل تحسین ملت......۲۰۰۷ء

۷۔ آہ! وقار خانوادۂ رضویہ، آہ!......۲۰۰۷ء

8۔ آہ! سرکار محدث بریلی قبلہ......۱۴۲۸ھ

۹۔ ماہتابِ رضویہ، آب وتاب سینہ......۲۰۰۷ء

۱۰۔ آہ! شان مرکز، محدثِ بریلی......۱۴۲۸ھ

۱۱۔ گلابِ رضویت، بوئے سنیت......۲۰۰۷ء

۱۲۔ آہ! امین فقہ امام احمد رضا......۱۴۲۸ھ

۱۳۔ آہ! غروب نجم استاذ زمن قبلہ......۲۰۰۷ء

۱۴۔ صالح محدثِ مغفور......۲۰۰۷ء

۱۵۔ شمعِ فروزانِ تدریس......۱۴۲۸ھ

۱۶۔ آہ! ناعت رسولِ خدا......۱۴۲۸ھ

۱۷۔ تحسین العلماء والصلحاء قدس سرہ المبین......۱۴۲۸ھ

۱۸۔ زینت بزم رشد وہدایت قدس سرہ الامین......۲۰۰۷ء

۱۹۔ شہید راہِ الفتِ شہِ لولاک......(۱۴۲۸ھ)

# گل ہائے تحسین

از: محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کا ترجمان

ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی

شمارہ نمبر ۹، جلد نمبر ۲۷

بابت ماہ ستمبر ۲۰۰۷ء / شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

صفحات ۵۶ بہ الفاظ بحساب ابجد ''بزمِ ادب'' ۔ ''زیبائی طیبہ''

یہ شمارہ زیادہ تر صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خان قادری بریلوی کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہے۔

''جادواں فیضانِ رضا''

۲۰۰۷ء

تازہ شمارہ دیکھا ''معارف'' کا پُر ضیا

اِک مردِ حق کا تذکرہ جس میں ہے جا بجا

اس کے مطالعے سے ہوا مجھ پہ منکشف

مجموعہ خوبیوں کا تھا وہ بندۂ خُدا

تاریخ اس کی میں نے رقم کی بصد خلوص

یہ ''گلشنِ تیمّنِ تحسین'' مرحبا

......۱۴۲۸ھ......

# مادہ ہائے تاریخِ وصال / شہادت

## صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خان القادری البریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

از: محمد عبد القیوم طارق سلطانپوری

.......۱۴۲۸ھ.......

خورشیدِ صدق وحق

ضیائے شمعِ مدینۂ حبیب اللہ

تجلائے فیوضِ نبی طیبہ

پیکر تراشِ اسوۂ اجملِ طیبہ

وقارِ بزمِ شریعتِ محمد

شمعِ جوبِ رضا

تمغۂ امتیاز و دادِ حبیب اللہ

زیبا و لازوال مجسمۂ اوصافِ رضا

تحسینِ اقلیمِ طریقت

ایک بلند مرتبت مرد

پیکرِ جمال وجاذبیت

صادق، فخر الفضلاء

تصویرِ اخلاص

مقبول، ذی استعداد

عظیم ترین صاحبِ ادراک

مجتہد، موعظت

علم وادب، تقویٰ، اخلاص، آگاہی

اوجِ مجد و تحسین، قدر و منزلت

دیدہ زیب نبیرۂ حسن رضا

وجیہ و پیکرِ تحسین وتحریک

تاریخ اعزاز شہادت

طوبیٰ، آسودۂ حدائقِ بخشش

.......۲۰۰۷ء.......

اوجِ خورشیدِ رحمت مصطفیٰ

متاعِ عظمتِ دینِ حبیب

تاجِ صداقت واستقامت

ذریعۂ فیضِ اسلام

شمعِ ایوانِ تحسین رضا

نقیبِ تجلیاتِ رضا

پاک وزیبا جلیل القدر علمی شخصیت

شانِ صدق وفکر ونظر

زیبِ آگہی، پیکرِ عظمت ووقار

............☆☆☆............

سالِ ولادت ۱۹۳۰ء

بہ الفاظ بحساب ابجد "با اوج وتمکنتِ رضا"

عمر شریف ۷۷ سال

بہ الفاظ بحساب ابجد "آنِ طیبہ"

............☆☆☆............

قرآنی تاریخ سالِ وصال

"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا"

۱۴۲۸ھ

# قطعہ ہائے تاریخ (سالِ وصال)

## صدر العلماء حضرت مولانا تحسین رضا خان القادری البریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

از: محمد عبد القیوم طارق سلطانپوری

------ ۱ ------

عالم و عارف تھا وہ حق کا ولی
قلزمِ عرفان و بحرِ آگہی

نام ور شیخ الحدیث اس دور کا
ہے مُسَلَّم اس کی علمی برتری

اُس نے پھیلائی ظلامِ وقت میں
سیرتِ محبوبِ حق کی روشنی

لائقِ تعریف و استحسان ہے
دینِ حضرت کی جو خدمت اس نے کی

قابلِ تحسین ہے لاریب وہ
اہلِ حق کو اس نے جو تعلیم دی

وہ قسیمِ علمِ قرآن و حدیث
اس کی تھی تدریس میں شہرت بڑی

گلشنِ احمد رضا کا وردِ خوب
اس کی نسبت قادری پہچان تھی

حضرتِ سردار کا وہ فیض یاب
جو . مہِ شانِ رضا تھے واقعی

خاندان اس کا ہے وہ جس کا کمال
علم افروزی، معارف پروری

اس کی رحلت کی الم افزا خبر
حق پرستوں کو فسردہ کرگئی

مرتبہ اس کو شہادت کا ملا
تازہ تر ہر دم ہے اس کی زندگی

اس گرامی قدر کی تاریخِ فوت
رنج سے ''خورشیدِ صدق و حق'' کہی
۱۴۲۸ھ

------ ۲ ------

ادب پروردۂ احمد رضا خان
سعیدِ اختر تھا وہ مردِ حق آگین

وہ حسن بزم ہائے علم و عرفاں
معارف کے گلستانوں کی تزئین

شکوہ فقر کی تصویر زیبا
وجاہت علم کی، دانش کی تمکین

مُحِبّانِ امام اہلِ سنّت
جدائی سے ہیں اس کی سخت غمگین

گیا اس بزم آب و گل سے آخر
وہ مردِ حق نُما حق کوش و حق بین

خدائے پاک سے اس کی جزا پائے
جو بھرپور اُس نے کی ہے خدمتِ دین

زُبان خلق پر اس کے لئے ہے
ستائش آفریں، شاباش، تحسین

مُقیم جنت الفردوس ہو وہ
بحقّ مصطفیٰ، طاہا و یاسین

کہی رُوئے ''ادب'' سے میں نے تاریخ
۱
حسین و ''قابلِ تعریف و تحسین''
۱ + ۱۴۲۷ = ۱۴۲۸ھ

۳

جمیل و قابلِ تحسین و توصیف
جلیلِ خاندانِ اعلیٰ حضرت

رضا کا بدرِ اوجِ فقر و عرفاں
مہِ علم امامِ اہلِ سُنّت

شریعت کا وہ خورشیدِ درخشاں
منوّر شمعِ الوانِ طریقت

وقارِ مسندِ تدریس تھا وہ
سلوک و فقر کی محفل کی زینت

نشانِ عظمتِ اسلافِ کامل
عیاں اس سے اکابر کی وجاہت

اُس عبدِ حق کو قسّامِ ازل نے
عطا کی غیر معمولی بصیرت

تمام عمر اس نے کی اخلاص کے ساتھ
علومِ دین کی نشر و اشاعت

ہمیں داغِ جدائی دے گیا ہے
مُحبِّ دین وہ غمخوارِ ملت

نسیمِ صبح، پاک اس کی لحد پر
رہے گل بار، تا روزِ قیامت

مقیمِ خلد ہو لطفِ خدا سے
ہو عطر آگین و پُر نور اس کی تُربت

"چراغِ جنتِ فردوس" طارق
۲۰۰۷ء

کہا ہے میں نے اس کا سالِ رحلت

کہی تاریخِ رحلت دوسری بھی
مکرّر "طیبہ" سے "آغوشِ رحمت"
۵۲ ۵۲+۱۹۵۵=۲۰۰۷ء

"ادب" کے ساتھ ہے اِک اور تاریخ
۷

وہ "زیبا شمعِ محرابِ فضیلت"

۷ + ۱۴۲۱ = ۱۴۲۸ھ

------ ۴ ------

مُنفرد دانش و تدبّر میں
علم و تحقیق میں فرید تھا وہ
اس کے وافر فضائل و اوصاف
خوش مقدر تھا وہ سعید تھا وہ
اس کا سالِ وصال ہے طارقؔ
"مُحترم، معتبر، وحید" تھا وہ

۱۴۲۸ھ

اعمال اس نے خوب سے ہیں خوب تر کیے
شایانِ عفو و لائقِ بخشش کہوں اسے
"طوبیٰ" کہوں، دعا کروں حُسنِ مآل کی
۲۷
"آسودۂ حدائقِ بخشش" کہوں اسے
۲۷ + ۱۴۰۱ = ۱۴۲۸ھ

فیضِ احمد رضا کا طالب
۲۰۰۷ء

**محمد عبدالقیوم طارقؔ سلطان پوری**

# منقبت حضرت تحسین رضا خاں رحمة الله علیه

**کلام: مولانا کوثر بریلوی**

اِک امامِ وقت اِک شیخِ زماں ہم سے گیا
اِک اصولِ دینِ رب کا پاسباں ہم سے گیا

اسوۂ نبوی کا پیکر تھی سراپا جس کی ذات
علمِ وحدت کا وہ بحرِ بیکراں ہم سے گیا

خوفِ رب، حُبِّ نبی کا جو سراپا تھا جمال
سوز و سازِ عشق کا وہ ترجماں ہم سے گیا

ابنِ حسنینِ رضا تھا وہ کہ تحسینِ رضا
چھوڑ کے کتنے نشانوں کا نشاں ہم سے گیا

رونقِ ممبر بھی تھا اور زینتِ محراب بھی
کیا کہوں وہ حاملِ سوزِ نہاں ہم سے گیا

کیسی کیسی ہے حقیقت نام میں اس کے نہاں
داستانوں کی جو تھا اِک داستاں ہم سے گیا

جس کی تقریریں ہیں کانوں میں تو صورت ذہن میں
کون کہتا ہے کہ ایسا خوش بیاں ہم سے گیا

محرمِ رازِ مئے عرفاں کا تھا جو راز داں
آج کوثر ایسا اِک پیرِ مغاں ہم سے گیا

# نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

کلام: صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسینؔ رضا خان علیہ الرحمہ

امام الانبیاء تم ہو رسولِ مجتبیٰ تم ہو
جو سب کے پیشوا ہیں ان کے آقا پیشوا تم ہو

حقیقت آپ کی سمجھیں تو کیا سمجھیں خرد والے
خدا والے یہ کہتے ہیں خداجانے کہ کیا تم ہو

تمہاری واقعی توصیف ہم سے غیر ممکن ہے
کہ ہم جو کچھ کہیں اس سے حقیقت میں سوا تم ہو

خدا دیتا ہے تم تقسیم کرتے ہو زمانے کو
میانِ خالق ومخلوق محکم واسطہ تم ہو

مجھے پرواہ نہیں موجیں اٹھیں طوفان آجائیں
شکستہ ہے اگر کشتی تو غم کیا ناخدا تم ہو

وہ کعبہ ہے جہاں سر جھک رہے ہیں اہلِ عالم کے
مگر کعبہ بھی جس کے سامنے خم ہوگیا تم ہو

دلِ تحسینؔ سے غم کی گھٹائیں چھٹ گئیں آقا
سنا ہے جب سے اس نے شافعِ روزِ جزا تم ہو

......یادگارِ رفتگاں نمبر......

شرفِ ملت، حضرت علامہ مولانا

# عبدالحکیم شرف قادری

علیہ الرحمہ

## شرفِ ملت کی رحلت

# زوالِ علم و ہنر مرگِ ناگہاں اس کی

مدیرِ اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''جب بندہ رضائے الٰہی کی نیت سے خاکسار بن جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس دانائی کی وجہ سے اسے بلند کردیتا ہے اور دنیا اس سے کہنے لگتی ہے: اونچا ہوجا، اونچا ہوجا، خدا تجھے اونچا کرے! وہ خود اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوتا ہے مگر دوسروں کی نگاہ میں بڑا بن جاتا ہے۔

(العلم والعلماء، اردو ترجمہ جامع البیان العلم والفضلا، ص:۱۰۰، ناشر ادارۂ اسلامیات، لاہور، ۱۹۷۷ء)

شرفِ ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ کو جن لوگوں نے قریب سے دیکھا ہے وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ یہ قول ان کی شخصیت پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ حیف! صد حیف! کہ آج یہ عظیم شخصیت بھی ہم سے جدا ہوگئی۔ گذشتہ تین چار ماہ کے درمیان کیسی کیسی صاحب علم وتقویٰ شخصیات ہم سے رخصت ہوگئیں۔ باقیات الصالحات صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا غلام یٰسین امجدی (کراچی) اللہ کو پیارے ہوگئے [۱۵؍جولائی ۲۰۰۷ء]، نبیرۂ استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں، صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں (بریلی شریف) ایک حادثے میں شہید ہوکر آغوشِ رحمت الٰہی میں پہنچ گئے [۳؍اگست ۲۰۰۷ء]، سلطان الواعظین حضرت علامہ ابو النور بشیر (کوٹلی، لوہاراں) واصل بحق ہوگئے [۴؍اگست ۲۰۰۷ء] اور اب شرف ملت ماہرِ رضویات علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رضوی (لاہور) زیرِ سایۂ رحمتِ حق راہی ملکِ عدم ہوئے [یکم ستمبر ۲۰۰۷ء]۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔

کوہِ اندوہِ فراقت بچہ حیلت بکشد
حافظِ خستہ کہ از نالہ تنش چوں نالیست

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری ابن مولوی اللہ دتا ابن صوفی نور بخش رحمہم اللہ، ۲۴؍شعبان ۱۳۶۳ھ/۱۳؍اگست ۱۹۴۴ء کو مرزا پور، ضلع ہوشیار پور، مشرقی پنجاب، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں اپنے والدین کے ساتھ لاہور منتقل ہوگئے اور زندگی کے آخری ایام تک یہ ہی آپ کا مسکن رہا۔

۱۹۵۵ء میں پرائمری تعلیم سے فراغت کے بعد علومِ دینیہ کی تکمیل کے لیے آپ نے بالترتیب جامعہ رضویہ فیصل آباد (۱۹۵۵ء۔۱۹۵۷ء)، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (۱۹۵۸ء۔۱۹۶۱ء) اور جامعہ امدادیہ مظہریہ (۱۹۶۱ء۔۱۹۶۲ء) میں اپنے وقت کے جلیل القدر اساتذۂ کرام مثلاً استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عطا محمد چشتی بندیالوی، شارحِ بخاری علامہ مولانا غلام رسول قادری رضوی، مناظر اسلام حضرت علامہ اشرف سیالوی، علامہ مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہم الرحمہ سے تکمیلِ درسِ نظامی کی۔

طریقت میں آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے شیخ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ سے شرفِ بیعت اور سندِ خلافت واجازت رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کو تصوف، علومِ اسلامیہ، فقہ، اصولِ فقہ، حدیث، اصولِ حدیث، تفسیر وغیرہ میں حجازِ مقدس، مصر جامعہ از ہر شریف، بلادِ عرب اور برصغیر پاک و ہند کے ستر (۷۰) سے زیادہ اجل علماء سے اسناد و اجازات

حاصل تھیں جس کی تفصیل علامہ مرحوم کی کتاب ''الجواہر الغالیہ من الاسانید العالیہ'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

## علمی خدمات:

موصوف ایک صاحبِ طرز ادیب اور عربی و فارسی اور اردو میں سو سے زیادہ کتب و مقالات وحواشی کے مصنف ہیں۔ حسنِ تحریر آپ کے تحریر شدہ ایک ایک جملے سے جھلکتا ہے۔ مقصدیت، بے تکلفی، سادگی، سلاست وروانی، جدت وتنوع اور اختصار وایجاز آپ کی تحریر کی خصوصیات ہیں۔ آپ نے بلادِ مصر جامعہ ازہر شریف، انگلینڈ اور ہندوستان کے متعدد تعلیمی و تبلیغی دورے کیے اور علمی مجلسوں اور کانفرنسوں میں اردو اور عربی میں مقالے پڑھے۔ آپ کی علمی خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کو متعدد اسناد اور تمغوں سے نوازا گیا۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی علمی خدمات کے اعتراف میں سب سے پہلے اس ادارہ نے ۱۹۹۱ء میں آپ کو ایک گولڈ میڈل پیش کیا تھا۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا سے ان کو خاص لگاؤ تھا۔ امام احمد رضا کانفرنس منعقدہ کراچی، اسلام آباد، لاہور کی اکثر نشستوں میں آپ نے بطورِ مقالہ نگار یا مہمانِ خصوصی شرکت فرمائی ہے۔ کانفرنس کی تیاری، مقالہ نگار حضرات کے انتخاب اور اشاعتِ کتب میں مفید تجاویز سے نوازتے رہتے تھے۔

دین ومذہب اور مسلک ومشرب میں استقامت کے باوجود ان کی تحریرات، رواداری، تحمل، بردباری اور وسیع القلبی کا مظہر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر دل پذیر ہونے کے ساتھ اثر انگیز بھی ہے۔

ان کا شمار وقت کے بہترین اساتذہ میں ہوتا تھا۔ بے شمار درسی کتب پر ان کے حواشی برصغیر (پاک و ہند، بنگلہ دیش) کے مدارسِ دینیہ میں بطور نصاب پڑھائے جاتے ہیں۔ وہ تعلیم کے معاملے میں مقصدیت کے قائل تھے۔ درسی کتب کی تعلیم وتفہیم کے ساتھ ساتھ طلبہ کی تربیت اور کردار سازی پر زور دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے ۳۳ سالہ دورِ تدریس میں نظریاتی افراد کی ایک عظیم الشان جماعت تیار کی جو عالمِ باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ آج ملت اسلامیہ کے لیے مستقبل کا ایک عظیم سرمایہ بھی ہے۔

برصغیر میں آپ کی شخصیت ان معدودے چند علماء میں شمار ہوتی ہے جو غیر عرب ہوتے ہوئے بھی فصیح و بلیغ جدید عربی بولتے اور لکھتے تھے اور جن کی عربی تصانیف وتالیفات کو بلادِ مصر اور دیارِ عرب میں علماء اور جامعات کے اساتذہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ ایک ماہرِ رضویات بھی تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ دورِ جدید کے اہلِ سنت کے علماء میں وہ پہلے مذہبی اسکالر ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہٗ کی علمی خدمات اور اہلِ سنت کے عقائد ومعمولات پر عربی زبان میں متعدد کتب تحریر کیں اور علمائے بلادِ مصر اور دیگر دیارِ عرب میں انہیں متعارف کرایا جبکہ اردو میں بھی ان موضوعات پر بیسیوں کتب تصنیف کر چکے ہیں۔ علمائے اہلِ سنت میں انہیں اس اعتبار سے بھی افضلیت حاصل ہے کہ عقائد، سِیَر، تاریخ وغیرہ کے موضوعات پر لکھی گئی عرب علماء کی نصف درجن سے زیادہ تصانیف کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور پھر اسے زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے پورے ملک میں پھیلا دیا۔ یہی نہیں، آپ کی متعدد عربی و اردو تصانیف ہندوستان سے بھی شائع ہوئی ہیں، نیز بنگلہ دیش میں بنگالی زبان میں ترجمہ ہو کر اشاعت پذیر ہوئی ہیں۔ اس بات سے شرفِ ملت کی نگارشات کی مقبولیت اور معیار ومرتبہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت اور علمی، دینی و ادبی خدمات اس قدر اہم اور متنوع ہیں کہ ان پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی تھیسس لکھی جاسکتی ہے۔

آپ نے اپنی تمام زندگی حُبِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کی آبیاری اور اسوۂ حسنہ کی پیکر تراشی میں بسر کی۔ خود آپ کی ذات میں عشق

رسول ﷺ رچا اور بسا ہوا تھا۔ آپ کا کردار اسوۂ حسنہ کا خوبصورت آئینہ تھا۔ اپنے سخت ترین مخالفین کے تند و دُرشت لہجے کے جواب میں آپ نے کبھی اخلاق و مروت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور نہایت متانت و تحمل سے بدلائل اپنا مدعا بیان کیا، گویا ع

کمالِ صدق و مروت تھی زندگی ان کی

راقم السطور اس موقع پر ان کی اعلیٰ ظرفی، تحمل و برداشت، عفو و درگزر اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کی پاسداری کے دو واقعات بیان کرنا مناسب جانتا ہے جس کا وہ چشم دید گواہ ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ کے ترجمۂ قرآن کریم کنز الایمان کے بعض آیات کے ترجمے اور فقہی مسائل میں ان کے بعض فقہی فیصلوں سے متعلق پاکستان کے ایک محقق کو سخت اختلاف تھا لیکن اس علمی اختلافات کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور دیگر سلف صالحین اور اکابرینِ امت کے خلاف محقق موصوف کا لب و لہجہ نہایت درشت بلکہ توہین آمیز تھا اور دوسری جانب اپنے علمی قد و قامت اور دلائل کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ ''ہم چو منے دیگرے نیست''۔ شرفِ ملت کو ان کا یہ انداز پسند نہیں تھا۔ وہ ان صاحب کو نہایت متانت، اخلاص اور محبت کے ساتھ رجوع کی تلقین کرتے رہے جس کے نتیجے میں محقق مذکور نے شرفِ ملت کے خلاف بھی معاندانہ طرزِ تخاطب اختیار کیا لیکن علامہ شرف قادری علیہ الرحمہ نے ان کے اس غلط رویے کا کوئی اثر نہ لیا اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے حسنِ سلوک کا برتاؤ جاری رکھا اور محبت، اخلاص و حکمت کے ساتھ موعظت فرماتے رہے جس کا اثر یہ ہوا کہ آخر کار محقق صاحب اپنی بعض تحاریر سے رجوع پر آمادہ ہو گئے۔

اسی طرح رضویات کی نشر و اشاعت کے حوالہ سے ملک کی ایک معروف شخصیت سے علامہ مرحوم و مغفور کا کسی بات پر تنازعہ ہو گیا یہاں تک کہ معاملہ ذاتیات تک پہنچ گیا۔ انہوں نے علامہ شرف قادری علیہ الرحمہ کے ساتھ انتہائی ہتک آمیز اور معاندانہ برتاؤ کیا اور طرح طرح کی الزام تراشیاں کی لیکن آفرین ہے شرف ملت پر کہ انہوں نے نہایت صبر و تحمل، بردباری اور عفو و درگزر سے کام لیا اور تادمِ واپسیں تحریراً یا قولاً ان کے خلاف کوئی غلط الفاظ استعمال نہیں کیے۔ جب بات نکلتی تو یہی کہتے کہ ''وہ غلط فہمی کی بنیاد پر فقیر پر اتہامات لگاتے ہیں۔ اگر وہ تحمل اور ٹھنڈے مزاج کے ساتھ میری اور میرے مخلصین کی معروضات سن لیتے تو یہ نزاع کب کا ختم ہو گیا ہوتا۔ بہرحال میں تادمِ زیست ان کے لیے دعا گوں رہوں گا کیوں کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اور اہلِ سنت کے دیگر اکابر علماء کی کتب کی اشاعت کے لیے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔''

آپ کی ۳۵ سالہ تدریسی زندگی کے ۲۵ سال پاکستان کی معروف دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ، لاہور میں گذرے۔ ۲۰۰۳ء میں خرابیٔ صحت کی بنا پر آپ نے علیحدگی اختیار کر لی لیکن آخری سانس تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ عمر کے آخری ایام (فروری ۲۰۰۷ء) میں قرآن کریم کا اردو ترجمہ مکمل کر لیا جو اب طباعت کے لیے تیار ہے۔۔ بروز ہفتہ، ۱۸ رشعبان المعظم ۱۴۲۸ھ/ یکم ستمبر ۲۰۰۷ء، دن کے دس بجے کلمہ و درود و سلام پڑھتے ہوئے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم اغفرلہ ورحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

شرفِ ملت علیہ الرحمۃ کے ادارہ کے سرپرست اعلیٰ مسعودِ ملت ماہرِ رضویات علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب قبلہ سے بڑے مخلصانہ بلکہ عقیدتمندانہ تعلقات تھے۔ راقم السطور سے بھی حضرت علامہ مرحوم کے گزشتہ تقریباً ۲۵ سال سے اخلاص و محبت کے تعلقات تھے۔ حضر و سفر دونوں میں ان کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ستمبر ۱۹۹۹ء میں پندرہ روزہ سفر قاہرہ میں ہم دونوں ساتھ رہے اور یہ

رضویات کے حوالہ سے ایک یادگار سفر تھا۔ اس سفر میں حضرت علامہ کے شخصی اور ذاتی کردار کے بہت سے روشن پہلو مشاہدے میں آئے۔ جامعہ نظامیہ لاہور میں متعدد بار اس ناچیز کو علامہ شرف قادری علیہ الرحمۃ کے حجرے میں قیام کا موقع ملا۔ اسی طرح راقم کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ شرفِ ملت نے تقریباً تین بار کراچی میں فقیر کے غریب خانے پر قیام فرمایا۔ جب آپ نے مکتبۂ قادریہ، لاہور میں قائم کیا تو ان کے ساتھ لین دین کا بھی معاملہ رہا۔ بلاشبہ وہ معاملات کے کھرے وعدے کے سچے درویش منش، تقویٰ شعار، منکسر المزاج اور اعلیٰ اخلاقی کردار کے مالک تھے۔ گویا اس دور فتنہ و فساد میں جس میں عوام تو عوام، علماء کی اکثریت مبتلا نظر آتی ہے، آپ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے۔ آپ کی رحلت سے ہم ایک جید عالم باعمل سے محروم ہو گئے اور ان کے نقصان سے جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ مدتوں بھرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ آپ کے وصال کی خبر برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ خود راقم نے بریلی شریف میں علامہ محمد حنیف خاں رضوی دامت برکاتہم العالیہ، بنارس میں مولانا نظام الدین اور بنگلہ دیش میں علامہ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری کو آپ کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع دی۔ بعد میں یہ خبر ملی کہ بریلی شریف، مبارکپور، بنارس، ممبئی، دہلی، کلکتہ، دیناجپور، ڈھاکہ، چٹاگانگ، ان تمام جگہوں پر دینی مدارس اور اداروں میں حضرت کے ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی گئی۔ فاضل نوجوان مولانا اسلم رضا قادری وقتِ وصال حَضَرَ مَوْت، یمن میں تھے۔ وہاں کے معروف پیر طریقت فضیلۃ الشیخ الحبیب عمر بن حفیظ کی خانقاہ و دارالعلوم میں جتنے بھی مریدین وطلباء تھے، انہوں نے حضرت کی روح کو ایصالِ ثواب کیا۔ اسی طرح قاہرہ اور نیپال میں بھی آپ کے لیے تعزیتی اجلاس ہوئے اور فاتحہ خوانی کی گئی۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے مرکزی دفتر کراچی اور اسلام آباد دفتر میں بھی شرفِ ملت کے ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ خوانی ہوئی۔ ہندوستان، پاکستان کے متعدد اخبارات میں آپ کے انتقال کی خبریں شائع ہوئیں۔ علامہ محمد حنیف خاں رضوی نے صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ پر ''تجلیاتِ رضا'' کا 650 صفحات پر مشتمل خصوصی شمارہ شائع کیا ہے۔ اس میں بھی شرفِ ملت کے حوالہ سے تعزیتی مضمون شائع ہوئے ہیں۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے سرپرست اعلیٰ اور تمام اراکین ان کے صاحبزادگان بالخصوص علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری (اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علوم اسلامیہ، فیصل آباد اسلامی یونیورسٹی) سے خصوصی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور علامہ ڈاکٹر ازہری اور آپ کی دیگر صوری و معنوی اولاد کو آپ کے فکر و مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق رفیق اور ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے! آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

سَلَامُ اللّٰہِ مَا کَرَّ اللَّیَالِیْ
عَلٰی مَلِکِ الْمَکَارِمِ وَالْمَعَالِیْ
عَلٰی وَادِی الْاَرَاکِ وَمَنْ عَلَیْهَا
وَدَارٍ بِاللِّوٰی فَوْقَ الرِّمَالِیْ
دعائے گوئے غریبان جہانم
وَادْعُوْا بِالتَّوَاتُرِ وَالتَّوَالِیْ
منال اے دل کہ در زنجیر زلفش
ہمہ جمعیت است آشفتہ حالی

(حافظ)

.................. ××× ..................

# مقام شرفِ ملّت علیہ الرحمۃ

علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری

بگزار تا بگریم چوں ابر نو بہاراں
از سنگ گریہ خیزد وقت وداع یاراں

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ یکم ستمبر ۲۰۰۷ء / ۱۸ر شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ بروز ہفتہ دار فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

سب سے پہلے حضرت الحاج صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری مدظلہٗ صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی نے آپ کے وصال پُر ملال کی اطلاع دی پھر متعدد حضرات نے غم واندوہ کے ساتھ اس خبر وحشت اثر کو سنایا۔ دس بجے شب حضرت داتا گنج بخش فیض عالم کے مزار گوہر بار کے ساتھ حجرہ مبارکہ منسوب بہ حضرت سلطان الہند، غریب نواز خواجۂ خواجگاں حضرت سید معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے جوار میں شرف ملّت کا جسدِ اطہر چارپائی پر دیکھا۔

سینکڑوں علمائے کرام، مشائخ عظام، حفّاظ وقرّاء، اساتذہ وطلباء کو نہایت درد وسوز میں اظہار غم کرتے پایا۔ خواص کے علاوہ عوام اور زائرین کا عظیم اجتماع تھا۔ اعلان کے مطابق حضرت علامہ مولانا الحاج سید حسین الدین شاہ، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی نے نماز جنازہ پڑھائی، قبل از نماز جنازہ اکابر علمائے کرام نے شرف ملّت کی علمی، قلمی، تدریسی خدمات اور آپ کی شخصیت کے مختلف پہلو اجاگر کرتے ہوئے بڑے ولولہ خیز انداز میں خراج عقیدت ومحبت پیش کیا، نمازِ جنازہ بڑے پُر وقار طریقے سے ادا کی گئی۔ پھر آپ کو اپنے کاشانۂ برکات، چمن زار کالونی، ٹھوکر نیاز بیگ، سے متصل پلاٹ میں صلوٰۃ وسلام کی گونج کے ساتھ سپرد لحد کیا گیا ع

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

یقیناً آپ کی روح اقدس حضرت جمیل قادری علیہ الرحمۃ کے اس شعر کو پڑھ پڑھ کر سکون واطمینان کی دولت ابدی سے مسرور ہو رہی ہوگی۔

میں وہ سنّی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسّلام

حضرت شرف ملّت یقیناً ان نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ آپ کا وصال جہاں ان کی اولاد امجاد، خاندان، عزیز و اقارب کے لئے ناقابل برداشت صدمہ ہے وہاں اہل سنت وجماعت کے لئے بھی سانحۂ عظیم ہے۔

تعزیت کے لئے آنے والے علمائے کرام، مشائخ عظام اور اہل قلم سے مولانا علامہ ڈاکٹر صاحبزادہ ممتاز احمد قادری سدیدی زید مجدہ نے تاثرات لکھوانے کی طرح ڈال رکھی تھی۔ اس مفید ترین کاوش کے باعث حضرت شرف صاحب کی ذات ستودہ صفات پر مستقبل میں اہل علم وقلم کے لئے لکھنا آسان ہوگا مجھے بھی رجسٹر دیا گیا مگر راقم نے وقتی طور پر چند رسمی جملے درج کرنے کی بجائے فیصلہ کیا کہ آپ جیسی مثالی شخصیت پر بھرپور انداز میں روشنی ڈالی جائے گی اور رضا اکیڈمی لاہور کی طرف سے آپ کی قابل ذکر سوانح حیات شائع کریں گے۔ ادھر یہ خیال پیدا ہوا ہی تھا کہ حضرت علامہ مولانا الحاج پیر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری مدظلہٗ نے ارشاد فرمایا: ''پہلی فرصت میں آپ حضرت شرف ملت علیہ الرحمۃ پر ایک جامع سا مضمون قلمبند کر دیں تاکہ چہلم شریف کی تقریب سعید میں تقسیم کیا جائے۔''

چنانچہ پیش نظر سطور حضرت سید وجاہت رسول قادری مدظلہٗ کی

تحریک پر ہی زیب قرطاس ہیں۔ واضح ہو کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ سُنیت کی تعمیر و ترقی اور فروغ کے لئے بڑا درد رکھتے ہیں۔ پاک و ہند ہی نہیں دنیا بھر میں جہاں جہاں بھی کوئی مسلک رضا کے لئے مصروف عمل ہے، شاہ صاحب ہر ممکن طریقے سے اس کی حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں۔ زبانی، کلامی نہیں بلکہ عملی معاونت ان کا مقدس مشن بن چکا ہے۔ خصوصاً امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مشن کو آگے بڑھانے والوں کے لئے تو دیدہ ودل اور دول فرش راہ کئے ہوئے ہیں۔

باتوں باتوں میں حضرت شرف ملّت علیہ الرحمۃ حضرت شاہ صاحب کی فیاضی کا تذکرہ فرماتے ہوئے گویا ہوئے کہ سید وجاہت رسول قادری صاحب مدظلہٗ نے میرے فرزند ارجمند ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کی حرمین شریفین (زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً) میں دوران ملاقات مالی طور پر خوب مدد فرمائی اور جامعۃ الازہر مصر میں جب موصوف زیر تعلیم تھے تب بھی اپنی روایتی کرم نوازی کو جاری رکھا اور مجھے بھی گاہے گاہے اپنی نوازشات سے سرخرو فرماتے رہتے ہیں۔

حضرت شرف ملّت سے میرا رابطہ پہلے پہل بذریعہ خط ہوا۔ سبب یوں پیدا ہوا کہ راقم نے ماہنامہ ضیائے حرم میں شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء علامہ سید کفایت علی کافی علیہ الرحمۃ کی وہ نظم ان کے مختصر حالات کے ساتھ شائع کرائی جو آپ نے تختۂ دار پر جانے سے پہلے فی البدیہہ کہی تھی، جس میں دنیا کی بے ثباتی اور نبی اکرم رسول اعظم ﷺ سے وابستگی کو عقبیٰ کی کامیابی و کامرانی کا مظہر ٹھرایا، وہ نظم شائع ہوئی۔ میرا نام پتہ رسالہ میں درج تھا، حضرت شرف قادری علیہ الرحمۃ کو قلمی محبت ازل سے ودیعت ہو چکی تھی انہوں نے میرا مضمون پڑھتے ہی اپنے گرامی نامہ میں امام المجاہدین علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات ''باغی ہندوستان'' سے متعلق معلومات فراہم کرنے کا حکم فرمایا۔ راقم نے اپنی بساط کے مطابق تلاش کی کوشش کی اور وہ مولانا محمد عالم مختار حق مدظلہٗ سے دستیاب ہوئی، جس کی تفصیل شرف ملت از خود اپنے قلم سے متعدد جگہ رقم فرما چکے ہیں۔

پھر اس رابطہ نے استحکام کی صورت اختیار کی، یوں غائبانہ سے مشاہدانہ تک نوبت پہنچی۔ حسن اتفاق آپ ہری پور سے چکوال منتقل ہو چکے تھے۔ وہاں پر آپ نے جلسۂ میلاد النبی ﷺ کا اہتمام فرمایا اور مجھے اس پروگرام میں خطاب کی دعوت دی، ناچیز بوقت دوپہر چکوال پہنچا، آپ اس وقت آرام فرما تھے۔ عزیز القدر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی زید مجدہ ابھی بچے تھے۔ مدرسہ کے لان میں ان سے ملاقات ہوئی دریافت کرنے پر کہنے لگے ''اباجی دو بجے بوقت نماز ظہر ملیں گے ابھی آرام فرما ہیں۔ آپ بھی دو بجے تک کمرے میں انتظار کرو! مگر دوسرے ہی لمحے مولانا آرام کو بے آرام فرماتے ہوئے تشریف لائے، بڑے تپاک سے ملے، اس پہلی ملاقات پر نہایت اطمینان وسکون حاصل ہوا۔ بعد نماز عشاء آپ کی صدارت میں منعقدہ جلسۂ میلاد النبی ﷺ میں تقریر کرنے کی سعادت حاصل کی۔

تھوڑی سی مدت بعد آپ نے جامعہ نعیمیہ سے ہوتے ہوئے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں مسند تدریس کو عظمت بخشی، میرے لئے تحریری مشن کی راہیں اتنی آسان تر ہوتی گئیں واضح رہے کہ مجھے مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور شریف، ضلع اوکاڑہ میں نعمت پکڑنے کی نعمت نصیب ہوئی۔ زمانۂ طالبعلمی میں پاک و ہند میں شائع ہونے والے تقریباً تمام قابل ذکر سُنّی رسائل وجرائد میں میرے مضامین ومقالات نے اپنا مقام بنالیا تھا۔ جس کی برکات سے قابل ذکر سُنّی اہلِ علم وقلم سے رابطے قائم ہوتے گئے۔

ہندوستان میں اولین رابطہ ادیب شہیر حضرت علامہ محمد صابر نسیم بستوی علیہ الرحمۃ سے ہوا، پھر علامہ افتخار احمد اعظمی، علامہ بدر القادری، علامہ محمد احمد مصباحی بھیروی، علامہ محمد عبد المبین نعمانی، علامہ یٰسین اختر الاعظمی، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بستوی، مولانا جمال احمد خان، مولانا وارث جمال، الحاج محمد سعید نوری، بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی دامت برکاتہم العالیہ، نیز علامہ ارشد القادری، علامہ مولانا مفتی سید افضل حسین شاہ صاحب مونگیری، بدر ملّت علامہ بدر الدین احمد

قادری، فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ اقبال احمد نوری، علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمہم اللہ تعالیٰ، ایسی بلند مرتبت شخصیات نے مجھے اپنے بیسیوں مکتوبات گرانمایہ سے بہرہ مند کیا۔ اپنی تصانیف مبارکہ سے نوازا (الحمد للہ) جن کی پاکستان میں اشاعت وطباعت کی سعادت مجھے حاصل ہوئی۔ متعدد پاکستانی کتب خانوں سے علمائے ہند کی کتابیں شائع کرائیں اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔

بحمدہ تعالیٰ ان حضرات کے قلمی تعلق نے نشر واشاعت کے محاذ کو مستحکم کرنے میں جامع کردار سرانجام دیا۔ شرف ملت علیہ الرحمۃ میری ان سرگرمیوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ کیونکہ موصوف کے ہاں مرید کے سے جامعہ نظامیہ رضویہ جانا آنا میرا معمول سا بن چکا تھا اور پھر تحریری میدان میں ہماری سوچ یکساں تھی۔ رفتہ رفتہ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تعلق الجامعۃ الاشرفیہ سے قائم کرایا۔ مذکور الصدر علمائے کرام سے اب صرف تابش قصوری کا ہی رابطہ تھا بلکہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی اور علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہما الرحمہ سے بھی مراسلت شروع ہو چکی تھی۔

پھر ایسا قرب نصیب ہوا کہ ظاہری دوری کو قلمی قربت نے ختم کر کے رکھ دیا۔ جامعہ نظامیہ رضویہ اور الجامعۃ الاشرفیہ یک جان دو قالب کی حیثیت اختیار کرتے گئے باہمی مشاورت سے ہر دو طرف سے نہایت اعلیٰ اور عمدہ پیرائے میں قلمی خلاء کو پورا کرنے کی راہیں کھلتی گئیں۔

علمائے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے ہمارے تتبع میں المجمع الاسلامی کے نام سے ایک مضبوط ادارے کی بنیاد رکھی، جب کہ ہم چار حضرات مشترکہ طور پر مکتبہ قادریہ، لاہور قائم کر چکے تھے۔ کون رفقائے اربعہ؟ سنیے:

۱۔ حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی
۲۔ حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری
۳۔ مولانا محمد جعفر ضیائی
۴۔ محمد منشا تابش قصوری

مکتبہ قادریہ لاہور کو مستحکم رکھنے کے لئے ہم نے فی کس پچاس روپے ماہوار مختص کیے جبکہ حضرت قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ یک صد (۱۰۰) روپے عطا فرماتے رہے، جب کہ کسی کتاب یا رسالہ کی طباعت کے لئے اخراجات پورے ہو جاتے تو کتاب یا رسالہ شائع کر دیتے۔

پہلے پہل باغی ہندوستان جیسی بڑی کتاب اشاعت پذیر ہوئی پھر متعدد کتب ورسائل طبع ہوئے۔ جب ہم نے سمجھا کہ مکتبہ اب اپنے قدموں پر کھڑا ہو چکا ہے تو راقم السطور نے حضرت قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے عرض کیا ہمارا اشاعتی مشن ترقی پذیر ہے اور اس سلسلہ میں کام کا زیادہ تر بوجھ علامہ شرف قادری اٹھا رہے ہیں وہ بڑی دلجمعی ودلچسپی سے تمام امور باحسن وجوہ انجام دیتے رہے ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ ہم مکتبہ قادریہ کلی طور پر شرف صاحب کی نذر کر دیں اور وہ بلا تکلف اپنی ملکیت میں قبول فرمائیں۔ جہاں تک ممکن ہو ہم ان سے کسی قسم کا پرافٹ وغیرہ نہ لیں۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے میری گزارش کو قبول فرمایا اور کسی قسم کی رقم وصول کئے بغیر مکتبہ حضرت شرف صاحب کے سپرد کر دیا۔

البتہ مولانا محمد جعفر ضیائی نے اپنی جمع کرائی ہوئی رقم کا بمع منافع واپسی کا مطالبہ کیا۔ جسے بڑی خوش اسلوبی سے پورا کر دیا گیا، پھر بفراغت علامہ شرف قادری نے مکتبہ قادریہ کو مزید فعال بنانے کی طرح ڈالی۔ میرا مشاورتی تعاون آخر وقت تک جاری رہا۔

مرکزی مجلس رضا لاہور کا قیام حضرت الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ کا نہایت مثبت کارنامہ تھا۔ جس کے پہلے صدر الشیخ الحاج محمد عارف ضیائی قادری بنائے گئے موصوف عرصہ دراز سے مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنا چکے ہیں۔ بارگاہ رسالت مآب میں راقم بھی یوں استغاثہ پیش کر چکا ہے۔

میرا مسکن مدینہ ہو میرا مدفن مدینہ ہو
میرا سینہ مدینہ ہی بنادو یارسول اللہ
یہی ہے آرزوئے زندگی تابش قصوری کی
دم آخر رخ زیبا دکھادو یارسول اللہ

مجلس رضا کے قیام سے وقت کے تقاضہ کے مطابق نہایت مثبت انداز میں اشاعتی کام کا آغاز ہوا۔ نازشِ لوح وقلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری کی تصنیف لطیف ''فاضل بریلوی اور ترک موالات'' نے اہل علم وقلم کو ایک نئی راہ دکھائی، مقالات یوم رضا مرتب قاضی عبدالغنی کوکب مرحوم روشنی کا مینار ثابت ہوئے، محاسن کنز الایمان مرتب ملک شیر محمد اعوان علیہ الرحمۃ نے تراجم قرآن کے تقابلی مطالعہ سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی آنکھیں کھول دیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی ذات ستودہ صفات کو مثبت انداز سمجھنے لگے۔ مخالفین کے طوطے اڑ گئے، پریشانی کے عالم میں ماتم کرنے لگے، ہائے مر گئے ہائے تباہ ہوگئے، ہمارے لئے دفاع مشکل بنادیا گیا ہے۔ مجلس کو برباد کرنے کی خفیہ تدبیریں شروع ہوئیں اور پھر ایک دن حکیم صاحب مرحوم کو مجلس رضا کے سکوت کا اعلان کرنا پڑا۔ یہ ایک ایسا سانحہ تھا جس کی تلافی کی جانی چاہیے تھی۔ اس جگہ ان پردہ نشینوں کے نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ جن کے حسد کا مجلسِ رضا شکار ہوئی۔

تاہم پہلا نشانہ شرف ملّت کو بنایا گیا۔ بعدہٗ حضرت الحاج محمد مقبول احمد ضیائی قادری، پھر مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کو، ان کی معیت میں تابش قصوری پر اٹیک ہوا۔ دراصل مجلس رضا کے علمی کام کی نگرانی انہیں کے سپرد تھی جب البریلویہ کا نہایت تحقیقی اور احسن طریقہ سے جواب ''اندھیرے سے اجالے تک'' اور ''شیشے کے گھر'' کی صورت میں دیا گیا تو مخالفین کا پارہ چڑھ گیا اور یہ دونوں کتابیں علامہ شرف قادری کے محققانہ قلم کا شاہکار تھیں اور نام بھی پرکشش اور اچھوتے تھے، جن کا جواب معاندین کے بس کی بات نہ تھی انہوں نے بڑے حکیمانہ انداز دلیری دکھاتے ہوئے مجلس رضا کا تیاپانچہ کردیا۔ حکیم صاحب کو نظر ثانی کے لئے پاک وہند کی بلند مرتبت شخصیات نے کہا۔ مگر مجلس رضا کے انتقال کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کے لئے کوئی کرامت ظہور پذیر نہ ہوسکی۔ البتہ اہل درد نے مل بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ مجلس رضا کے تمام تر علمی کام کو تو علمائے جامعہ نظامیہ رضویہ خصوصاً علامہ شرف قادری اور تابش قصوری نے سنبھال رکھا تھا، کیوں نہ ہو کہ مفتی صاحب کی سرپرستی میں رضا اکیڈمی کے نام سے اعلیٰ حضرت کے مشن کو ترقی دی جائے۔

چنانچہ رضا اکیڈمی کی صورت میں مجلس رضا کو زندہ کیا گیا۔ بحمدہ تعالیٰ تین صد کے قریب کُتب مختلف ناموں سے لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر بین الاقوامی سطح پر تقسیم ہوچکی ہیں اور یہ سلسلہ بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ جاری وساری ہے۔

رضا اکیڈمی لاہور کے لئے زیادہ تر کتب حضرت شرف صاحب علیہ الرحمۃ کی صوابدید کے مطابق شائع کرنے کا عزم کیا گیا تھا، ارباب حل وعقد کے سامنے مرحوم نے اپنی اور علمائے اہل سنت کی کتابت شدہ تصانیف کو شائع کرنے کا مشورہ دیا۔ فیصلہ کے مطابق طے پایا کہ شرف ملّت نے بڑی عرق ریزی اور محنت وریاضت کے ساتھ کتابت وتصحیح کے مراحل سے کتابوں کو گزارا ہے لہٰذا انہیں تمام عطا کردہ کتب کی کتابت کے اخراجات ادا کردیئے جائیں۔

اور پھر نہ صرف ان تجاویز پر عمل ہوا بلکہ کتابت کے اخراجات کے علاوہ حضرت شرف صاحب کو مکمل اختیار دیا گیا کہ رضا اکیڈمی سے جس جس کتاب کو از خود شائع کرنا، چاہیں بلا معاوضہ کتابت پیش کردی جائے گی۔

نیز موصوف کی حوصلہ افزائی کے لئے البریلویہ کا تحقیقی جائزہ اور تذکرہ محدث اعظم پاکستان ہر دو جلد، رضا دارالاشاعت کی طرف سے شائع کرکے ان کی نذر کردیں تاکہ کسی طرح ان کی معاونت جاری رہے۔

جب ''رضا فاؤنڈیشن'' کا قیام عمل میں آیا جس کے ذریعے فتاویٰ رضویہ کو جدید طرز پر تخریج وترجمہ کے ساتھ شائع کرنے کے لئے کمیٹی بنائی گئی تو اس نے ممبران میں حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ

الرحمۃ کو بانی وسرپرست اور علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ کو صدر منتخب کیا جب کہ ناظم نشرواشاعت کے لئے راقم الحروف کو مقرر کیا گیا اور پھر وہ ساعت سعید آئی جب تینتیس جلدوں میں فتاویٰ رضویہ طباعت کی صورت میں مکمل منصہ شہود پر جلوہ افروز ہوا۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے وقت تک پچیس (۲۵) جلدیں چھپ چکی تھیں جب کہ شرفِ ملّت نے اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھا جب ان کے شاگرد رشید علامہ الحاج الحافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ (ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ) کو برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی کے بانی وناظم الحاج محمد رفیق برکاتی مدظلہٗ کی طرف سے چاندی میں تول کر تاریخ میں علمائے کرام کی قدر افزائی کے طور پر اپنا نام لکھوایا حالانکہ موصوف نام ونمود، ریاکاری، تصنع اور ناوٹ سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتے مگر ان کے مقدر میں یہ اعزاز تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے خوب اجاگر کرایا۔

شرفِ ملّت حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ پر ان کی زندگی میں ''محسن اہل سنت'' اور ''تذکارِ شرف'' دو اہم کتابیں چھپ چکی ہیں۔ دیگر اہل علم وقلم نے ان پر بہت کچھ لکھا جو طبع ہو چکا ہے۔ راقم السطور'' جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا تاریخی جائزہ اور تحریک نظام مصطفیٰ میں جامعہ نظامیہ کا کردار'' میں آپ کے احوال مبارکہ کا خلاصہ درج کر چکا ہے۔

اشعۃ اللمعات کے جلیل القدر مترجم کے عنوان سے آپ کے حالات زندگی اشعۃ اللمعات مترجم، جلد چہارم میں قلمبند کئے اور یہ پھر اشعۃ اللمعات مترجم جلد سات کا ترجمہ آپ نے مکمل کیا تو فرمانے لگے ''تکمیل آرزو آپ لکھیں''، آپ کا ارشاد سرآنکھوں پر۔ ناچیز نے آپ کے محبت بھرے ارشاد پر لبیک کہا اور ''تکمیل آرزو'' سے اشعۃ اللمعات کو تمت بالخیر کیا۔ یہاں میرے وہ دونوں مضمون من وعن ملاحظہ فرمایئے اور پسند آئیں تو دعا فرمادیں۔ آپ کے تفصیلی حالات انشاءاللہ العزیز رضا اکیڈمی کی طرف سے کتابی صورت میں شائع کئے جائیں گے۔

# اشعۃ اللمعات کے جلیل القدر مترجم

استاذ العلماء حضرت علامہ الحاج محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہٗ اہل سنت وجماعت کی ایک نامور علمی شخصیت ہیں، جن کی تحقیق، فنی اور تاریخی کاوشیں مثالی ہیں، بڑے وسیع القلب، نہایت مخلص، مہمان نواز اور شفیق ترین انسان ہیں۔ سنّیت کے تحریری خلا کو پُر کرنے کے لئے عرصہ سے قلمی جہاد میں مصروف قابل فخر کارنامے انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی ذات گوناگوں اوصافِ حمیدہ کی جامع ہے، تبلیغ کا ہر شعبہ آپ پر ناز کرتا ہے۔ تحریر، تقریر، تدریس میں تعمیر سیرت، کردار سازی، اخلاقی بلندی اور روحانی برتری کی طرف خصوصی توجہ رکھتے ہیں۔ سنگین حالات، کٹھن مراحل اور دشوار گزار منازل میں صبر واستقامت حلم وتحمل کے پیکرِ جمیل نظر آتے ہیں۔

راقم کی آپ سے شناسائی قلم کا فیضان ہے، شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ پر میں نے ایک مختصر سا مضمون لکھا جو ضیائے حرم میں شائع ہوا۔ میرے ممدوح مکرم نے ملاحظہ فرمایا اور پسندیدگی کے گرامی نامہ سے سرفراز کرتے ہوئے حوالہ کی کتابیں طلب فرمائیں۔ باغی ہندوستان اور ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء وغیرہ پہلے مراسلت پھر ملاقات تک سلسلہ محدود رہا اور اب رفیق کار کی نسبت سے تعلق مستحکم ہے۔ (الحمد لله على منه و كرمه تعالىٰ)

مولانا شرف قادری صاحب ۱۳/اگست ۲۴/ شعبان ۱۹۴۴ء، ۱۳۶۳ھ کو مرزا ضلع ہوشیارپور میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد مولانا اللہ دتہ صاحب ابن صوفی نور بخش صاحب مرحوم نہایت پابند صوم وصلوٰۃ صوفی منش بزرگ تھے، جن کی خصوصی تربیت اور مقبول ادعیہ کے سایہ میں پروان چڑھے، پاکستان کے ظہور کے ساتھ ہی ہجرت کر کے لاہور مقیم ہوئے، آپ کے گھر سے قریب ہی خطیب

ملّت مولانا علامہ غلام الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جامع مسجد انجن شیڈ میں خطابت کے جوہر دکھایا کرتے تھے، والد ماجد علیہ الرحمۃ کی مولانا المرحوم سے عمدہ رفاقت تھی، شرف صاحب جب اپنے والد مکرم کے ہمراہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بڑے پیار سے آپ کو علامہ اور فاضل لاہوری کے القاب سے نوازتے، اس جلیل القدر شخصیت کی مبارک زبان سے نکلے ہوئے کلمات اب مولانا شرف صاحب قادری کے وجود مسعود پر بالکل صادق آتے ہیں۔

ابتداء پرائمری پاس کیا۔ پھر دینی علوم کی طرف مائل ہوئے اور درج ذیل درس گاہوں سے اپنی علمی پیاس بجھائی:

(۱) جامعہ رضویہ، فیصل آباد

(۲) جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

(۳) جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف، ضلع خوشاب

(۴) دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف

وقت کے جلیل المرتبت اساتذہ سے جملہ علوم وفنون اسلامیہ کی دولت حاصل ہے جسے بڑی فیاضی سے ہر سطح پر تقسیم فرما رہے ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں سے مشاہیر کے نام یہ ہیں۔

☆ محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا الحاج محمد سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ چشتی قادری رضوی، فیصل آباد

☆ حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب رضوی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد

☆ رئیس المدرسین حضرت علامہ مولانا عطاء محمد صاحب چشتی گولڑوی بندیالوی مدظلہٗ

☆ حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم صاحب ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امین صاحب جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد

☆ حضرت مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی، شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف۔

علوم وفنون اسلامیہ کے حصول کے ساتھ ہی آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا۔ جن اداروں میں آپ نے علوم درسیہ کی تعلیم دی ان میں درج ذیل خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:

دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ، مدرسہ اسلامیہ چکوال، جامعہ نعیمیہ لاہور، ان اداروں میں ایک مدت تک مسند درس پر فائز رہے۔ پھر ۱۹۷۴ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں تشریف لے آئے اور تادم تحریر یہاں پر آپ بڑی تندہی، جانفشانی، انتہائی خلوص اور لگن کے ساتھ خدمات درس وتدریس، تحقیق وتصنیف میں پیہم مصروف ہیں۔ آپ کی ماہرانہ فنی وتدریسی صلاحیتوں کے پیش نظر حضرت مفتی مدظلہٗ نے آپ کو صدر المدرسین کا عہدہ تفویض فرمایا۔ یہاں پر آپ نے جملہ علوم نقلیہ وعقلیہ کی تدریس فرمائی۔ ۱۹۷۴ء سے استاذ الحدیث کے اعلیٰ منصب پر فائز ہیں۔

علامہ شرف قادری صاحب بہت سی تاریخی، درسی، فقہی، علمی (عربی، فارسی، اردو) کتب کے مصنف، مترجم، محشی اور شارح کی حیثیت سے متعارف ہیں۔ آپ کی ہر کتاب اور ہر مقالہ اہل علم وقلم سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے، ذیل میں آپ کے قلم حقیقت رقم سے نکلے ہوئے شاہکار ملاحظہ ہوں جو بار بار زیور طباعت سے آراستہ ہو رہے ہیں۔

تذکرہ اکابر اہلِ سنت، یاد اعلیٰ حضرت بریلوی، سوانح سراج الفقہاء، احسن الکلام، مسائل اہل سنت، غایۃ الاحتیاط فی مسئلۃ حیلۃ الاسقاط، سنی کانفرنس ملتان میں کانفرنس ملتان کا پس منظر، اندھیرے سے اجالے تک، شیشے کے گھر۔

اردو تصانیف کے علاوہ عربی زبان میں بھی قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے درج ذیل بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہو چکی ہیں: الحیاۃ الخالدۃ، حول مبحث التوسل، مدینۃ العلم، المعجزۃ وکرامات الاولیاء۔

آپ نے اکابر کی بعض عربی وفارسی کتب کے نہایت عمدہ، آسان

اور پُر کشش ترجمے کیے، جنہیں مشاہیر اہل علم وقلم نے تراجم کی بجائے اصل تصانیف کے مترادف فرمادیا۔ نام ملاحظہ ہوں۔

کشف النور عن اصحاب القبور، تحقیق الفتوی فی ابطال الطغی، الشرف المؤبد لآل محمد، ادلۃ اھل السنۃ و الجماعۃ، اشعۃ اللمعات اردو (جلد چہارم)۔

درج ذیل کتابوں کے حواشی لکھ کر علماء وطلباء کی دیرینہ آرزو کی تکمیل فرمائی۔

کریما، نام حق، تحفہ نصائح، بدائع منظوم، نحو میر، مرقاۃ (منطق) کا عربی حاشیہ المرضاۃ۔

نیز آپ کی غیر مطبوعہ قلمی خدمات کی فہرست بھی دیکھتے جایئے۔

ہمعصر علماء ومشائخ کی آراء وتحسین، کسی بھی شخصیت کے لیے ایک سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہر زمانہ میں مشاہیر واکابر نے اس روایت کو اپنایا، اور اپنی سیر چشمی، بلند ہمتی کا ثبوت دیتے ہوئے، اصاغر نوازی کے جواہرات بکھیرے، ماہ وسال کی برتری اور علم وفضل میں درجہ کمال کے باوجود حقائق کے اظہار میں اپنے سے عمر اور مرتبہ میں کم ہونے پر بھی کسی شخص میں اوصافِ حمیدہ اور کمالات جمیلہ دکھائی دیئے تو برملا قرطاس وقلم سے اس کے مستقبل کو تابناک بنانے میں بصیرت افروز کلمات سے نوازا اور اس کی شخصیت کو نمایاں کرنے میں بڑی فراخدلی کا مظاہرہ فرمایا۔ چنانچہ علامہ شرف قادری مدظلہٗ کے لیے بھی ملتِ اسلامیہ کی نامور شخصیات نے جب ان کی مفید ترین قلمی خدمات کو ملاحظہ فرمایا تو نہایت عمدہ انداز میں اکابر ومشاہیر نے کلماتِ تحسین وآفرین سے سرفراز فرمایا۔ اختصار کے پیش نظر چند آراء ملاحظہ ہوں:

**حضرت علامہ تقدس علی خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ:**

مولانا عبد الحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، اہل سنت وجماعت کی قابل قدر شخصیت ہیں۔ وہ اپنی ذات کو درس وتدریس، تالیف وتصنیف کے لیے وقف کر چکے ہیں۔ ان کی تصانیف ان کے علم وفضل کا بیّن ثبوت ہیں۔ ایک عالم متقی ہونے کے ساتھ خاموش طبع بھی ہیں۔ (شیشے کے گھر)

**غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ:**

رسوائے زمانہ کتاب البریلویہ کے رد میں فاضل جلیل مولانا موصوف نے ''اندھیرے سے اجالے تک'' کتاب لکھی جو اسم بامسمّٰی ہے مصنف ممدوح نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ حقائق کو بے نقاب کیا۔ مدلل ومسکت جوابات دیے ہیں۔ انتہائی مسلسل اور پاکیزہ انداز بیان ہے۔ (شیشے کے گھر)

**مولانا محمد احمد صاحب مصباحی (جامعہ اشرفیہ مبارکپور، انڈیا):**

''اندھیرے سے اجالے تک'' آپ کا عظیم جماعتی اور علمی وتاریخی کارنامہ ہے۔ البریلویہ کے ہر الزام کا جواب بسط وشرح سے پیش کیا گیا ہے، ہر موضوع سے متعلق امام احمد رضا کے حالات وخدمات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا جو بجائے خود ایک سوانحی خدمت ہے، جس کی روشنی میں الزامات خود ہی تارِ عنکبوت کی طرح اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (شیشے کے گھر)

**پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری مدظلہ، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی:**

نوازش نامہ اور تحفۂ رفیقہ موصول ہوئے۔ آپ نے بڑی محنت کی اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ مدلل، محقق، مختصر نگارشات دور جدید کا تقاضا ہیں۔ آپ نے اس تقاضے کو بحسن وخوبی پورا فرمایا۔ آپ ان ممتاز اہل قلم میں سے ہیں جن سے فقیر استفادہ کرتا ہے۔ آپ کی مساعی لائق تحسین وآفرین ہیں۔ (شیشے کے گھر)

**محمد حسین تسبیحی (ایرانی محقق):**

امروز از طرف مولانا محمد منشا تابش قصوری یک مجلد تذکرۂ اہل سنت بہ دست من رسید آں را تصفح کردم وحظ وافر وفائدہ احسن بردم،

آفرین صد آفرین بر شاد قلم شما۔ (تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت)

**علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہٗ (شارح بخاری):**

مولانا شرف قادری، اہل سنت و جماعت کی قابل قدر علمی شخصیت ہیں۔ متعدد درسی کتابوں پر ان کے حواشی و تراجم اور متعدد موضوعات پر ان کی تصانیف ان کے علم وفضل کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ وہ ایک متقی عالم دین اور خاموش طبع شخصیت ہیں یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے، انہوں نے اپنی ذات کو درس و تدریس اور تالیف و تصنیف کے لیے وقف کر دیا ہے اور خلوص کے ساتھ مسلک حق اہل سنت و جماعت کی قابل قدر خدمت کر رہے ہیں۔ (اسلامی عقائد)

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہٗ کے حالات وواقعات کے لئے درج ذیل کتب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ تذکرہ علماء اہل سنت لاہور...... علامہ اقبال احمد فاروقی
۲۔ شریف التواریخ جلد نمبر۱۲...... سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمہ اللہ تعالیٰ
۳۔ تحریک نظامِ مصطفیٰ میں جامعہ نظامیہ کا کردار...... محمد منشا تابش قصوری
۴۔ تعارف علماء اہل سنت...... مولانا محمد صدیق ہزاروی
۵۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام...... شائع کردہ غلام علی اینڈ سنز
۶۔ تذکرہ اکابر اہل سنت...... علامہ شرف قادری صاحب
۷۔ اسلامی عقائد...... علامہ شرف قادری صاحب
۸۔ شیشے کے گھر...... علامہ شرف قادری صاحب

آپ کا تازہ شاہکار ترجمہ اردو اشعۃ اللمعات جلد چہارم کی حسین صورت میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ تراجم کے مسلسل تجربات کے بعد قدرت نے اس عظیم شرح کے ترجمہ وحواشی کے لیے علامہ شرف قادری مدظلہٗ کو منتخب فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانبخشند خدائے بخشندہ

# تکمیل آرزو

تخلیقات کا دارومدار ابتداء وانتہا پر ہے۔ جس کام کا آغاز ہے اس کا انجام بھی ہے مگر انجام بخیر ہوتو اس کے کیا کہنے؟ قرآن کریم میں دین حنیف کی تکمیل پر رب العالمین جل وعلا نے فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کی تکمیل فرمادی اور تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا، اور تمہارے لیے میں نے دین اسلام کو پسند کیا۔

بخاری ومسلم کی حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا! اے امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے۔

فرمایا! کونسی آیت؟ اس نے یہی آیت الیوم اکملت لکم (الآیہ) پڑھی آپ نے فرمایا، میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی اور اس کے مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں۔ وہ مقام عرفات تھا اور دن جمعہ تھا!

آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لیے وہ دن عید ہے!

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا! آپ نے فرمایا کہ جس روز یہ نازل ہوئی، اس دن دو عیدیں تھیں: جمعہ وعرفہ!!

(تفسیر خزائن العرفان از صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ)

پس واضح ہوا کہ کسی عظیم کام کی تکمیل پر خوشی ومسرت کا اظہار قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ بناء علیہ اشعۃ اللمعات کے ترجمہ کی تکمیل کے لیے کتنی آرزوئیں مچلتی رہیں، کتنی دعائیں اور التجائیں ہوتی رہیں، اور پھر ان دعاؤں کو کس شان سے قبولیت کا شرف عطا ہوا، نمونہ صد یہ وتشکر کے طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

اشعۃ اللمعات کے نصف اول کا ترجمہ کرنے کی اولین سعادت حضرت مولانا علامہ محمد سعید احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس وقت نصیب ہوئی جب وہ جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ میں خطابت کے منصب پر فائز تھے۔ وہ ساعتیں نہایت سعید اور بارآور ثابت ہوئیں، جب محترم جناب سید اعجاز احمد مرحوم بانی فرید بک اسٹال لاہور ایک جماعت کے ساتھ اس سلسلہ میں مولانا موصوف سے معاہدہ قلمبند فرما رہے تھے، راقم السطور بھی اس جماعت میں شامل تھا۔

حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ پہلی تین جلدوں کا ترجمہ کر پائے تھے کہ ۱۴؍ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ/ ۱۷؍دسمبر ۱۹۸۶ء کو وصال فرما گئے۔

اب مالکان فرید بک اسٹال نے اس مبارک کتاب کے ترجمہ کی تکمیل کے لیے ایسی صاحب علم و قلم شخصیت کی تلاش شروع کی جو اس کام کو باحسن وجوہ سرانجام دینے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہو، جن کی علمی و قلمی خوبیوں کا زمانہ معترف ہو، جس پر اکابر ملت اور محققین عصر کو پورا پورا اعتماد ہو، علامہ شرف صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

''ان کی متلاشی نگاہیں محو جستجو تھیں کہ برادر عزیز حضرت مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری زید لطفہٗ نے اس اہم ترین کام کے لیے راقم کا نام پیش کر دیا، میرے لیے معذرت کی گنجائش ہی نہ تھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ اور ان کی شرح کا ترجمہ عظیم سعادت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل یہ موقع عطا کیا تو اسے کھو دینا بہت بڑی محرومیت ہوتی، پھر مالکان فرید بک اسٹال اور علامہ تابش قصوری ایسے اخلاص کے پیکروں اور دین متین کے خدمت گاروں کی فرمائش کو ٹالنا بھی میرے بس میں نہ تھا چنانچہ یکم جنوری ۱۹۸۷ء کو فقیر نے ترجمہ شروع کر دیا''۔

(اشعۃ اللمعات مترجم جلد چہارم ص ۴۳)

اب اس خواہش کی طرف پھر پلٹیے جو تکمیل کے لیے انگڑائیاں لے رہی تھی۔ حضرت علامہ شرف قادری صاحب مدظلہ آغاز پر یوں دعا کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس ترجمہ کو جلد مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔'' (حوالہ مذکور، ص: ۴۴)

پانچویں جلد کے ترجمہ کی تکمیل پر یوں سجدۂ شکر ادا کرتے نظر آتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان اور کرم ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے امام اہل سنت، شیخ الاسلام، شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشکوٰۃ شریف کی شہرہ آفاق شرح اشعۃ اللمعات کے اردو ترجمے کی پانچویں جلد مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، رب کریم جل شانہ کے اس احسان عظیم کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ دعا ہے کہ محض اپنے لطف جمیل سے ترجمہ کی باقی دو جلدیں بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

چوتھی جلد ماہ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں چھپ کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تھی۔ بحمدہٖ تعالیٰ اب پانچویں جلد پیش کی جا رہی ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اس کار عظیم و گراں کی تکمیل کے لیے دعا فرمائیں۔''

اور پھر یہ ''آرزوئے تکمیل'' آپ کے دل و دماغ پر کس شدت سے مسلط ہو چکی تھی۔ ان دعائیہ کلمات سے اس کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں، آپ رقم طراز ہیں:

''متعدد کتابوں کے مصنف اور مترجم مولانا مفتی محمد خان قادری فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور خطیب جامع مسجد رحمانیہ شادمان لاہور، اس کار خیر میں راقم کے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہو گئے ہیں اور یہ ایک نیک فال ہے امید ہے کہ ان کے تعاون سے یہ کام جلد پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گا، اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔'' (اشعۃ اللمعات جلد پنجم ص ۵۲)

چنانچہ ان دعاؤں کے جلوؤں میں اشعۃ اللمعات کا ترجمہ تکمیل

کے مراحل طے کرتا رہا۔ چھٹی جلد بھی طباعت سے آراستہ ہوئی مگر اس کی تقدیم پر نہ جانے کیوں توجہ نہیں دی گئی؟ حالانکہ اس جلد کی پیشانی پر حضرت مترجم مدظلہ کے شاگرد رشید مولانا مفتی محمد خان قادری زید مجدہ کا نام نامی بھی نقش ہے۔ میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ چونکہ مفتی صاحب موصوف آپ ہی کے علم وفنون کے خوشہ چین ہیں اس لیے تقدیم کی تکرار کو غیر اہم سمجھا گیا۔

مذکورہ بیان سے مقصود یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں ہے کہ کام کے آغاز سے ہی تکمیل کی آرزو اٹھکیلیاں لینا شروع کر دیتی ہے۔ اور پھر یہ خالق کائنات کی سنت کے مترادف بھی ہے کہ جب وہ تکمیل دین کے لیے قرآن کریم میں اعلانیہ فرما رہا ہے: ''الیوم اکملت لکم دینکم'' (الآیہ)

لطف کی بات یہ ہے کہ یہاں جس کام کی تکمیل ہو رہی ہے وہ کوئی عام کام نہیں بلکہ وہ بھی سراسر دینِ اسلام سے ہی وابستہ ہے نیز ایک ''کتاب'' کی ہی تکمیل ہوا چاہتی ہے ایسی کتاب جو عام نہیں خاص ہے، جس کا تعلق اس ذات کریم سے ہے جن کے بارے میں ارشاد ہوا: ''وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى'' (سورہ نجم، پارہ: ۲۷) لہٰذا ایسی کتاب مستطاب کی تکمیل کو دارین کی سعادتوں کا حاصل قرار دیا جائے تو قطعاً کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔

''اشعۃ اللمعات'' اسی ذات کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے شمائل وخصائل، حسن وجمال، گفتار وکردار، سیرت وصورت اور انہیں کی شریعت مطہرہ کے جملہ مسائل کا حسین ترین مجموعہ ہے۔ جن کا ذکر عبادت، جن کی یاد عبادت، جن کا تصور عبادت، جن کا خیال عبادت، حضرت سید عبد الغفار شاہ کشمیری لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا۔

للناس شغل ولی شغل فی تصور النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بود در جہاں ہر کسے را خیالے
مرا از ہمہ خوش خیال محمد ﷺ

حضرت نسیم بستوی مدظلہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

محبت کی بے تابیاں کچھ نہ پوچھو
رُخِ مصطفیٰ کا خیال آگیا ہے
خدا کی قسم جز کمالِ خدائی
تیری ذات میں ہر کمال آگیا ہے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اظہار عشق ومحبت بھی ملاحظہ فرمائیے گا۔

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں

اس آئینۂ حق نما ﷺ نے جب راقم السطور کو نگاہ لطف سے نوازا تو بے ساختہ پکار اٹھا۔

کائنات حسن میں وہ جلوہ فرما ہوگئے
جن کی صورت حق نما ہے جن کی سیرت حق نما
(تابش قصوری)

ع میری بات بن گئی ہے تری بات کرتے کرتے

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ ان خوش بخت علماء کرام میں سے ہیں جنہیں مشیت الٰہیہ نے شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت کے لیے منتخب فرمایا ہوا ہے۔ ستر کے قریب تصانیف کے مصنف ہیں۔ ان میں ضخیم ترین کتابیں بھی ہیں اور چھوٹی بھی پائی جاتی ہیں۔ سینکڑوں مضامین ومقالات آپ کے چشمۂ قلم سے قرطاس ابیض کو مزین کر چکے ہیں۔ آج تک تقریباً دس ہزار صفحات سے زائد صفحات پر آپ کی جملہ تصانیف مشتمل ہیں، جن میں من عقائد اہل السنۃ، البریلویہ کا تنقیدی جائزہ، تذکرہ اکابر اہل سنت، مطالع المسرات اور اشعۃ اللمعات مترجم سب سے ضخیم وعظیم ہیں۔

مؤخر الذکر کتاب اشعۃ اللمعات کا ترجمہ چودہ سال کے طویل عرصہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس مدت میں آپ نہ صرف اس ترجمہ کی

طرف متوجہ رہے بلکہ معمولات زندگی سے عہدہ برآ ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر تصانیف وکتب، تراجم اور مقالات کی طرف بھی پوری طرح منہمک رہے۔ حج وزیارت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے، مصر، افغانستان اور بھارت کی طرف بھی علمی سفر کیے۔ پاکستان میں اس عرصہ میں ہونے والی مذہبی، ملی، تحریکی کانفرنسوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جبکہ اہم ترین ذمہ داری ''تدریسی'' فرائض سرانجام دینے میں حتی الامکان کوتاہی سے کام نہ لیا کیونکہ آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب اعلیٰ پر فائز ہیں۔ آپ صرف مترجم ہی نہیں بلکہ ترجمان بھی ہیں۔ خصوصاً عربی اور فارسی کے آپ بہترین ترجمان ہیں۔

علامہ شرف قادری مدظلہ کے تعارف کے سلسلہ میں اب کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ آپ کے لیے بڑے بڑے فضلاء نے نہایت اعلیٰ اور عمدہ کلمات طیبات قلمبند فرمائے ہیں جس کی جھلکیاں ''تذکار شرف'' اور ''محسن اہل سنت'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ راقم السطور نے قبل ازیں ''اشعۃ اللمعات کے عظیم مترجم'' کے عنوان سے جلد چہارم میں لکھنے کی سعادت حاصل کی جسے پڑھ کر حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب (شارح صحیح مسلم) نے بڑی تحسین فرمائی تھی۔ حالانکہ وہ تو میرے دل کی پہلی آواز تھی جسے اہل علم کی طرف سے پسند کیا گیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ علامہ شرف قادری مدظلہ بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ علم وعمل کے ایسے افلاک پر محوِ پرواز ہیں جہاں تک ہماری رسائی ممکن نہیں۔ پھر ہم زمین کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کے کمالات علمیہ کا کیسے اندازہ لگا سکتے ہیں؟

مشہور مقولہ ہے: ''لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ'' ہر فن کے لیے رجال کی ضرورت ہے، مگر اب فنون نوحہ خواں ہیں کہ انہیں کوئی رجل رشید میسر آئے، لیکن علامہ شرف قادری مدظلہ اپنے وجود میں ایک جہاں آباد کیے ہوئے ہیں وہ محض ایک فن کے لیے ایک فرد نہیں وہ تو جملہ علوم وفنون کے لیے ایک جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس دور میں موصوف ایک ادارہ ہیں، ایک انجمن ہیں، ایک قافلہ اور سالار قافلہ بھی ہیں۔

وہ ظاہری وباطنی خوبیوں سے مرصع ہونے کے باوجود تواضع، انکساری اور عاجزی کا مرقع ہیں۔ وہ اپنی بات کرنے کی بجائے انہیں کی بات، کرتے ہیں جن کی بات کرنے سے اپنی بات بن جاتی ہے۔ بقول حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ماان مدحت محمداً بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

گویا کہ وہ عملاً کہہ رہے ہیں۔

میری بات بن گئی ہے تری بات کرتے کرتے

الحمد للہ علیٰ منہٖ وکرمہٖ اشعۃ اللمعات فارسی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی مترجم سات جلدوں میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے۔ چودہ سال قبل جس کام کا آغاز ہوا تھا ربیع الاول ۱۴۲۲ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ اس عدیم المثال، ایمان افروز، روح پرور، دلکش، دلپذیر ترجمہ کی تکمیل پر راقم السطور حضرت مترجم مدظلہ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ سید اعجاز احمد مرحوم کے صاحبزادگان کی خدمت میں بھی مبارکباد پیش کرتا ہوا دعا گو ہے کہ مولا تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامہ مولانا شرف قادری مدظلہ کو بیش از بیش خدماتِ دینیہ سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے، ان کا سایہ اہل اسلام وسنت پر ہمیشہ قائم رکھے اور ناشرین کو دارین کی برکات اور دنیوی تجارت میں منافع سے بہرہ مند فرمائے! آمین ثم آمین۔

۲۲/ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

فقط: محمد منشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان

# تاثراتِ غم

**مولانا علامہ الحاج الحافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہٗ،**
**ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخو پورہ۔**

استاذنا الکریم، شیخنا العظیم، شرف ملت، سیاح بحر طریقت، سیاح بادیۂ شریعت، سباقِ میدانِ حقیقت حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہ رحمۃ الباری ایک وسیع المطالعہ عالم، عمیق النظر مفکر، کہنہ مشق مدرس، سریع القلم مصنف بالغ الحکمت مصلح اور فصیح و بلیغ مقرر تھے۔

آپ کو دور حاضر میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اکابر کا بے حد احترام اور اصاغر پر شفقت آپ کا وتیرہ تھا۔ بندہ کو ۱۹۷۴ء میں آپ سے شرف تلمذ حاصل ہوا جبکہ میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں دورۂ حدیث پڑھ رہا تھا۔ پھر یہ سلسلۂ استفادہ استاذ محترم کے وصال تک جاری رہا۔ جب کبھی کوئی علمی اشکال پیدا ہوا حضرت کی خدمت میں پیش کیا، خندہ پیشانی سے آپ نے اس کا حل ارشاد فرمایا۔ استاذی المکرم حضرت قبلہ مفتی اعظم فقیہ ملت مولانا مفتی محمد عبد القیوم صاحب قادری ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد فتاویٰ رضویہ کی اشاعت جدیدہ کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فلسفۂ قدیمہ کے رد میں تحریر کردہ ایک رسالہ ''الکلمة الملهمة فی الحکمة المحکمة لوهاء فلسفة المشئمة'' کے بعض ادق حواشی کے ترجمہ میں مجھے مشکل کا سامنا کرنا پڑا خصوصاً ایک طویل حاشیہ مس پرنٹنگ کے سبب پڑھا ہی نہیں جارہا تھا۔ میں حضرت شرف ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا، میں اس کو دیکھوں گا چند دن بعد رابطہ کرنا، دو تین دن بعد مجھے بلوایا اور فرمایا کہ بسیار کوشش کے باوجود پڑھنے اور سمجھنے میں نہیں آرہا تھا، میں نے آنکھیں بند کر کے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے روحانی رابطہ کر کے استفسار کیا پھر آنکھ کھول کے دیکھا تو عبارت اور اس کا مطلب منکشف ہوگیا۔

چنانچہ آپ نے اس عربی عبارت کو اپنے دست مبارک سے نقل فرمایا اور اس کا اردو میں ترجمہ کر کے بندہ کے حوالے کیا۔ وہ عربی حواشی آپ کے ترجمہ سمیت فتاویٰ رضویہ جدید جلد نمبر ۲۷ کے صفحہ ۵۰۶ تا ۵۳۴ پر مذکور ہیں۔

اصاغر نوازی اور حوصلہ افزائی کا عالم یہ ہے کہ بندہ کی پہلی تصنیف ''تعلیم الصرف'' طبع ہوئی تو میں لے کر آپ کی خدمت میں بنیت دعا حاضر ہوا، آپ نے خوب تحسین فرمائی، حوصلہ بڑھایا، دعاؤں سے نوازا اور اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی تلقین فرمائی۔ نیز اسی وقت بازار سے گاجر کا حلوہ منگوا کر کھلایا، آپ کی سیرت عالیہ اس قسم کے کریمانہ اخلاق پر مشتمل واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے صاحبزادگان کو آپ کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم۔

۱۵ ستمبر ۲۰۰۷ء/۲ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ

حافظ محمد عبد الستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

**پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی:**

مکرمی زید عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کی مفارقت کا بڑا غم ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

می روی وگریہ می آردمرا
ساعتے بنشیں کہ باراں بگزرد

ان کا اخلاص، ان کی محبت یاد آتی ہے۔ ۳۵ سال تک مراسلت کا سلسلہ نہ ٹوٹا، یہ معمولی بات نہیں۔ وہ صاحب استقامت تھے، وہ صاحب عزیمت تھے، وہ فضائل حمیدہ کا پیکر تھے۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مغفرت فرما کر اپنے جوار اقدس میں مقام رفیع عطا فرمائے اور صاحبزادگان زید مجدھم کو صبر واستقامت ارزانی فرمائے۔ آمین! فرزند جلیل ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی حضرت علیہ الرحمہ کی جانشینی کا حق ادا کریں اور اہل سنت وجماعت ان کی علمی خدمات سے بہرہ ور ہوں۔ وہ بڑی خوبیوں کے مالک ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو صحت وعافیت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین۔ حضرت علیہ الرحمہ مجاہد کبیر تھے، شدید علالت میں دین ومسلک کی خدمت کر کے اہل سنت وجماعت کے لیے ایک عظیم مثال قائم کی۔ مولیٰ تعالیٰ تربتِ پاک کو اپنے انوار وتجلیات سے معمور فرمائے۔ آمین!

آپ کے دونوں کرم نامے مل گئے۔ ممنون ہوں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

# علامہ عبدالحکیم شرف قادری وصال فرما گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

۱۸؍شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ / یکم ستمبر ۲۰۰۷ء

مورخہ ۱۸؍شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ مطابق یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کی صبح عالم اسلام کے جلیل القدر عالم دین، استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ وجامعہ اسلامیہ لاہور حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ وصال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

موصوف شیخ کامل، بے مثال مدرس، بے نظیر مصنف ومترجم تھے۔ انہوں نے آخری وقت تک دین ومسلک کی خدمت کی اور قرآن کریم کا ترجمہ مکمل فرمایا۔ ان کے آثار ان کی یادگار رہیں گے۔ انہوں نے مسلسل تیس سال تک حضرت مسعود ملت سے مراسلت جاری رکھی اور محبت کا حق ادا کیا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر درجات عالیہ عطا فرمائے اور ان کے صاحبزادگان بالخصوص ان کے جانشین ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی زید مجدہٗ کو صبر واستقامت عطا فرمائے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے تعلقات قائم رکھنے اور معمولات جاری رکھنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ادارۂ مسعودیہ کراچی اور امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی کے سرپرست اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور جملہ اراکین، حضرت علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان اور تمام پس ماندگان کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ اس صدمۂ جانکاہ پر ہم سب کو صبر واستقامت عطا فرمائے، آمین۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دور قحط الرجال میں آپ کا چلے جانا اہل سنت وجماعت کے لیے ایک عظیم المیہ ہے۔

۱۹؍شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ / ۲؍ستمبر ۲۰۰۷ء کو جامعہ اسلامیہ لاہور میں ہونے والی محفل سوئم میں جانشین مسعود ملت ابوالسرور محمد مسرور احمد کی سربراہی اور مولانا جاوید اقبال مظہری کی معیت میں لاہور کے برادران طریقت کے ایک وفد نے شرکت کی اس موقع پر جانشین مسعود ملت نے درج ذیل خطاب فرمایا:

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرات علمائے کرام ومشائخ عظام اور معزز حاضرین محفل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

زندگی اس کی امانت ہے، کبھی دیتا ہے، کبھی لیتا ہے اور ہم کو آزماتا ہے۔ ہم اس کے عاجز بندے ہیں۔ آزمائش کے لائق نہیں...... نعمت بھی اس کی عطا ہے، مصیبت وغم بھی اس کی عطا ہے، اس کریم کی نسبت سے مصیبت وغم میں بھی اجالا نظر آنے لگتا ہے۔

میری ہوس کو عیش دو عالم بھی تھا قبول
تیرا کرم کہ تو نے دیا دل دُکھا ہوا

جو آیا ہے جانے کے لئے آیا ہے...... مگر ہمارا جانا اور ہے، ان کا جانا اور ہے...... ان کا جانا، جہاں کا اٹھ جانا ہے...... آبروئے اہل سنت، استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ والرضوان انہی جانے والوں میں سے تھے، وہ جانے کے باوجود ہمارے دلوں میں بسے ہوئے ہیں...... وہ شیخ کامل تھے، وہ عالم باعمل تھے...... علم دین کی بہار عمل سے ہے اور عمل کی بہار اخلاص سے ہے...... وہ صاحب اخلاص تھے، انہوں نے شدید علالت کے دوران بھی دین ومسلک کی خدمت کو جاری رکھا اور قرآن کریم کا ترجمہ کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا، وہ صاحب عزیمت تھے، وہ بے مثال مدرس تھے، وہ بے نظیر مصنف ومترجم تھے...... ان کے آثار، ان کی یاد دلاتے رہیں گے...... علماء کرام ومشائخ عظام کی یہ محفل ان کی بے لوث محبت کی نشانی ہے...... فقیر حضرت والدی ومرشدی مسعود ملت مدظلہ العالی، ادارۂ مسعودیہ کراچی اور امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی کے تمام اراکین کی طرف سے اس صدمۂ جانکاہ پر اظہار غم کرتے ہوئے دلی تعزیت پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت علامہ مرحوم کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ اقدس میں درجات عالیہ عطا فرمائے...... آمین! یہ اس کے کرم سے بعید نہیں...... وہ کریم فرزند جلیل حضرت مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، مولانا مشتاق احمد، مولانا نثار احمد، تمام پس ماندگان اور اہل سنت وجماعت کو صبر واستقامت عطا فرمائے اور محترم ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کو حضرت مرحوم کے مخلصانہ تعلقات کو قائم رکھنے اور معمولات کو جاری رکھنے کی توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین!

﴿ماہنامہ ''المظہر''، بابت رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ/ ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۷ء﴾

# یا حبیبی الوداع و یا رفیقی الفراق

ہو بیاں کیا مجھ سے شان و شوکتِ عبد الحکیم
اہل علم و قلم میں شہرتِ عبد الحکیم

اسوۂ حسنہ رسول پاک پر تھے گامزن
عامل شرعِ مبیں تھے حضرتِ عبد الحکیم

زہد و تقویٰ وعبادت آپ کا معمول تھا
اس طرح تھی دین سے کچھ رغبتِ عبد الحکیم

کامیابی قدم چومے گی یقیناً آج بھی
کاش اپنائے زمانہ سیرتِ عبد الحکیم

علمائے اہل سنت میں تھا ان کا اک مقام
اللہ! اللہ! کیا تھی قدر و عظمتِ عبد الحکیم

حاوی معقول و منقول و اصول و فلسفہ
نائب احمد رضا تھے حضرتِ عبد الحکیم

تھے مدرس، تھے محدث، تھے مترجم بے مثال
اور تصنیفات میں تھی شہرتِ عبد الحکیم

نازشِ ارباب علم وعمل شرف قادری
سالکِ راہِ طریقت حضرتِ عبد الحکیم

یا حبیبی الوداع و یا رفیقی الفراق
ہے نہایت جان لیوا فرقتِ عبد الحکیم

تھا وجود پاک ان کا نعمتِ ربِّ جلیل
ہو بیاں کیا مجھ سے تابش رفعتِ عبد الحکیم

**محمد منشا تابش قصوری**

# کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا

ہمصفیرو! باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

اطلس وکمخواب کی پوشاک پہ نازاں نہ ہو
اس تن بے جان پہ خاکی کفن رہ جائے گا

سب فنا ہوجائیں گے کافیؔ ولیکن حشر تک
نعتِ حضرت کا زبانوں پر اثر رہ جائے گا

(از) شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ھ سید کفایت علی کافیؔ مرادآبادی علیہ الرحمۃ کا قبل از شہادت، تختۂ دار پر جانے سے پہلے عاشقانہ اعلان

# فخر اسلام وشرف دیں

ابوالرضا مولانا گلزار حسین قادری برکاتی رضوی نوری

نحمدہٗ ونصلی وَنُسَلِّم عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالٰی

''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ہ''

(النحل ۱۴ پارہ)

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔''

آج مجھے اس عظیم انسان کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے جس کا اسمِ گرامی محمد عبد الحکیم شرف قادری ہے۔ جو کہ عالم بے عدیل، معلّم بے مثال، محقق ومدقق، فقیہ ومحدث، شیخ طریقت وشریعت، عالم باعمل، اخلاق حسنہ کی عمدہ مثال فقیر منش، بناوٹ وتصنّع سے حقیق معنوں میں کوسوں دور، کبروغرور کی بیماری سے مکمل آزاد، ظاہرو باطن کا ایک وہی رنگ، ظاہرو باطن مجلّہ ومصفّا، پُروقار، اسلاف کا اعلیٰ پرتو، دین حق کا بے باک ترجمان، قلم بہت سرعت کے ساتھ رواں لیکن تحریر بیچ اور دانائی کی ترجمان۔ منصف مزاج، بزرگوں کے ادب میں بچھ جانے والے، ہم منصب وہم عمر کے ساتھ کمال محبت کرنے والے اصاغر کے ساتھ کمال شفقت فرمانے والے ہمیشہ ادب واحترام کا بھرم رکھنے والے، علمی وجاہت والے، ائمۂ اہلسنت کے علوم کے محافظ، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام الشاہ احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے تصلب فی الدین، غیرت اسلام اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے ترجمان تھے۔

تمام عمر ہمہ جہت مصروف رہے۔ وقت کی قدر کی مسند تدریس کو طویل عرصہ تک رونق بخشی، قال اللہ وقال رسول اللہ ﷺ کے ذکر سے آپ کا گلو معطر رہتا۔ آپ کے تلامذہ میں نامور علماء ومفتیان کرام، شیخ الحدیث ومحقق پیدا ہوئے جو کہ ملک وبیرون ملک مسلکِ اہلِ سنت اور ابلاغ اسلام کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

احقر کا حضرت کے ساتھ تعلق گزشتہ تیس برس سے تھا۔ آپ میرے فقیر خانہ پر تین مرتبہ تشریف لائے۔ راقم الحروف ۱۹۸۳ء میں شدید علیل ہوا تو آپ مفتی اعظم علامہ عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کے ہمراہ میری عیادت کے کیلئے گلبرگ اسپتال خود تشریف لائے۔

۱۹۸۰ء میں جب احقر کو یہ سعادت ملی کہ بریلی شریف حاضری کا شرف حاصل ہوا اور حضور مفتی اعظم ہند، شہزادۂ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہما الرحمۃ سے خلافت واجازت عطا ہوئی تو آپ بے حد مسرور ہوئے اور اس کے بعد اس نسبت کی وجہ سے بڑا اکرام فرمایا کرتے۔ اور ایک مرتبہ فرمایا کہ ''یہ بڑی بات ہے کہ آپ کو پہلی حاضری پر ہی خلافت واجازت کا شرف عطا کیا گیا۔''

آپ ایک زمانہ تک حضرت حکیم موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ کی رفاقت میں مرکزی مجلس رضا کے پلیٹ فارم سے ابلاغِ افکار اعلیٰ حضرت پر مل کر کام کرتے رہے۔ اس سلسلے میں آپ کی خدمات ناقابل فروش ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب کہ اہل سنت قلم اور کتاب کی افادیت سے بے نیاز نظر آتے تھے اور اغیار کی یلغار روز افزوں تھی۔ چنانچہ اس دور میں اس طوفاں کے خلاف بند باندھنا بڑے حوصلے کی بات تھی۔ اس وقت جو حضرات قلم کی طاقت سے حق وصداقت کی ترجمانی فرمارہے تھے ان میں قابل احترام اسمائے

گرامی میں سے حضرت شرف ملت مولانا عبد الحکیم شرف قادری صاحب، جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، علامہ سید فاروق القادری صاحب اور علامہ اختر شاہجہانپوری نے بڑا کام کیا۔ احقر نے اس وقت حقیری خدمت سندھی زبان میں ادا کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کی کتب تمہید ایمان، تجلی الیقین، الامن والعلیٰ کے تراجم سندھی زبان میں کیے اور تمہید ایمان کی اشاعت اور اعلیٰ حضرت (سندھی) کی اشاعت مجلس رضا لاہور نے کی۔ احقر نے اس زمانہ میں سندھی اخبارات میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر مضامین بھی شائع کروائے۔

حضرت مولانا شرف قادری صاحب درد دل رکھنے والے انسان تھے وہ سلف صالحین کی نشانی تھے۔ آپ کی خدمات کا اعتراف آپ کی حیات ظاہری ہی میں کیا گیا اور پاک وہند کے نامور علماء ومشائخ نے بھرپور داد دی۔ آپ کی کتب کو بڑی پذیرائی نصیب ہوئی۔ بلاد عرب میں بھی آپ کا خوب چرچا ہوا۔ آپ کی وجاہت اور تحریر کی عصمت کو تسلیم کیا گیا۔

خوش نصیب انسان تھے۔ آپ نے اولاد صالح، نیک سیرت ونیک صورت صاحب علم وفضل صاحب تحریر وتقریر وتحقیق بطور ورثہ چھوڑی ہے جو کہ بہت عمدہ باقیات وصالحات ہے۔ آپ نے ہندوستان کا دورہ کیا علماء ومشائخ نے دل فرشِ راہ کیے اور اس پذیرائی سے سرفراز فرمایا جو کم ہی کسی کے حصہ میں آئی۔ تمام معروف وبڑی خانقاہوں سے شرف خلافت واجازت سے نوازے گئے اور سند حدیث کی نعمت سے بھی سرفراز کئے گئے۔ آپ نے بلاد عرب خصوصاً مصر اور حجاز مقدس کا سفر بھی کیا اور بڑی پذیرائی ملی۔ ۲۰۰۱ء میں برطانیہ کا دورہ بھی کیا اور عالمی کانفرنس میں بھی شریک ہوئے۔

آپ کا علمی ورثہ بڑا وقیع ہے اور علمی گھرانوں کی ضرورت ہے۔ اس سے علماء اور عام قاری صاحبان بہت خوب استفادہ کر سکتے ہیں۔ آپ کی نمایاں بات آپ کا عمدہ اخلاق تھا۔ حد درجہ حلیم اور غرور وتکبر سے عملاً نفور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے ظرف سے نوازا تھا اور ان پر ہم سب کے آقا ومولا نبی اکرم شفیع معظم ﷺ کے بے پایاں اکرام وانعامات تھے۔ آپ نے تقریباً ۶۳ برس عمر پائی۔ آخری عرصہ شدید علالت میں گزرا۔ صبر وشکر کے ساتھ اس تکلیف کو برداشت کیا اور آخری لمحات تک آپ کے قلم سے جواہر پارے قرطاس کاغذ پر اپنے نقوش ثبت کرتے رہے۔ یہ مرد قلندر، خدا دوست وخدا شناس، محبّ رسول، حُبّ رسول ﷺ کے ساتھ اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ بروز ہفتہ دو پہر ظہر کے وقت ۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ بمطابق یکم ستمبر ۲۰۰۷ء آپ کا یوم وصال ہے۔

بیشک آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے انسان تھے، احسان کرنے والے انسان تھے اور اللہ والے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مرقد پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے اور آپ کے فیوض وبرکات سے ایک زمانہ آباد رہے۔ آخر میں راقم الحروف بندۂ ناچیز اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں قادری فاضل ومحدث بریلی علیہ الرحمۃ کے اس شعر پر اپنی مفروضات کو ختم کرتا ہے۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیّب و طاہر گیا

نگہتِ فصلِ بہارِ مصطفیٰ، احمد رضا
یادگارِ بوستانِ مجتبیٰ ، احمد رضا
نیّر اس کی ذات ہے سرمایۂ اہلِ یقیں
آبروئے اتقیاء و اصفیاء ، احمد رضا
ضیاءِ نیّر

# علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کا رضویات کے فروغ میں مخلصانہ حصہ

تحریر: علامہ منظر الاسلام الازہری

اہلِ سنت و جماعت کے حلقہ میں حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری کا نام کوئی نیا نہیں ہے۔ آپ نے اسلام اور سنیت کے لئے جو خدمات انجام دیں ہیں وہ تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ رضویات کے فروغ میں جس قدر آپ کا حصہ ہے کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ حضرت علامہ شرف قادری نے اہل سنت و جماعت کی نمایاں شخصیات پر کئی مضامین لکھے، بلکہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ''تذکرۂ اکابرِ اہلِ سنت'' بھی تصنیف فرمائی۔ شخصیات پر آپ کی تحریریں جمع کی جا چکی ہیں جو کئی جلدوں میں چھپیں گی۔ ''نور نور چہرے'' اور ''عظمتوں کے پاسبان'' کے نام سے دو جلدیں چھپ کر منظرِ عام پر آ چکی ہیں اور باقی بھی منتظرِ طباعت ہیں۔ الغرض حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے زندگی بھر قال اللہ اور قال الرسول کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کی نمایاں شخصیات پر قلم اٹھایا بالخصوص امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی تابناک زندگی اور اصلاحی فکر کو اجاگر کرنے کے لئے تحریر و طباعت کے علاوہ اکثر اہل قلم کی رہنمائی کی خدائے پاک کو آپ کی یہ مخلصانہ کاوشیں کچھ اس طرح پسند آئیں کہ اس کے فضل و کرم سے آپ کی حیات میں ہی آپ کا تذکرہ تفصیل سے مرتب ہو کر زیورِ طبع سے آراستہ ہو گیا اور یہ سعادت بہت ہی کم لوگوں کو میسر آئی ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ماہرِ رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کے توجہ دلانے پر مولانا عبدالستار طاہر نے ''محسنِ اہلِ سنّت'' کے نام سے آپ کا تذکرہ مرتب کر دیا اس کے علاوہ مختلف اربابِ قلم دانشوروں نے حضرت علامہ شرف قادری کے بارے میں جو تاثرات قلمبند کئے ان کا مجموعہ ''تذکارِ شرف'' کے نام سے چھپ چکا ہے یہ بھی مولانا عبدالستار طاہر نے مرتب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء اہلسنت کی زندگیوں میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ حضرت علامہ شرف قادری کو اللہ تعالیٰ نے لکھنے کا ایک خاص سلیقہ عطا فرمایا ہے آپ کی تحریر عام فہم اور مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ فکر انگیز ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں ایسی ہی سنجیدہ، با مقصد اور دلنواز تحریروں کی ضرورت ہے۔ آپ نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شخصیت اور فکر سے متعلق لاتعداد مضامین لکھے، درجنوں کتابوں پر مقدمے تحریر کیے۔ ''یادِ اعلیٰ حضرت'' جیسی اہم کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ رضویات کے باب میں آپ کی پانچ کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:

(۱) البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

(۲) من عقائد اہل سنت

(۳) مقالاتِ رضویہ

(۴) عقائد و نظریات

(۵) امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس بریڈفورڈ

آپ نے اول الذکر دو کتابیں اس وقت تصنیف فرمائیں جب احسان الٰہی ظہیر نے بے بنیاد الزامات اور بہتان تراشیوں کے ذریعے امام اہل سنت کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی۔ اس وقت علامہ شرف قادری نے امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کے دفاع کا حق ادا کر دیا، اور انتہائی متانت اور عالمانہ اسلوب سے احسان الٰہی ظہیر کے اعتراضات کے جوابات دیئے۔

حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے تصنیف و تالیف کے علاوہ نشر و اشاعت کے میدان میں بھی قدم رکھا اور امام اہل سنت امام احمد رضا خان قدس سرہ کے علاوہ دیگر علمائے اہل سنت کی کتب چھپوائیں، نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ اب تک جاری ہے آپ نے مکتبۂ قادریہ سے

اپنی نگرانی میں جو کتب طبع کروائی ہیں ان کی ایک طویل فہرست ہے لیکن دو کتابیں ''من عقائد اہل السنّت'' اور ''بساتین الغفران'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے طباعتی معیار کے اعتبار سے بڑی عمدہ اور خوب ہیں۔ دیدہ زیب طباعت دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یقیناً ان کتابوں پر زرِکثیر صرف کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب کی طباعت کتنے کٹھن مرحلوں کے بعد ہوتی ہے اس کا کچھ راقم الحروف کو بھی اندازہ ہے۔ تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ دینی مدرسے میں پڑھانے والا ایک استاد بیک وقت لکھنے، چھپوانے اور مکتبہ چلانے کے لئے کیسے وقت نکال لیتا ہے۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت کے قائم کردہ اشاعتی ادارے کو فنڈز مہیا کر کے ایک ٹرسٹ بنادیا جائے تاکہ یہ ادارہ رضویات کے فروغ میں زیادہ فعال کردار ادا کرسکے اور آپ کی نگرانی میں خوب سے خوب تر لٹریچر منظرِ عام پر لاسکے۔

حوصلہ افزائی اور رابطے کی کس قدر اہمیت ہے اس کا بھی آپ نے خوب اندازہ فرمایا ہند و پاک اور جامعہ ازہر شریف، مصر میں امام اہل سنت پر ریسرچ کرنے والے کسی بھی شخص نے آپ سے رہنمائی طلب کی تو آپ نے نہ صرف اس کی حوصلہ افزائی کی بلکہ مراجع ومصادر کی نشاندہی بھی کی بلکہ بقدرِ استطاعت مراجع مہیا بھی فرمائے۔ اس کے علاوہ برصغیر پاک وہند میں امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر کام کرنے والے اداروں کے ساتھ بڑا فعال رابطہ بھی رکھا جس کی بدولت بڑے علمی کام ہوئے۔ راقم کو پتہ چلا کہ مصر میں رضویات کی بنیاد بھی آپ ہی کے ہاتھوں سے پڑی وہ اس طرح کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مبارز ملک مرحوم ۱۹۸۹ء میں اردو زبان پڑھانے کے لیے الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لینگو یجز اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبۂ اردو میں بھیجے گئے تو حضرت علامہ شرف قادری نے ان کے ذریعے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی حیات وخدمات کے متعلق کچھ کتب شعبۂ اردو کے اساتذہ کے لیے ارسال کیں۔ ان کے ذریعے جناب ڈاکٹر حازم محمد محفوظ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی ہمہ جہت شخصیت سے متعارف ہوئے اور انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر عربی زبان میں کئی کتابیں لکھیں، مضامین لکھے اور دیگر ادباء اور ڈاکٹروں سے بھی لکھوائے۔

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے جہاں اور بہت سے لوگوں کو امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی حیات وخدمات پر لکھنے کے لئے متوجہ کیا وہیں آپ نے اپنے بیٹے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کو بھی خصوصی طور پر ھدایات سے نوازا۔ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی نے ایک علمی مقالہ ''الشیخ احمد رضا اور ردعیسائیت'' کے عنوان سے لکھا اور پھر جب الازھر یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو عربی زبان وادب میں ایم فل کی ڈگری کے لئے ''الشیخ احمد رضا البریلوی الھندی شاعرًا عربیًا'' کے عنوان سے موضوع منظور کروایا اور ایک سو سات سو صفحات پر مشتمل ضخیم علمی مقالہ لکھ کر ایم فل کی ڈگری بھی حاصل کی۔ انتہائی خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی (مدیر ماہنامہ الازھر) پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری، پروفیسر ڈاکٹر القطب یوسف زید اور پروفیسر ڈاکٹر ارزق مرسی ابوالعباس کی تقریظوں کے ساتھ شائع بھی ہوچکی ہے۔

رضویات کے فروغ کے لئے حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے جہاں اور کئی ذرائع استعمال کیے وہیں ایک بڑا انوکھا اور منفرد طریقہ بھی استعمال فرمایا ہے اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ علمِ حدیث پڑھنے اور پڑھانے والے اہلِ عرب آج بھی بڑے شوق سے روایت حدیث کی اجازت لیتے اور دیتے ہیں اور برصغیر کے علما سے حدیث کی اجازت لینے میں بڑی دلچسپی رکھتے ہیں، قارئینِ کرام کے علم میں ہوگا کہ جس وقت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ حج کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے تو وہاں موجود جلیل القدر علماء نے امامِ اہل سنت سے روایت حدیث کی اجازت لی اور بعض حضرات تو بیعت

وخلافت سے شرفیاب ہوئے۔ اس کے علاوہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے خود بھی حضرت علامہ سید احمد زینی دحلان، حضرت علامہ عبد الرحمٰن سراج اور حضرت علامہ حسین بن صالح سے روایت حدیث اور فقہ کی اجازت حاصل کی جبکہ ہندوستان میں اپنے پیرومرشد حضرت علامہ شاہ آل رسول مارہروی اور والدگرامی حضرت علامہ نقی علی خان قادری رحمۃ اللہ علیہما سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل کی تھی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنی اجازات دو کتابوں کی صورت میں محفوظ فرمائیں ہیں: ''الاجازة الرضوية لمبجل مكة البهية'' اور ''الاجازات المتينة لعلماء بكة والمدينه''۔

بات طویل ہوگئی کہنا یہ تھا کہ حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے حدیث کی اجازت کے ذریعے سے بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور علمائے اہل سنت کو عرب علماء میں متعارف کروایا ہے۔ کئی عرب علما سے حدیث کی اجازت لی اور بہت سے حضرات کو دی ہے۔ الحمد للہ راقم الحروف کو بھی حضرت سے حدیث کی اجازت حاصل ہے۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ حضرت علامہ شرف قادری کی سند ھند و پاک کے علماء کے علاوہ علماء عرب کے ذریعے امام احمد رضا قدس سرہ تک پہنچتی ہے، چند طرق کی طرف اشارہ کرتا ہوں، تفصیل کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ہے۔

(۱) حضرت علامہ شرف قادری کو حدیث کی اجازت دی حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی نے ان کو اجازت دی ان کے والد حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی نے جنہیں امام احمد رضا سے حدیث کی اجازت اور سلسلۂ قادریہ میں خلافت حاصل تھی۔

(۲) حضرت علامہ شرف قادری کو حدیث کی اجازت دی حضرت علامہ ڈاکٹر علوی مالکی نے انہیں کثیر مشائخ سے روایت حدیث کی اجازت ملی۔ ان میں سے ایک حضرت علامہ محمد ضیاء الدین مدنی ہیں جنہیں امام اہل سنت سے براہِ راست اجازت وخلافت حاصل تھی۔

(۳) حضرت علامہ شرف قادری کو پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین کردی مصری، پروفیسر ڈاکٹر سعد جاویش مصری اور ابوبکر الباقوی نے روایت حدیث کی اجازت دی۔ ان تینوں کو اجازت دی حضرت علامہ محمد یاسین الفادانی المکی نے، انہیں الشیخ عمر حمدان مکی اور قاضی محمد المرزوقی سے اجازت ملی اور ان دونوں کو امام احمد رضا قدس سرہ سے اجازت حاصل تھی۔

(۴) حضرت علامہ شرف قادری کو اجازت ملی الشیخ محمد علی مراد سے (جو کہ اصلاً شامی اور اقامت کے اعتبار سے مدنی تھے) انہیں دوسرے مشائخ محدثین کے علاوہ اجازت دی حضرت شاہ عبدالعلیم میرٹھی نے، انہیں امام احمد رضا بریلوی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی کی سند ہند و پاک کے کئی علماء کے واسطے سے بھی امام اہلسنت تک پہنچتی ہے کسی سند میں واسطے کم ہیں اور کسی میں زیادہ لیکن ایک سند ایسی ہے جو صرف ایک واسطہ سے امام احمد رضا محدث بریلوی تک پہنچتی ہے یہ اجازت حضرت علامہ شرف قادری کو اپنے پیرومرشد حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری برکاتی اشرفی سے ملی اور انہیں براہِ راست امام احمد رضا محدث بریلوی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

اس طرح حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے عرب وعجم کے علماء کو حدیث کی اجازت کے ذریعے بھی امام احمد رضا محدث بریلوی کے علاوہ اہل سنت کی سرکردہ شخصیات سے متعارف کروایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کو صحت وعافیت کے ساتھ سلامت رکھے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

نوٹ: علامہ منظر الاسلام نے یہ مضمون حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی حیات میں لکھا تھا۔

# حیات علاّمہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ۔ایک نظر میں

ترتیب: خلیل احمد رانا

اللہ غریق رحمت کرے فاضل جلیل علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے،علم وفضل کے باوجود بہت ہی سادہ، منکسر المزاج اور ملنسار تھے،حرص وہوس سے پاک، سنی حنفی اور مسلک امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کے پابند اور مسائل میں اکابر اہل سنت و جماعت کے پیروکار تھے،اہل سنت کے لئے بہت سا علمی کام کر گئے اور آخر دم تک یہی لگن رہی،جن دنوں آپ جامعہ نظامیہ لاہور میں شیخ الحدیث کے منصب پر تھے،راقم آپ کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضر ہوا،آپ بہت شفقت فرماتے،احقر نے ایک مرتبہ آپ کو صاحب نبراس علامہ عبدالعزیز پرھاروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حافظ جمال اللہ ملتانی قدس سرہٗ کی کتاب ''سلسبیل'' (تفسیر قرآن مجید) قلمی کی فوٹو کاپی نذر کی تو بہت خوش ہوئے،ایک مرتبہ احقر کو غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے درس قرآن (۱۹۶۱ء) کی ایک کاپی ملی جو کہ برادرم مختار احسن ایم اے مرحوم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی،احقر نے اس میں سے دو تین دن کے درس کی اقساط ترتیب دے کر آپ کو لاہور ارسال کیں اور عرض کی کہ ہم دوست اس درس کو شائع کرانا چاہتے ہیں،آپ اس کا کتابچہ کا نام تجویز فرمادیں،آپ نے دو دن بعد ہی اسے پڑھ کر اس کا نام ''توحید اور شرک'' لکھ کر مجھے واپسی ڈاک میں بھیج دیا،توحید وشرک کے نام سے یہ کتابچہ پاک وہند اب تک لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے،اہل سنت پر آپ کے بہت احسانات ہیں کس کس کا ذکر کیا جائے،درج ذیل آپ کا سوانحی خاکہ پیش خدمت ہے:

ولادت بمقام مرزا پور ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب، بھارت)

۲۴ رشعبان ۱۳۶۳ھ/۱۳ راگست ۱۹۴۴ء

قیام پاکستان پر تین سال کی عمر میں لاہور ہجرت کی۔ ۱۹۴۷ء

ایم سی پرائمری سکول لوکو انجن شیڈ لاہور سے پرائمری تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۹۵۱ء

تکمیل پرائمری تعلیم۔۱۹۵۵ء

جامعہ رضویہ فیصل آباد میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ منطق کا ابتدائی رسالہ ''صغریٰ'' پڑھا۔شوال ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء

دار العلوم ضیا شمس الاسلام سیال شریف ضلع سرگودھا (پنجاب) میں داخلہ لیا،وہاں مولانا صوفی حامد علی علیہ الرحمہ سے ''نحو میر'' کا درس لیا۔۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ/۲ رجنوری ۱۹۵۷ء

جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال (ضلع سرگودھا) میں داخلہ لیا اور استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمہ اور مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ سے استفادہ کیا۔ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء

شادی خانہ آبادی۔۱۳ رشوال ۱۳۸۳ھ/۱۰ رمارچ ۱۹۶۳ء

سند فضیلت (تحصیل علوم سے فراغت)۔۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء

جامعہ نعیمیہ لاہور سے تدریسی زندگی کا آغاز۔شوال ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں آغاز تدریس شوال ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء

ولادت صاحبزادہ ممتاز احمد سدیدی۔۲۴ رشعبان ۱۳۸۶ھ/ ۸ر دسمبر ۱۹۶۶ء

دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ ضلع سرگودھا میں ڈیڑھ ماہ تدریس۔ دسمبر ۱۹۶۶ء تا نصف جنوری ۱۹۶۷ء

مکتبہ رضویہ انجن شیڈ لاہور کا قیام۔۱۹۶۷ء

دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ) میں مفتی اور صدر مدرس کی حیثیت سے چار سال خدمات۔

۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۱ء

رسالہ ''احسن الکلام فی مسئلۃ القیام'' کی ہری پور سے اشاعت۔۱۹۶۸ء

ہری پور ہزارہ میں جمعیت علمائے سرحد پاکستان کا قیام۔ ۱۹۶۹ء

رسالہ ''غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط'' کی ہری پور سے اشاعت۔۱۹۶۹ء

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے فارسی رسالہ ''الجۃ الفائحۃ'' کا ترجمہ اور رسالہ ''ایتان الارواح'' کی ہری پور سے اشاعت۔۱۹۶۹ء

کتاب ''یادِ اعلیٰ حضرت'' کی ہری پور سے اشاعت۔۱۹۷۰ء

امام احمد رضا کا رسالہ ''شرح الحقوق'' ہری پور سے شائع کیا۔۱۹۷۰ء

حضرت علامہ ابو البرکات سیّد احمد قادری لاہوری علیہ الرحمہ سے سلسلہ قادریہ میں شرفِ بیعت۔۱۶ر محرم ۱۳۹۵ھ/۲۵ر مارچ ۱۹۷۰ء بروز بدھ

ہری پور ہزارہ (سرحد) میں یوم رضا کا آغاز۔۱۹۷۱ء

مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال (پنجاب) میں صدر مدرس کی حیثیت دو سال کے لئے آغاز کار۔۱۳۹۱ھ/دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۳ء

''سوانح سراج الفقہاء'' (مولانا سراج احمد خانپوری) کی مرکزی مجلس رضا سے اشاعت۔۱۹۷۲ء

سب سے پہلا مقالہ ''علامہ فضل حق خیر آبادی'' ماہنامہ ''ترجمان اہل سنت'' کراچی میں شائع ہوا۔فروری ۱۹۷۲ء

چکوال میں ''جماعت اہل سنت'' کا قیام۔۱۹۷۲ء

چکوال میں یوم رضا کا آغاز۔۲۷ر صفر ۱۳۹۳ھ/۱۲ر مارچ ۱۹۷۲ء

امام احمد رضا کے رسائل ''رادالقحط والوباء''، ''اعزالاکتناہ''، اور ''غایۃ التحقیق'' کی چکوال سے اشاعت۔۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء

تقریب یوم رضا و فضل حق خیر آبادی بمقام چکوال۔۱۵ر صفر ۱۳۹۳ھ/۲۱ر مارچ ۱۹۷۳ء

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں دوبارہ تدریس کا آغاز، شوال ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

مکتبہ قادریہ لاہور کا قیام۔دسمبر ۱۹۷۳ء

جامع مسجد عمر روڈ اسلام پورہ لاہور میں آغاز خطابت۔۱۹۷۴ء

صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔۱۳۹۶ھ/۱۹۷۵ء

''تذکرہ اکابر اہل سنت'' کی لاہور سے اولین اشاعت۔۲۶ر رمضان ۱۳۹۶ھ/ستمبر ۱۹۷۶ء

ولادت صاحبزادہ مشتاق احمد قادری۔۴ر جون ۱۹۷۷ء

تیسرے بیٹے حافظ نثار احمد قادری کی ولادت۔۱۰ر دسمبر ۱۹۷۸ء

''الحدیقۃ الندیۃ'' پر عربی مقدمہ لکھنے پر علامہ ارشد القادری کا خراج عقیدت۔مکتوب محررہ بنام مولانا محمد منشا تابش قصوری۔۱۳ر فروری ۱۹۷۹ء

علامہ یوسف بن سماعیل نبہانی علیہ الرحمہ کی کتاب ''الشرف المؤبد'' کا اُردو ترجمہ ''برکات آل رسول'' کیا جسے رضا پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا۔۱۹۸۱ء

پہلی بار حج اور زیارات مقدسہ کی سعادت حاصل ہوئی۔۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

خانوادہ اعلیٰ حضرت سے مولانا ریحان رضا خاں سے اجازت وخلافت ملی۔۵ر محرم ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

غیر مقلدین کے ردّ میں لکھی گئی کتاب ''اندھیرے سے اُجالے تک'' کی مرکزی مجلس رضا لاہور سے اشاعت۔۱۹۸۵ء

غیر مقلدین کی انگریز نوازی کے بارے میں تحقیقی کتاب ''شیشے کے گھر'' کی مرکزی مجلس رضا لاہور سے اشاعت ۱۹۸۶ء

وفات والد ماجد مولوی اللہ دتہ۔۱۹۸۹ء

کتاب ''ادلہ اہل السنہ والجماعہ'' مصنفہ سید یوسف ہاشم الرفاعی کے اُردو ترجمہ ''اسلامی عقائد'' کی لاہور سے اشاعت۔۱۹۹۰ء

''اشعۃ اللمعات'' (فارسی) جلد چہارم کے اُردو ترجمہ کی لاہور سے اشاعت۔۱۹۹۰ء

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے لاہور میں امام احمد رضا گولڈ میڈل پیش کیا۔۱۹۹۱ء

جلال آباد (افغانستان) کا چار روزہ دورہ۔۱۹۹۱ء

عرس مبارک امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سرہند شریف (بھارت) میں شرکت (چھ روزہ دورہ)۔۲۵ر تا ۳۰ر اگست ۱۹۹۲ء

سیرت پاک کے حوالے سے محررہ مقالات کے مجموعہ ''مقالات سیرت طیبہ'' کی لاہور سے اشاعت۔۱۹۹۳ء

علامہ شیخ محمد صالح فرفور (دمشق۔شام) کی کتاب ''من نفحات الخلود'' کا اُردو ترجمہ ''زندہ جاوید خوشبوئیں'' کیا اور مکتبہ قادریہ سے

شائع کیا۔۱۹۹۳ء

دوسری بار والد ماجد کی طرف سے حج بدل کیا، اس سال حج اکبر کی سعادت ملی۔۱۹۹۴ء

''مدینۃ العلم'' (عربی) اور ''شہریارِ علم'' اردو کی رضا اکیڈمی لاہور سے یکجا اشاعت۔۱۹۹۶ء

عربی کتاب ''من عقائد اھل السنۃ'' کی لاہور سے اشاعت۔۱۹۹۶ء

کتاب ''نورنور چہرے'' کی لاہور سے اشاعت۔۱۹۹۷ء

مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور کے صدر کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔۱۹۹۷ء

''اشعۃ اللمعات'' کے اردو ترجمہ کی جلد پنجم اور ششم کی لاہور سے اشاعت۔۱۹۹۷ء

انٹرنیشنل امام ابوحنیفہ کانفرنس اسلام آباد میں عربی مقالہ ''فی ظلال الفتاویٰ الرضویہ'' پڑھا۔۱۹۹۸ء

مقبول ترین عربی کتاب ''من عقائد اھل السنۃ'' کا اردو ترجمہ ''عقائد ونظریات'' کی لاہور سے طباعت۔۱۹۹۹ء

مختلف سوانحی مقالات کے مجموعہ ''عظمتوں کے پاسبان'' کی لاہور سے اشاعت۔۱۹۹۹ء

اس کے علاوہ کئی ایک کتابیں جن میں ''تعارف فقہ وتصوف'' (شیخ عبدالحق محدث دھلوی)، کشف النورعن اصحاب القبور (علامہ عبدالغنی نابلسی) کا اردو ترجمہ، ''اصل مراد حاضری اُس پاک در کی ہے'' (شیخ محمد سعید ممدوح۔ دبئی) اردو ترجمہ اور امام محمد بن موسیٰ المزا الی المراکشی کی عربی کتاب کا ترجمہ بنام ''پکارو یا رسول اللہ''، ''الجزالمفقو دمصنف عبدالرزاق'' کا اردو ترجمہ مکتبہ قادریہ سے شائع کیں۔

علامہ محمد عبدالحکیم شرف القادری طویل عرصہ سے شدید بیمار تھے، یکم ستمبر بروز ہفتہ وصال فرمایا اور رات ۱۰ بجے دربار حضرت سیدی علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں ہزاروں علماء ومشائخ اور عوام اہل سنت نے شرکت کی، نماز جنازہ استاذ الاساتذہ علامہ سیّد حسین الدین شاہ صاحب (راولپنڈی) نے پڑھائی، علامہ کو ان کے رہائش برکاتی منزل چمن زار سٹریٹ علی ٹاؤن بالمقابل ریلیم سکول رائیونڈ روڈ لاہور کے قریب سپرد خاک کیا گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ادارہ فکر رضا ممبئی کے اراکین وعہدیداران، سوگواران کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ کریم مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

اس مضمون کی تیاری میں کتاب ''محسن اہل سنت'' از محمد عبدالستار طاہر، ''تذکار شرف'' از محمد عبدالستار طاہر، پندرہ روزہ فکر رضا لاہور، یکم تا پندرہ ستمبر ۲۰۰۷ سے استفادہ کیا گیا۔

.........................

## قرآنی مادۂ تاریخ (سال وصال)

اَلَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا حَسَنًا ○ (الکھف)

.....................۲۰۰۷ء

## قطعاتِ تاریخ (سالِ وصال)

﴿۱﴾

قادری، بندۂ حکیم، شَرف
آگہی کا چراغ تھا، کہیے

کہکشاں دانش وبصیرت کی
عِلم وحِکمت کا باغ تھا، کہیے

سال اُس کے وصال کا طارق
ایک ''روشن دماغ تھا'' کہیے

......۲۰۰۷ء

﴿۲﴾

مُحِبِّ مصطفیٰ وخادمِ دین
خُدائے پاک کا وہ بندۂ خاص

ہمارے علم وحکمت کے جہاں میں
بہت کم یاب ہیں اُس جیسے اشخاص

کبھی لاہور میں تھا بزم آرا
وطن جنت میں ہے ''تصویرِ اخلاص''

۱۴۲۸ھ

از

**عبدالقیوم طارق سلطان پوری**

# اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

علامہ مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری *

میرے کرم فرما حضرت مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب smsاور کبھی E-mail کے ذریعہ خیر خیریت لیتے رہتے ہیں، ان کا sms کچھ اس قسم کا ہوتا ہے کہ پڑھتے ہی ہونٹوں پر ایک بے ساختہ تبسم مچل جاتا ہے۔ یکم ستمبر کی دو پہر میں حسب معمول مطالعہ کی میز پر تھا کہ اچانک محترم کا میسج موصول ہوا، میسج کھولتے وقت مَیں ذہنی طور پر مسکرانے کے لئے تیار تھا، بڑی بیتابی سے مَیں نے میسج پڑھا، خلاف توقع میسج پڑھتے ہی ایسا لگا جیسے کسی نے سینے پر ایک گھونسا رسید کر دیا ہو، ''مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب آج وفات پا گئے''۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مَیں نے کتاب بند کر دی، اور حضرت علامہ شرف قادری صاحب کے بارے میں سوچنے لگا، ان کا سراپا نظروں کے سامنے آ گیا، مَیں ماضی کی یادوں میں گم ہو گیا۔

جہاں تک مجھے یاد آتا ہے شرف صاحب کے نام سے مَیں پہلی بار اس وقت واقف ہوا جب میں پہلی جماعت میں ''نحو میر'' پڑھ رہا تھا، میرے زیر درس نحو میر کا وہ نسخہ تھا جو محترم شرف صاحب کے اردو حاشیہ کے ساتھ شائع کیا گیا تھا، شروع شروع میں تو مَیں نے اس حاشیہ پر زیادہ توجہ نہیں کی لیکن جب استاذ محترم حضرت مولانا رحمت اللہ قادری صاحب نے یہ فرمایا کہ ''اگر تم اس حاشیہ کو غور سے سمجھ کے پڑھ لو تو ہدایت النحو پڑھنے والے طلبہ سے بھی بحث کر سکتے ہو''۔ بس پھر کیا تھا ''ہدایت النحو کے طلبہ سے بحث'' کا ایسا جنون سوار ہوا کہ مَیں نے پوری توجہ سے اس حاشیہ کو پڑھنا اور ضروری باتیں یاد کرنا شروع کر دیں، یہ تو یاد نہیں آ رہا ہے کہ کبھی ''ہدایت النحو کے طلبہ سے بحث'' کی نوبت آئی یا نہیں اور اگر آئی تو اس کا نتیجہ کیا رہا، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ خود میں نے جب ہدایت النحو اور شرح مأۃ عامل پڑھنا شروع کی تو اس حاشیہ کی وجہ سے ان کتابوں کو سمجھنا میرے لئے آسان ہو گیا۔ جب شعور پختہ ہوا اور درسیات کے علاوہ بھی اِدھر اُدھر کی کتابیں دیکھنا شروع کیں تو استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی کی ''تحقیق الفتویٰ'' پڑھنے کا اتفاق ہوا (یہ الگ بات ہے کہ اس وقت وہ کتاب زیادہ سمجھ میں نہیں آئی تھی) اصل کتاب فارسی میں تھی علامہ شرف صاحب نے اس کا سلیس ترجمہ کیا ہے اور ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا ہے، یہ شرف صاحب سے میری دوسری ملاقات تھی، اس کے بعد ''باغی ہندستان'' میں شامل شرف صاحب کا ضمیمہ دیکھا، پھر سیف الجبار کا مقدمہ پڑھا، ''القول الجلی کی بازیافت'' کے عنوان سے ان کا تفصیلی مضمون دیکھا، استاذ العلما مفتی عزیز احمد قادری بدایونی کا ترجمۂ قرآن پاکستان سے چھپ کر آیا تو اس پر بھی شرف صاحب کا مقدمہ اور تعارف مترجم موجود تھا، ان کے علاوہ بھی اور بہت سی تحریریں دیکھیں، ان سب کو پڑھ کر شرف صاحب کی شخصیت کا جو خاکہ ذہن میں بنا وہ کچھ اس طرح تھا کہ درس نظامی کے بہترین عالم، مدرس، محقق، سنجیدہ اور تعمیری فکر کے حامل، ایک شگفتہ، باوقار، رواں دواں اور عالمانہ قلم کے مالک، وسیع القلب، کشادہ نظر، مشربی تعصبات اور تنگ نظریوں سے پاک، اور جماعت وملت کا حقیقی درد رکھنے والی شخصیت۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ خالص درسگاہی اور دارالافتائی حضرات باغ و بہار اور طلسم ہوشربا کے زمانہ کی اردوئے معلیٰ لکھنے کے عادی ہوتے ہیں، یہ کوئی قاعدۂ کلیہ نہ سہی لیکن کسی نہ کسی درجہ میں اس کو درست مانا جا سکتا ہے، تاہم اگر یہ قاعدۂ کلیہ ہی ہو تب بھی میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح ہر قاعدۂ کلیہ سے کچھ جزئیات مستثنیٰ ہوتے ہیں اسی طرح اس قاعدہ سے دو لوگ مستثنیٰ ہیں (یہ میرا ناقص خیال ہے، ورنہ اس فہرست میں اور بھی نام ہو سکتے ہیں) ایک مولانا محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور دوسرے علامہ عبدالحکیم شرف قادری، ان دونوں

* خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف، اتر پردیش، بھارت۔

حضرات کے قلم میں مَیں نے یہ خاص بات نوٹ کی کہ خالص درسگاہی ہونے کے باوجود یہ حضرات ایک شگفتہ، اور معیاری نثر لکھنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ شرف صاحب کی تحریروں میں مَیں نے ایک خاص بات یہ بھی دیکھی کہ وہ جماعت کی ''یک قطبیت'' کے نظریہ کے حامل نہیں تھے، بلکہ تمام اکابر اہل سنت کے کارناموں کا اعتراف، تمام قدیم خانقاہوں اور خانوادوں کی علمی اور تبلیغی خدمات کا تذکرہ، اور تمام معاصر علما و مشائخ کی قرار واقعی قدر و منزلت کے قائل تھے۔ نہ تو غیر ضروری طور پر کسی کے تذکرے کو طول دیتے تھے اور نہ ہی موقع محل کے تقاضے کے باوجود کسی کے ذکر میں بخل سے کام لیتے تھے، یہ ان کی ایسی خوبی تھی جو ان کو ان کے بیشتر معاصرین سے ممتاز کرتی ہے۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء میں حضرت تاج الفحول شاہ عبدالقادر بدایونی قدّس سرّہ کے سوسالہ عرس کے موقع پر عالمی پیمانے پر جشن صد سالہ کا انعقاد کیا گیا، اس میں شرکت کے لئے مَیں نے حضرت شرف صاحب کی خدمت میں دعوت پیش کی، آپ نے منظور فرمائی، لیکن قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے ہزار کوشش کے باوجود ان کو ہندستان کا ویزہ نہیں مل سکا، لہٰذا وہ جشن میں شریک تو نہ ہو سکے لیکن وعدے کے مطابق ماہنامہ مظہر حق بدایوں کے ''تاج الفحول نمبر'' کے لئے ایک مبسوط مقالہ ارسال فرمادیا جو آج نمبر کی زینت ہے، اور اس کے معیار، ثقاہت اور وقعت میں اضافہ کر رہا ہے۔ شرف صاحب نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں، درجنوں عربی و فارسی کتابوں کو اردو کا قالب عطا کیا، اکابر کی بہت سی نایاب و نادر کتابیں غبار آلود الماریوں سے نکال کر تقدیم و تحقیق کے ساتھ شائع کیں، بے شمار کتابوں پر مقدمہ، تقریظ، تقریب اور تعارف تحریر کیا، اس کے علاوہ سیکڑوں طویل و مختصر مضامین و مقالات تحریر فرمائے گویا ان کی پوری زندگی لکھنے پڑھنے ہی میں صرف ہوئی۔

ستمبر ۱۹۹۹ء میں ازہر شریف میں میرا داخلہ کروانے کے لئے والد گرامی قدر حضرت شیخ عبدالحمید سالم قادری مدظلہ مجھے مصر لے گئے، ازہر شریف میں سب سے پہلے جس اردو بولنے والے طالب علم سے ملاقات ہوئی وہ فاضل جلیل ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب تھے، تعارف کے بعد معلوم ہوا کہ آپ علامہ عبدالحکیم شرف صاحب کے فرزند ہیں، اور یہاں ازہر میں علامہ فضل حق خیرآبادی کی عربی شاعری پر پی. ایچ. ڈی. کر رہے ہیں، ان سے ملاقات کر کے مجھے اپنائیت کا احساس ہوا، اور لاشعور میں اجنبی ملک میں تنہا رہنے کا جو ایک خوف سا تھا وہ ممتاز صاحب سے ملاقات کر کے اطمنان میں تبدیل ہو گیا، ممتاز صاحب نے بتایا کہ چند ہی روز میں پاکستان سے علامہ شرف قادری صاحب اور حضرت سید وجاہت رسول قادری صاحب تشریف لانے والے ہیں، میرے لئے یہ اطلاع کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھی، بہر حال یہ دونوں حضرات مصر تشریف لائے، اور ایک دن اچانک ممتاز صاحب دونوں حضرات کو لے کر ہمارے ہوٹل پہنچ گئے، یہ شرف صاحب سے والد گرامی کی بھی پہلی ملاقات تھی، اور میں بھی پہلی بار ان کی زیارت کر رہا تھا، ان کو دیکھ کر، اور ان کی گفتگو سن کر جو پہلا تأثر میرے ذہن پر قائم ہوا وہ یہ تھا کہ۔ ع۔ ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں۔

اس سفر میں ان سے مزید چند بار نیاز حاصل ہوا، ان کی کسر نفسی، تواضع، اخلاق، اور خوردہ نوازی نے بے حد متأثر کیا، علم و فن کی ان ہمالیائی بلندیوں پر فائز ہونے کے باوجود ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم کے لئے بھی انکسار، تواضع اور شفقت بھرا سلوک کرنا، عظمت کا یہ پہلو یا تو مَیں نے اپنے استاذ گرامی امام علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب میں دیکھا یا پھر اس کی جلوہ نمائی حضرت علامہ شرف صاحب میں نظر آئی۔

مصر میں میرے پانچ سالہ قیام کے دوران محترم ممتاز سدیدی صاحب سے بڑے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے، اگر چہ وہ مجھ سے بہت سینیئر تھے مگر انہوں نے کبھی اپنے اس ''بڑپّن'' کا احساس نہیں کروایا، ممتاز صاحب کے ذریعہ شرف صاحب کی خیریت برابر ملتی رہتی تھی۔ ممتاز صاحب علامہ فضل حق خیرآبادی کی عربی شاعری پر ڈاکٹریٹ کر رہے تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر مدرسۂ قادریہ بدایوں کے کتب

خانہ میں اس سلسلہ میں کچھ مواد ہو تو وہ فراہم کرو، میں جب تعطیل میں انڈیا آیا تو اپنے کتب خانہ کے حصۂ مخطوطات کا جائزہ لیا، حسنِ اتفاق کتب خانہ میں استاذِ مطلق، علامہ خیر آبادی کے آٹھ دس غیر مطبوعہ قصائد موجود تھے، میں نے ان کی فوٹو کاپی کروا کے ممتاز صاحب کی خدمت میں پیش کردی، ایک بار ممتاز صاحب کے توسط سے بذریعہ انٹرنیٹ شرف صاحب سے بات کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، ان قصائد کی فراہمی پر بہت دیر تک شکریہ ادا کرتے رہے اور دعاؤں سے نوازتے رہے، میں نے عرض کیا لاشکر علی الواجب یہ تو میرا فرض تھا، میرے دادا حضرت مولانا عبدالقدیر بدایونی دو واسطوں سے علامہ خیر آبادی کے شاگرد ہیں، اور ان کے والد حضرت تاج الفحول براہ راست استاذِ مطلق خیر آبادی کے شاگرد تھے، ان دونوں نسبتوں کی وجہ سے علامہ پر ہونے والے کسی بھی کام میں تعاون کرنا میرا فرض بنتا ہے۔ اس جواب پر مزید خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔

یہ غالباً جنوری ۲۰۰۴ء کی بات ہے، جب مَیں مصری دارالافتاء میں ''تربیت افتاء'' کا کورس کر رہا تھا، یہ مصر میں میرا آخری سال تھا، ایک روز ممتاز صاحب نے بتایا کہ قبلہ شرف صاحب مصر تشریف لا رہے ہیں، مجھے اس خبر سے مسرت ہوئی کہ ایک بار پھر مصر میں زیارت اور استفادہ کا موقع میسر آ گیا۔ ممتاز صاحب کے احباب میں سے کسی کے فلیٹ میں ان کے قیام کا انتظام کیا گیا تھا، مَیں جب ملاقات کے لئے جانے لگا تو دل میں خیال آیا کہ خالی ہاتھ جانا مناسب نہیں ہے، کوئی تحفہ لیتا چلوں، سوچا کہ عمدہ قسم کی مصری مٹھائی خریدلوں، پھر معاً یاد آیا کہ پچھلی بار جب تشریف لائے تھے تو ہاتھ میں معمولی قسم کی گھڑی باندھے ہوئے تھے، لہٰذا میں نے سوچا کہ ایک قیمتی گھڑی نذر کردوں، پھر خیال آیا کہ حضرت پڑھنے لکھنے والے آدمی ہیں گھڑی کے مقابلہ میں ان کے لئے کتابوں کا تحفہ زیادہ مناسب رہے گا، مگر سوال یہ ہے کہ کون سی کتاب پیش کروں وہ ایسے وسیع المطالعہ ہیں کہ دنیا جہان کی کتابیں ان کی نظر سے گذر چکی ہیں، آخر یہ طے کیا کہ کتاب کے بارے میں خود انہیں سے پوچھ لوں گا، محبِ گرامی مولانا تاج محمد قادری ازہری کے ساتھ ملاقات کے لئے حاضر ہوا، میں جب کمرے میں داخل ہوا تو حضرت بیڈ پر تشریف فرما تھے، دیکھتے ہی ازراہ کرم فرمائی کھڑے ہوگئے گلے سے لگالیا، میں نے دست بوسی کرنا چاہی تو مسکرا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ اپنے پاس بٹھایا، والد گرامی کی خیریت پوچھی، تعلیم کے بارے میں پوچھا، اور کافی دیر تک مشفقانہ گفتگو کرتے رہے، میں نے کتاب کے بارے میں عرض کیا تو پہلے تو فرماتے رہے کہ اس زحمت کی کیا ضرورت ہے، جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا ''ابوحمزہ الازدی کی کتاب بھجۃ النفوس کی تلاش تھی، پاکستان میں تو ملتی نہیں ہے اگر یہاں دستیاب ہو تو بہتر ہے، میں نے عرض کیا کہ ایک دو روز میں آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا، یہ کتاب عبداللہ بن سعد ابوحمزہ الازدی متوفی ۶۷۵ھ کی ہے۔ مصنف نے اس میں صحیح بخاری کی منتخب احادیث جمع کر کے ان کی فاضلانہ شرح کی ہے، کتاب کا پورا نام ''بھجۃ النفوس وغایتھا بمعرفۃ مالھا وما علیھا'' ہے، اگلے تین چار روز میں مَیں نے قاہرہ کے بیسیوں مکتبے کھنگال ڈالے مگر یہ کتاب نہیں ملی، میرے دوست تاج محمد صاحب نے مشورہ دیا کہ ہمارے کلیہ اصول الدین کی لائبریری میں یہ کتاب موجود ہے وہاں سے فوٹو کاپی کروالی جائے، ہم نے بات کی مگر کچھ ایسی قانونی پیچیدگیاں آڑے آگئیں کہ فوٹو کاپی ممکن نہ ہو سکی، مجھے بہت ندامت اور شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا، بہرحال میں نے صورت حال سے ان کو آگاہ کردیا، اور عرض کیا کہ کسی اور کتاب کے بارے میں حکم فرمائیں، انہوں نے پھر فرمایا کہ چھوڑو کیوں زحمت میں پڑتے ہو، میں نے عرض کیا کہ یہ زحمت نہیں بلکہ میری سعادت ہوگی، آپ نے فرمایا اچھا اگر اصرار ہی ہے تو فتح المتعال لے آؤ، یہ کتاب شیخ احمد المغربی کی ہے اس کا پورا نام ''فتح المتعال فی مدح النعال'' ہے، سوئے اتفاق مجھے اگلے دن کسی ضروری کام سے اسکندریہ جانا پڑ گیا، واپس آیا تو ایک دن دارالافتاء میں مصروف رہا اگلے روز کتاب خریدنے نکلا تو کئی جگہ معلوم کرنے پر یہ کتاب بھی نہیں ملی، ایک مکتبہ والے نے کہا کہ کتاب کے دو تین نسخے گودام میں کہیں رکھے ہیں کل آئیے میں

نکلوا کر رکھ لوں گا، اگلے دن اس کے پاس پہنچا تو اس نے معذرت کی کہ میں کتاب تلاش نہیں کروا پایا آپ شام کو آ کر لے جائیں میں ابھی تلاش کرواتا ہوں، شام کو میں کسی الجھن کا شکار ہو گیا اور کتاب لینے نہیں جا سکا، اسی طرح شرف صاحب کی روانگی کا دن آ گیا اور میں کتاب نہیں لا سکا۔ میں نے بڑی ندامت سے کہا کہ دو تین ماہ کے بعد ممتاز صاحب پاکستان جانے والے ہیں میں یہ دونوں کتابیں ان کے ساتھ بھیج دوں گا، ممتاز صاحب کی روانگی کے وقت تک بہجۃ النفوس تو دستیاب نہ ہو سکی البتہ میں نے فتح المتعال ان کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔

ایک روز بعض احباب نے (غالباً برطانیہ کے طلبہ نے) حضرت کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام کیا تھا، ہندو پاک کے علاوہ اور دوسرے ممالک کے طلبہ بھی مدعو تھے، مجھے بھی دعوت دی گئی تھی، میں پہنچا تو حضرت حسب عادت شفقت اور محبت سے پیش آئے، ہال میں کافی طلبہ اور پاکستانی سفارت خانہ کے کچھ افراد موجود تھے، میں اپنے آپ کو ''بدنام کنندہ نکونامے چند'' سمجھتا ہوں، میرے قریبی احباب میری اس عادت سے واقف ہیں کہ میں اپنے اسلاف کی عظمت، ان کے کارنامے، اور ان کی خدمات کا جا اور بے جا تذکرہ کر کے اپنا قد اونچا کرنے کی کبھی کوشش نہیں کرتا، میں جب شرف صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ بہت دیر تک طلبہ اور سفارت خانہ کے افراد کے سامنے اکابر بدایوں کی خدمات کا تذکرہ فرماتے رہے، مجھے ایک عجیب قسم کی شرمندگی کا احساس ہوا۔

ممتاز صاحب نے بتایا تھا کہ شرف صاحب اردو میں ترجمۂ قرآن کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، ابھی چند روز قبل ماہنامہ اشرفیہ کا تازہ شمارہ نظر سے گزرا اس میں شرف صاحب کا خط شائع کیا گیا ہے، اس میں حضرت لکھتے ہیں کہ ترجمۂ قرآن کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، یہ پڑھ کر مجھے بڑی مسرت ہوئی، میں ارادہ کر رہا تھا کہ خط لکھ کر حضرت کو اس پر مبارک باد پیش کروں، مگر اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی، وہ اب ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں ان کو ان کی اس خدمت پر شایانِ شان انعام ملنے والا ہے۔

ابھی خیالات کا دھارہ یہیں تک پہنچا تھا کہ اچانک موبائل پر میسج موصول ہونے کا اشارا ملا، میں خیالوں کی دنیا سے باہر آیا، موبائل دیکھا تو بمبئی سے جناب سعید نوری صاحب کا میسج تھا انہوں نے بھی اسی سانحہ کی اطلاع دی تھی۔

میں نے سوچا کہ اپنے کرم فرما دوست مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب کو خط لکھ کر تعزیت کروں، مگر پھر خیال آیا کہ تعزیت کے چند رسمی جملے اپنے دامن میں اتنی وسعت نہیں رکھتے جن سے میرے اس صدمے کا صحیح معنوں میں اظہار ہو سکے جو مجھے شرف صاحب کے سانحۂ ارتحال سے پہنچا ہے، یہ صدمہ اور نقصان صرف ممتاز سدیدی صاحب یا ان کے اہل خانہ کا نہیں ہے، بلکہ یہ پوری جماعت اور ملت کا نقصان ہے، اور اس جماعت کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے میں اپنا حق سمجھتا ہوں کہ اس سانحہ پر لوگ مجھ سے تعزیت کریں۔ بہر حال میں ذاتی طور پر، خانقاہ قادریہ بدایوں کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے، اور کاروان جام نور کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اپنی طرف سے، خانقاہ قادریہ کی جانب سے اور ادارہ جام نور کی جانب سے اس عظیم سانحہ پر اپنے حزن وغم کا اظہار کرتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ رب مقتدر حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے، ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، ان کو اجر جزیل عطا فرمائے، ہمیں ان کے چھوڑے ہوئے علمی اور تحقیقی ورثے کو عام کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ان جیسا اخلاص، علم، عمل اور خدمت دین متین کا جذبہ ہم جیسے ناکارہ لوگوں کو بھی عطا فرمائے، آمین۔

جانے کو تو جائیے گا جو آیا ہے عدم سے
افسوس تو اس کا ہے وہ پہلے گئے ہم سے

# یادگار شرفِ ملت

## شرفِ ملت حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کے قلم سے مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''معارفِ رضا'' صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کو لکھے جانے والے آخری خط کا مضمون

ملکی اور خاص طور پر کراچی کے ۱۲ مئی کے واقعے پھر بارشی سیلاب کی تباہ کاریوں کی بناء پر ہر آدمی دل گرفتہ ہے، راقم اس لئے بھی دل گرفتہ ہے کہ آپ کی دعاؤں سے محروم ہو گیا ہے۔

سادات تو بڑے ہی کرم اور درگزر کرنے والے ہوتے ہیں۔ ''والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس'' آپ کے ساتھ ہمارا کوئی معمول اور کمزور تعلق تو نہیں ہے، قاہرہ کے گلی کوچے اس کے گواہ ہیں۔ اگر آپ نے آج ہی ہمارا ہاتھ چھوڑ دیا تو کل روز قیامت کون ہمارا ہاتھ پکڑے گا؟

فقیر کی ناسازیِ طبیعت روز افزوں ہے، چند قدم چلنے سے سانس پھول جاتا ہے، نقاہت اتنی ہے کہ بعض اوقات فرض کی کچھ رکعتیں بیٹھ کر ادا کرتا ہوں۔

گزشتہ دنوں آپ کا ارسال کردہ پیکٹ موصول ہوا تھا جس میں معارف رضا کے عربی، اردو شماروں کے علاوہ متعدد مطبوعات بھی تھیں کرم فرمائی کا شکریہ۔ عزیزہ روحاء اور فاطمہ کو پیار، ڈاکٹر صاحب اور صاحبزادوں کو سلام۔

# تعزیت نامے

## بروصال شرفِ ملّت حضرت علّامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رقم طراز ہیں:

می روی و گریہ می آید مرا
ساعتے بنشیں کہ باراں بگورد

محبی ومخلصی بکنارِ شکیبائی آرام گرفتہ باشد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۸رشعبان المعظم ۱۴۲۸ھ / یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کو علی الصبح عزیزانِ گرامی ابوبکر وعمر سلمھما نے یہ غم ناک خبر سنائی کہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ط

آئے بھی اور گئے دل بھی وہ لے کر غمگین
ہائے کیا کیا نہ ہوا ہم کو خبر ہونے تک

مولیٰ تعالیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مغفرت فرماکر اپنے جوارِ اقدس میں درجاتِ عالیہ عطا فرمائے اور تمام پس ماندگان، محبین، مخلصین ومریدین کو صبر واستقامت اور اس پر اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت علامہ یادگارِ سلف تھے۔ افتخارِ خلف تھے۔ استاذ الاساتذہ تھے۔ آبروئے اہلِ سنت تھے۔ ملّتِ اسلامیہ کا انمول سرمایہ تھے۔ انہوں نے دین ومسلک کی خوب خدمت کی اور خدمت کا حق ادا کردیا۔ آپ سب برادران سلمھم الرحمان۔ تلامذۂ کرام اور علمی آثار ان کی یادگار ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان یادگاروں کو قائم رکھے اور اپنے فضل وکرم سے نوازتا رہے۔ آمین!

حضرت علیہ الرحمہ حق گو تھے، حق پسند تھے۔ انہوں نے کبھی حق گوئی میں نہ شاگردوں کی رعایت کی، نہ مریدوں کی اور نہ احبابِ اہلِ سنّت کی۔ انہوں نے ہمیشہ شریعت کی پاسداری فرمائی۔ وہ اپنے دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا کرتے تھے۔ بدخواہوں سے ملتے تھے، صلۂ رحمی کے داعی تھے۔ انہوں نے مسلسل ۳۵ سال فقیر سے مراسمِ محبت واخلاص قائم رکھے۔ شدید علالت کے زمانے میں بھی مراسلت کا سلسلہ نہ ٹوٹا۔ انہوں نے آخری دم تک محبت کو نبھایا۔ وہ بڑے وفا شعار اور دلدار تھے۔ جب بھی فقیر نے کوئی علمی کام سپرد کیا تو کبھی معذرت نہ فرمائی۔ بڑے سے بڑا کام کیا۔ فتح مبین (مطبوعہ کراچی ۲۰۰۶ء) کا مسودہ دکھایا تو فرمایا "پڑھ کر بہت محظوظ ہوا۔" فقیر جب لاہور حاضر ہوتا تو جامعہ نظامیہ لاہور میں ملاقات کے لئے جاتا وہ فقیر کی اقامت گاہ (لاہور) پر بھی تشریف لائے۔ وہ جب کراچی تشریف لاتے تو ضرور شرفِ ملاقات سے نوازتے اور فقیر کے غریب خانے پر تشریف لاتے۔ مختلف محافل میں بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ان کی یاد دل میں رہے گی۔

انہوں نے کبھی جدید علماء ومشائخ کی طرح توپ بندوق کا سہارا نہ لیا۔ اللہ کا سہارا ہی ان کا سہارا تھا۔ ان کے اندر خود پسندی اور خودنمائی کا شائبہ تک نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اور کام روشن کردیا۔ فرزندِ طریقت صوفی محمد عبدالستار طاہر زید مجدہٗ نے حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں ان کے حالات، دینی خدمات اور علمی آثار کا اپنی تصانیف میں احاطہ کیا جو شائع ہوچکی ہیں۔ وہ قابلِ مبارکباد اور لائقِ تحسین ہیں۔

ضبط کن تاریخ را زندہ شو
از نفس ہائے رمیدہ پائندہ شو

حضرت علامہ علیہ الرحمہ نے شدید علالت کے دوران بھی دینی خدمات کو جاری رکھا۔ ترجمہ قرآن ان کا عظیم کارنامہ ہے جو علالت کے دوران ہی پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ ان کو دیکھ دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ وہ آلام ومصائب کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

تیری مرضی جو دیکھ پائی ہے
خلش درد کی بن آئی ہے

وہ بڑے باہمت اور صاحبِ استقامت تھے۔ بیماری کے آگے سرنگوں نہ کیا۔ سرفراز رہے۔ ایک عرصہ جامعہ نظامیہ لاہور میں پڑھایا۔ پھر جامعہ اسلامیہ لاہور میں اعزازی طور پر اسی منصب پر فائز رہے۔ احقر زادہ محمد مسرور احمد سے یہ سن کر اطمینان ہوا کہ مزارِ مبارک بھی دولت کدے کے قریب ہی ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

الحمد للہ! آپ (مولانا پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی) حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے لائق وفائق فرزند ہیں۔ آپ سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ خلوص وللّٰھیت سے کام کئے جایئے۔ نہ مدح کرنے والوں کی مدح سے خوش ہوں اور نہ قدح کرنے والوں کی قدح سے رنجیدہ ہوں۔ متوجہ الی اللہ رہیں تاکہ سکون وطمانیت رفیقِ سفر رہے۔ اللہ تعالیٰ تمام اہلِ خانہ، برادران مولانا مشتاق احمد، حافظ نثار احمد سلمہما اور مخلصین ومتوسلین کو صبر واستقامت عطا فرمائے۔ آمین! فقیر اور تمام اہلِ خانہ، مریدین ومحبین آپ کے شریکِ غم ہیں۔

............ ××× ............

**علامہ مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی مدظلہ العالی رقمطراز ہیں:**

عزیزم محترم فاضل معظم مولانا المکرّم صاحبزادہ سلمہ ربہ

ہدیہ سلام مسنون۔ دعوات صالحہ کثیرہ وافرہ۔ آپ کے عظیم المرتبت سراپا اخلاص ومروت والدگرامی نازش اہلسنت شرفِ ملت علیہ الرحمۃ کے انتقال پُر ملال کی خبر اندوہ اثر پر شدید وملال اور بڑا دکھ ہوا۔ جس وقت انتقال پر ملال کی المناک خبر ملی نمازِ جنازہ میں شامل ہونا کسی طرح ممکن ہی نہیں تھا یہاں سے لاہور دن میں سات آٹھ گھنٹہ اور رات میں چھ گھنٹہ کا سفر ہے۔ اور فقیر صاحب فراش مسلسل علیل اور ضعف ونقاہت کا شکار ہے۔ ہری پور ہزارہ کے دور سے فقیر کے حضرت شرفِ ملّت سے گہرے روابط تھے اکثر خط وکتابت رہتی تھی۔ گزشتہ چار پانچ ماہ کے خطوط سامنے ہیں اکثر بار بار پڑھتا رہتا ہوں۔ ان کے انتقال پر فضائے سنیت اور علمی وتحقیقی اور درسی تدریسی حلقے سوگوار ہیں کیا کیا جائے۔ دنیا میں کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے اُسی کا ہے جو اُس نے دیا اُسی کا ہے جو اُس نے لیا۔ صبر پر بہتر اجر ہے۔ اپنے قلبی تاثرات کیسے بیان کروں۔ ایک دیرینہ رفیق وشفیق ہمدم ودمساز کی جدائی المناک، اندوہناک ہے۔ فقیر کی آراء کو بہت اہمیت دیتے تھے، قبول فرماتے تھے۔ فقیر کی تقریباً ہر کتاب میں حضرت ممدوح کے تاثرات وتبصرے ہیں۔ فقیر علیل، تلاش کون کرے؟ یہ ایک حادثہ فاجعہ وحادثہ جانکاہ ہے وہ سراپا اخلاص ومروت سنیت کا سچا درد رکھتے۔ یہاں ۱۰ شعبان المعظم تا ۲۵ دورۂ عقائد مناظرہ ہوتا ہے۔ ۲۰؍شعبان کو جلسہ تھا عزیزم مولانا محمد داوٗد رضوی (گوجرانوالہ) اور بہت سے علماء تھے لنگر شریف تھا۔ آپ کے لئے فاتحہ خوانی وایصالِ ثواب کیا گیا۔ مختصر حالات مبارکہ بیان کئے گئے۔ مولیٰ تعالیٰ جل وعلا آپ کے درجات بلند فرمائے آپ جملہ اخوان واہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ تمام بھائی محبت، پیار، اتفاق واتحاد ویکجہتی سے رہیں اور مولانا مرحوم کے مشن پر ان کی اتباع میں دینی وعلمی خدمات سرانجام دیتے رہیں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کا حافظ وناصر ہو۔ غالباً ختم چہلم شریف رمضان المبارک کے بعد ہوگا۔ تاریخ چہلم سے مطلع فرمائیں۔ کارلائقہ سے یاد فرماتے رہیں۔ فقیر کے لئے بھی صحت وقوت کی دعا فرماتے رہیں۔ تمام عزیزان واخوان خانوادہ کے افراد کو سلام ودعا۔ فقیر زادہ مولوی سردار احمد رضا مشرف القادری سلمہ کی طرف سے سلام دعا اور مضمون واحد متصور ہو۔

**علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی وجملہ اراکین، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف:**

ابھی ہم اہلسنّت صدر العلما محدث بریلوی کے انتقال پرملال کے صدمہ جانکاہ سے متاثر ہوکر رنج والم میں مبتلا تھے ہی کہ اچانک کراچی (پاکستان) سے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر اعلیٰ مولانا وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی نے چند گھنٹے پہلے فون پر ہمیں یہ اندوہناک خبر سنائی کہ تصنیف وتحقیق کے میدان کا ایک شہسوار ہم سے

رخصت ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یعنی بدرِ سنیت، شرفِ ملت، استاذ الاساتذہ، میدانِ تحقیق کے شہسوار، مملکتِ تصنیف کے شہریار، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ، موصوف باوْصافِ جلیلہ حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عبد الحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور (پاکستان) علیہ الرحمۃ والرضوان۔

موصوف کی مکمل زندگی خدمتِ دینِ متین سے عبارت تھی، درس وتدریس کی دنیا میں شہرتِ دوام حاصل کرتے ہوئے تصنیف وتالیف کی جولاں گاہ میں بھی آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اس طرح یکے بعد دیگرے تیزی کے ساتھ اساطین اہلسنت کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا بلاشبہ قوم کے لئے سخت باعثِ رنج والم ہے۔

حضرت شرفِ ملت خود تو عظیم مصنف تھے ہی، دوسروں کو بھی اس دریا کی غواصی کرنے کی رغبت دلاتے بلکہ بھرپور تعاون بھی فرماتے۔ راقم کی آپ سے ملاقات اب سے تقریباً سات سال پہلے اس وقت ہوئی تھی، جب آپ نے بریلی شریف کا سفر فرمایا تھا۔ میں اس وقت ''جامع الاحادیث'' کی ترتیب میں مصروف تھا۔ جامعہ نوریہ تشریف لاکر میری کاوش کو ملاحظہ فرمایا اور خوب خوب سراہا، دعاؤں سے نوازتے ہوئے حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے اور مفید مشوروں سے بھی شاد کام فرمایا، امام احمد رضا کی تصانیف میں ''ختم النبوۃ'' جو تین سو احادیث پر مشتمل ہے میرے پاس نہیں تھی۔ جب اس کتاب کا ذکر آیا تو فرمایا: ہمارے یہاں سے شائع ہوئی ہے میں پاکستان جاکر بھیج دوں گا۔ پھر میں نے چند ایام کے بعد دیکھا تو آپ کی نوازش سے نہایت متعجب ہوا کہ بلا تاخیر وہ کتاب آپ نے ارسال فرمائی۔ یہ ان کا غایت لطف وکرم تھا، یہی نہیں بلکہ میں نے ''جامع الاحادیث'' پر تقریظ کے لئے عرض کیا تو ذرہ نوازی فرماتے ہوئے کرم بالائے کرم فرمایا اور چند ایام کے اندر وہ تقریظ بھی آپ نے بذریعۂ ڈاک نہایت جلد ارسال فرمادی جو جامع الاحادیث کے مقدمہ میں صفحہ (۲۶) پر موجود ہے، اس طرح کے اور بھی بہت سے کریمانہ خصائل ومحامد میں نے بچشم خود دیکھے۔ آپ کی تحریروں سے متانت وسنجیدگی، شستگی وشگفتگی، بالکل ظاہر وباہر ہے۔ رد وابطال کے لئے لکھی جانے والی تحریریں نہایت محققانہ ہوتی ہیں، دعوے کے اثبات میں حوالوں کی کثرت آپ کی وسعتِ مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہے، آپ نے جس میدان میں اشہبِ قلم کو مہمیز لگائی اس میں گوئے سبقت لے گئے۔ جامعہ نوریہ رضویہ میں ہم لوگوں نے آپ کی آمد پر استقبالیہ کا پروگرام رکھا تھا اس میں آپ نے تقریر فرمائی جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

دورِ حاضر میں طلبہ کی طرف توجہ کے ساتھ تصنیف وتالیف کی جانب بھی ان کو متوجہ کیا جائے ان کو تحریری مشقیں کرائی جائیں، ساتھ ہی یہ بات ان کے ذہن نشین کرائی جائے کہ جب کچھ لکھنے کے قابل ہوجائیں تو کسی ایک موضوع پر ضرور کچھ نہ کچھ لکھتے رہیں۔ اس کے ساتھ ہی حضور محدثِ اعظم پاکستان کا ایک مقولہ ارشاد فرمایا کہ آپ فرماتے تھے: ہر دن ضرور کچھ نہ کچھ لکھو خواہ صرف تین سطریں ہوں، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جلد ہی وہ دن آجائے گا کہ روزانہ یہ مختصر کوشش ایک دن قابلِ قدر تصنیف وتالیف کی شکل میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوجائے گی، اور آپ کو اپنی دینی خدمت پر مسرت وخوشی حاصل ہوگی۔

شرفِ ملت مدۃ العمر محدثِ اعظم کے اس فرمان پر عمل پیرا رہے بلکہ آپ کے اس مشغلہ میں روز افزاں ترقی ہوگئی، جبھی تو آپ کو عصرِ حاضر کے مصنفین ومحققین میں نمایاں مقام اور امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

مولیٰ تعالیٰ آپ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان بالخصوص صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا ممتاز احمد سدیدی (فاضل جامع ازہر، مصر) کو صبرِ جمیل کی دولت عظمیٰ سے سرفراز فرمائے، نیز آپ کو اپنے والد گرامی علیہ الرحمۃ کا سچا جانشین بنائے آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والسلام۔

ہم سب اراکین امام احمد رضا اکیڈمی تعزیت کرتے ہیں اور غم میں برابر کے شریک ہیں۔

**دعوتِ اسلامی کے شعبۂ نشرواشاعت کے نگران مفتی محمد عقیل العطاری المدنی کی جانب سے تعزیت نامہ موصول ہوا کہ:**

آہ اہلسنت و جماعت کو ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ کو ایک اور بڑے صدمے سے دوچار ہونا پڑا کہ محسن اہلسنت حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ تعالی کا انتقال ہوگیا ان للہ وانا الیہ راجعون اس بڑے صدمے پر شیخ طریقت امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی مدظلہ العالی نے فون پراور مکتوب کے ذریعے بھی حضرت کے صاحبزادہ پروفیسر ڈاکٹر مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب سے فون پر تعزیت کی جبکہ اراکین شورٰی اور مجلس جامعات المدینہ کے نگران نے بھی آپ کے صاحبزادگان سے فون پر تعزیت کی اور الحمدللہ عزَّ وجَلَّ تبلیغ قران وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک، دعوتِ اسلامی کے زیرِ انتظام پاکستان میں ۵ سے زائد مدارس بنام ''مدرسۃ المدینہ'' چل رہے ہیں۔ جن میں تادمِ تحریر پاکستان میں کم وبیش 42000 مَدَنی مُنّے اور مَدَنی مُنّیاں قرآنِ کریم حِفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم حاصل کررہے ہیں نیز 109 جامعات بنامِ ''جامعۃ المدینہ'' بھی قائم ہیں جن میں کثیر تعداد میں اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں درسِ نظامی کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ جامعات المدینہ اور مدارس المدینۃ کے طلبہ وطالبات اوردیگر اسلامی بھائیوں اوراسلامی بہنوں کی طرف سے حضرت قبلہ شرف ملت کے لئے کثیر ایصالِ ثواب کیا گیا، جس کی تفصیل یہ ہے:

| | |
|---|---|
| قرآنِ پاک | 84708۔ چوراسی ہزار سات سو آٹھ |
| یٰسین شریف | 19919۔ انیس ہزار نوسو انیس |
| درودِ پاک: | 63844008۔ چھ کروڑ اڑتیس لاکھ چوالیس ہزار آٹھ |
| کلمہ شریف | 1576577۔ پندرہ لاکھ چھہتر ہزار پانچ سو ستتر |
| سورۂ ملک | 25500۔ پچیس ہزار پانچ سو |
| سورۂ رحمٰن | 3126۔ تین ہزار ایک سو چھبیس |
| سورۂ مزمل | 15521۔ پندرہ ہزار پانچ سو اکیس |
| مختلف پارے | 19326۔ انیس ہزار تین سو چھبیس |
| مختلف سورتیں | 304050۔ تین لاکھ چار ہزار پچاس |
| وظائف | 596652۔ پانچ لاکھ چھیانوے ہزار چھ سو باون |

**تعزیتی مکتوب امیر اہلسنت مدظلہ العالی**

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم سگِ مدینہ محمد الیاس عطار قادری رضوی عفی عنہ کی جانب سے لواحقین وشہزادگانِ حضرتِ شَرَفِ ملّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گنبدِ خضرا کو چومتا ہوا، گردِ کعبۂ مشرّفہ گھومتا ہوا مَدَنی مٹھاس سے تربتر مُشکبار سلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ رب العلمین علی کل حال

عرش پر دھومیں مچیں وہ مؤمنِ صالح ملا
فرش سے ماتم اُٹھا وہ طیّب وطاہر گیا

افسوس صد افسوس! علم وعرفاں کا ایک روشن چراغ گُل ہوگیا آہ! سرمایۂ اُمت، محسنِ اہلسنّت، رہبرِ شریعت، شرفِ ملّت استاذ العلماء حضرت علامہ مولٰینا عبد الحکیم شرف قادری علیہ رحمۃ اللہ القوی ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ کو رحلت فرماگئے۔ اللہ ربُّ العزت تبارک وَ تعالٰی حضرتِ علاّمہ شرف ملّت کی دینی وملی، تحریری وتقریری خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے، اللہ عزوجل حضرت کو غریقِ رحمت فرمائے، حضرت کی تربتِ اطہر پر رحمت ورضوان کے پھول برسائے۔ حضرت کے مرقدِ انور اور مدینے کے تاجوَر صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے روضۂ مُنوَّر کے درمیان جتنے پردے حائل ہیں سب اُٹھا کر حضرت کو رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، راحت العاشقین، سراج السالکین صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے حسین جلووں میں گُمادے۔ اللہ عزوجل حضرتِ شرف ملّت کی بے حساب مغفرت فرماکر انہیں جنّت الفردوس میں اپنے مَدَنی

محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہٖ وبارک وسلم کا پڑوس عنایت فرمائے۔اور حضرت کے جملہ لواحقین، شہزادگان، مُریدین، مُحِبّین ،مُعتقدین اور تلامذہ کوصبرِ جمیل اور صبرِ جمیل پر اجرِ جزیل مرحمت فرمائے۔اللہ عزوجل حضرت شرفِ ملّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جملہ اہلِ خانہ،مُریدین،مُتوَسِّلین،مُحِبّین ،تلامذہ اور مُعتقدین کو یہ صدمۂ جانکاہ برداشت کرنے کی ہمّت عطا فرمائے کاش!سب کونمازوں کی پابندی نصیب ہواور ہمارا بچّہ بچّہ سنّتوں کا پیکر بن جائے۔ہر دل میں شمعِ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فَرُوزاں ہوجائے۔خُصوصاً حضرت کے جملہ متعلّقین آسمانِ علم وفضل کے درخشندہ ستارے بن کر چمکیں اور ایک عالَم ان سے فیضاب ہو اور حضرت صاحب کیلئے خوب خوب بلندیٔ درجات کا سامان ہو۔امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

واسِطہ پیارے کا مولیٰ جوکوئی سُنّی مرے
تیرے شاہد یُوں نہ فرمائیں کہ وہ فاجر گیا
(حدائق بخشش شریف)

آہ!صد ہزار آہ!سگِ مدینہ عُفی عنہ اپنے آپ کونیکیوں سے بہت زیادہ دُور اور اپنے نامۂ اعمال کو بدکاریوں سے بھر پور پاتا ہے۔مگر رحمتِ خداوندی عزوجل سے مایوسی بھی نہیں۔یقیناً قطعاًربّ حضورِ پُرنور عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس بات پر قادِر ضَرور ہے کہ وہ سگِ مدینہ عُفی عنہ کے جُملہ گناہ وقُصُور کونیکیوں سے بدل دے لہٰذا خدائے حمید ومجید عزوجل سے یہی اُمّید ہے کہ وہ مجھ پاپی وبدکار سخت گنہگار کے گناہوں کو محض اپنے فضل وکرم سے نیکیوں سے بدل دے گا۔ان شآءاللہ عزوجل ایسا ہی ہوگا۔اِسی اُمّید پر میں اپنی زندگی کے تمام تر اعمال محبوبِ ربِ ذوالجلال عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہِ بےمثال میں نَذر کر کے حضرت شرفِ ملّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نذُر کرتا ہوں۔

حضرت شرفِ ملّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دُنیائے فانی سے عالَمِ جاوِدانی کی طرف اِنتقال فَقَط اہل وعِیال ہی کیلئے باعثِ حُزن وملال نہیں،تمام احبابِ اہلسنّت کیلئے یہ ایک عظیم سانحہ ہے۔یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے''موتُ العالِم موتُ العالَم''یعنی عالِم کی موت عالَم کی موت ہے۔عالِم کی بھی کیا خوب شان ہوتی ہے!مشہور محدِّث حضرت سیّدُنا ابنِ شہاب زُہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانِ رفیع الشّان ہے:''ہم نے علمائے کرام رحمہم اللہ السلام سے سنا ہے کہ اتّباعِ سنّت میں نَجات ہے،علم نہایت ہی تیزی کے ساتھ سَلب ہوجاتا ہے،علمائے حق کاوُجودِ مسعود سببِ استحکامِ دین ودنیا ہےاور علم کی تباہی دین ودنیا کی تباہی ہے۔''

یقیناً عالِمِ دین ہی کی برکتوں،کوششوں،علمی کاوشوں اور مساعیٔ تبلیغ سے گلزارِ اسلام کی بہاریں ہیں۔علمائے حق ہی کی بدولت گلشنِ اسلام ہرا بھرا لہلہا رہا ہے۔اگر علماء ہی معدوم ہوجائیں تو کفّار کو اسلام کی دعوت کون دے گا؟ کفّار کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کے مُسکِت جوابات کیسے دیئے جاسکیں گے؟عامۃ المسلمین کو ارکانِ اسلام کی تعلیم دینے کی ترکیب کیسے بنے گی؟انہیں قران وحدیث کے رُموز سے کون آشنا کرے گا؟ مدینے کے تاجدار،رسولوں کے سالار،نبیوں کے سردار،ہم بے کسوں کے مددگار،شفیعِ روزِ شمار،جنابِ احمدِ مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم علماء کی شان عظمت نشان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،''عالم کیلئے آسمان وزمین کی تمام مخلوق حتّٰی کہ سَمُندر کی مچھلیاں بھی دعائے مغفرت کرتی ہیں،عالم کو عابد پر وُہی فضیلت حاصِل ہے جو چودھویں کے چاند کو تمام ستاروں پر،علَماء انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے وارِث ہیں،انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے دِرہم ودینار کا وارِث نہیں بنایا انہوں نے صرف علم کو میراث میں چھوڑا ہے جس نے علم حاصِل کرلیا اس نے پورا حصہ پالیا۔(جامع الترمذی ج۴ص۳۱۲حدیث۲۶۹۱ دارالفکر بیروت)

مجھ گنہگاروں کے سردار کودعائے مغفرتِ بےحساب سے نوازتے رہنے کی مَدَنی التجاء ہے۔خصوصاً آپ کی اپنی تبلیغِ قران وسنّت کی عالمگیر غیرسیاسی تحریک''دعوتِ اسلامی'' کی ترقی کیلئے دعا بھی فرماتے رہیئے۔اور حسبِ توفیق اِس کی دینی مساعی میں حصّہ بھی لیتے رہیئے۔

مجھ کواے عطارسنی عالموں سے پیار ہے
ان شاءاللہ دوجہاں میں اپنا بیڑا پار ہے

## مادہ ہائے سنِ وصال

### شرفِ ملت حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

از: علامہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی

**۱۴۲۸ھ**

- طوبیٰ، ان المتقین فی جنت ونعیم
- غریقِ حُبِ حق
- بندۂ اللہ، قادری رضوی
- عالم، محافظِ مسلکِ حق
- محبِّ حکیم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری
- علامہ، فہیم علومِ رضا
- وجودِ شرف، رحمۃ اللہ علیہ
- آں مجاہدِ مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت
- احوالِ شرف، ترجمانِ حق

**۲۰۰۷ء**

- تابعِ دین، ان اللہ عندہ اجرِ عظیم
- معلمِ اسلام، ترجمانِ رضا
- جید، عاشقِ اعلیٰ حضرت
- اُو، عاشقِ غوثِ پاک
- جلیل القدر سنّی حنفی قادری رضوی

﴿......یادگارِ رفتگاں نمبر......﴾

## شیرِ پنجاب سلطان الواعظین مولانا

# ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلوی

علیہ الرحمہ

# مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حیات وخدمات

پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد☆

نوٹ: واضح ہو کہ صاحبِ مضمون علامہ مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ کے تایا، مولانا امام الدین رضوی علیہ الرحمۃ کے پوتے ہیں۔ (ادارہ)

..........................

انسانی تاریخ کی ہر دور میں ایسی پاکیزہ اور ہمہ جہت شخصیات صفحۂ عالم پر جلوہ افروز ہوتی رہی ہیں جن کو بلاشبہ تاریخ ساز کہا جا سکتا ہے۔ انہی پاکیزہ ہستیوں میں سے ایک عظیم اور قابلِ فخر ہستی سلطان الواعظین علامہ مولانا محمد ابوالنور بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ کی ہے۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۶ اپریل ۱۹۱۳ء بروز جمعۃ المبارک بوقت چاشت، پنجاب کے مردم خیز ضلع سیالکوٹ کے گاؤں کوٹلی لوہاراں (غربی) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی علیہ الرحمۃ (م۔۱۹۵۱ء) نے "افضل الفاضلین" (۱۹۱۳ء) سے مادۂ تاریخ نکالا۔ ابتدائی تعلیم، والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ کوٹلی لوہاراں کے مدرسہ حنفیہ میں زیرِ تعلیم رہے۔ بعد ازاں دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند، لاہور (۱۹۲۶ء) میں داخل ہوئے اور ۱۹۳۵ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے اساتذہ کرام میں مولانا سید ابومحمد محمد دیدار علی شاہ رضوی محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵۶ء۔۱۹۳۵ء) اور مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۶ء۔۱۹۷۸ء) کے نام بھی ملتے ہیں۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ نے طالب علمی کے زمانہ ہی سے تحریر وتقریر اور فریقِ مخالف سے تحریری وتقریری مناظروں کا آغاز کر دیا تھا۔ درسیات سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد، آپ کوٹلی لوہاراں، راولپنڈی، گکھڑ منڈی اور رائے پور میں مختلف ادوار میں خطیب رہے۔ علاوہ ازیں آپ تقسیم ہند سے پہلے بھارت میں شامل موجودہ شہروں مثلاً بمبئی (اب ممبئی)، آگرہ، دہلی، احمد آباد، بریلی شریف، بنارس اور مشرقی پنجاب کے اکثر علاقوں میں محرم الحرام اور ربیع الاول کے دوران بالخصوص اور دیگر مواقع پر بالعموم، مختلف جلسوں سے خطاب کرتے رہے۔ قیامِ پاکستان (اگست ۱۹۴۷ء) کے بعد، پاکستان میں شامل علاقوں میں پہلے کی طرح ہی اپنے مخصوص، منفرد اور عوامی انداز میں اردو اور پنجابی میں اپنی خطابت کا سکہ بٹھاتے رہے اور بلاشبہ اپنے عہد کے مقبول ترین اور معروف ترین خطیب تصور کیے جاتے تھے۔ آپ کراچی، اندرون سندھ، کوئٹہ، بلوچستان، صوبہ سرحد اور آزاد کشمیر میں بھی مختلف جلسوں سے خطاب کرتے رہے۔ پنجاب تو آپ کے فنِ خطابت کا خاص مرکز ومحور اور وجہ شہرت تھا۔ یہاں کے تقریباً ہر شہر، گاؤں اور قصبہ میں آپ نے متعدد بار یادگار تقاریر کیں۔ متحدہ ہندوستان اور بعد ازاں پاکستان کے اہلِ سنت وجماعت کی تقریباً تمام انجمنوں، اداروں اور مدارس کے اجلاسوں اور مختلف خانقاہوں کے اعراس ودیگر دینی وعلمی تقاریب کو اپنے مواعظِ حسنہ سے فیضیاب کیا۔ آپ نے اپنی تقاریر سے یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کے اکثر ممالک میں مقیم احبابِ اہلِ سنت کو بھی مستفید کیا۔ آپ مکۂ مکرمہ اور مدینۂ منورہ میں بھی محافلِ میلاد میں قال اللہ وقال رسول اللہ ﷺ کا بیان کرتے رہے۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۵۴ء کو مولانا محمد ضیاء الدین احمد القادری مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۷ء۔۱۹۸۱ء) کے گھر، واقع مدینہ منورہ میں انہی کی زیرِ صدارت محفلِ میلاد منعقد ہوئی۔ جس میں پاکستان اور بھارت کے ممتاز علماء کرام کے علاوہ دمشق، شام اور مصر کے علماء کرام بھی موجود تھے۔ اس محفلِ میلاد میں مولانا ابوالنور محمد بشیر

☆ استاذ شعبۂ سیاسیات، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

کوٹلوی علیہ الرحمۃ نے فضائل مصطفیٰ ﷺ پر تقریر کی۔ ۱

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ کی شیریں بیانی، عالمانہ و فاضلانہ تقاریر، شگفتہ مزاجی اور اردو و پنجابی شاعری کی وجہ سے، مختلف اوقات میں مختلف علماء کرام ومشائخ عظام نے آپ کو مبلغ اہل سنت، فخر اہل سنت، فاضل شہیر، خطیب شہیر، رئیس التقریر والتحریر، شیر پاکستان، شیر پنجاب اور سلطان الواعظین جیسے القابات سے نوازا۔ ابوالنور کی کنیت، آپ کے استاذ سید دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمۃ کی عطا کردہ ہے۔ جب آپ نے ان کے سامنے مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) کا مشہور قصیدۂ نور پڑھا تھا۔ آپ کے ہم جماعت حافظ محمد مظہر الدین علیہ الرحمۃ (۱۹۱۶ء۔۱۹۸۱ء) نے ۱۹۳۰ء کے اوائل میں ''درشانِ مولانا ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی (کوٹلی لوہاراں)'' کے عنوان کے تحت، فارسی میں ایک طویل نظم لکھی تھی۔ جس میں ان کی خطیبانہ صلاحیتوں کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا گیا۔

برزبانش حدیث و فقہ و اصول
می کند بحثِ علت و معلول
ہست اُو شاعرِ بلند خیال
واعظ خوش بیان و نیک خصال ۲

مارچ ۱۹۶۰ء میں مختلف علمائے اہل سنت کے حضور کسی شاعر نے منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ کے بارے میں یوں کہا گیا۔

آفریں اے شیر پاکستان مولانا بشیر
جامۂ ظلمت کو تو نے کردیا ہے تار تار ۳

اسی طرح مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری (۱۸۸۳ء۔۱۹۷۰ء) نے ''مشرقستان اکابر'' کے تحت ایک طویل نظم لکھی جس میں پاکستان اور بھارت کے مختلف اکابر علمائے اہل سنت کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس نظم میں مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ کے بارے میں یہ شعر کہا گیا۔

ابو النور و بشیر خوش بیاں کا وعظ کیا کہنا
علمبردار ہے جو ماہِ طیبہ کی ادارت کا ۴

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ اگرچہ ایک صاحب طرز خطیب اور واعظ کے طور پر زیادہ مشہور ہوئے تاہم آپ نے تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور مختلف علمی، دینی، اعتقادی اور اصلاحی موضوعات پر تیس سے زائد کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کے منشوراتِ علمیہ میں سے مندرجہ ذیل نمایاں ہیں۔

آنا جانا نور کا، القول الحسن فی جواز الکتابۃ علی الکفن، ایک حدیث کا وعظ، تنقید الانتقاد، ثبوت تقلید، جانِ ایمان، جبریل علیہ السلام کی حکایات، حب رسول دی ہے اصل ایمان دی (منظوم پنجابی)، ختم نبوت، خطبات (دو حصے)، خطیب، دیوبندی علماء کی حکایات، سچی حکایات (پانچ حصے)، سرور عالم ﷺ، سنّی علماء کی حکایات، شیطان کی حکایات، عجائب الحیوانات، علم وعرفاں، عورتوں کی حکایات، لبیک یا سیدی ﷺ (سفرنامہ حج)، مثنوی کی حکایات، محفل میلاد، مفید الواعظین، واعظ (چار حصے) اور وہابیت کے فوائد۔ جبکہ آج کل جبلِ نور اور گلزارِ بشیر (تین حصے) شعری مجموعے ہیں۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ کی تمام تصانیف میں سے ''سچی حکایات'' سب سے زیادہ مقبول ہے۔ جو آپ کی علمی پہچان بن گئی ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی تمام تصانیف پاکستان کے علاوہ بھارت سے بھی مسلسل شائع ہورہی ہیں اور اپنی مقبولیت کے اعتبار سے علمی حلقوں میں منفرد مقام رکھتی ہیں۔ آپ کی تصانیف عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ تحقیقی بھی ہوتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی کئی کتب پر جید علمائے اہل سنت کی تصدیقات اور تقاریظ ملتی ہیں۔ اسی طرح آپ کے علمی مقام ومرتبہ کے پیش نظر، دیگر علمائے کرام اپنی تصانیف پر آپ سے تصدیقات وتقاریظ لکھواتے تھے۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ مختلف علمی، دینی، اعتقادی اور سیاسی وسماجی عناوین پر مضامین بھی لکھتے رہے جو دیگر رسائل وجرائد کے علاوہ، خاص طور پر پندرہ روزہ / ہفت روزہ / ماہنامہ الفقیہ (امرتسر، گوجرانوالہ، لاہور) میں شائع ہوتے رہے۔ ۱۹۳۰ء کے عشرے میں آپ کچھ عرصہ کے لیے الفقیہ کے مدیرِ اعزازی بھی رہے۔ آپ کے مضامین اور شعری تخلیقات آج بھی پاکستان اور بھارت کے مؤقر رسائل وجرائد میں شائع ہورہے ہیں اور قندِ مکرر کے طور پر دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔ جولائی ۱۹۵۱ء میں مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ نے کوٹلی لوہاراں جیسے دور افتادہ اور شہری سہولیات سے محروم اپنے گاؤں سے ماہنامہ "ماہِ طیبہ" جاری کیا جو مسلسل اکیس سال سے زائد عرصہ تک مسلک اہلِ سنت وجماعت کی بھرپور اور مؤثر ترجمانی کرتا رہا۔ "ماہِ طیبہ" میں اعتقادی اور اصلاحی مضامین کے علاوہ مغربی تہذیب اور مغرب زدہ ذہنیت پر بھرپور تنقید بھی کی جاتی تھی۔ آپ نے ماہِ طیبہ کے ذریعے دینی حلقوں میں صحافت کی ایک نئی طرح کی بنیاد رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ "ماہِ طیبہ" آج بھی اہلِ سنت وجماعت کے امتیازی نشان کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ "ماہِ طیبہ" کے مدیرِ مسئول اور رئیس التحریر ہونے کے ساتھ ساتھ، قارئین کی طرف سے ارسال کردہ سوالات کے جواب میں شرعی فتاویٰ بھی دیتے تھے۔[۵] آپ حاجی حق حق کے قلمی نام سے پر لطف شاعری بھی کرتے تھے۔ اکبر الٰہ آبادی (۱۸۴۶ء۔۱۹۲۱ء) کے بعد آپ شاید واحد شخص ہیں کہ جس کی شاعری میں دینی خیالات کے ساتھ ساتھ جدید تہذیب وتمدن پر طنز ومزاح کا عنصر بھی نمایاں طور پر ملتا ہے۔ "ماہِ طیبہ" نے اہلِ سنت وجماعت میں فکری اور اعتقادی شعور پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ کئی نوجوان اہلِ قلم اور شعراء کی حوصلہ افزائی کی جن میں سے اکثر آج دینی محاذ کے ساتھ ساتھ علمی وادبی حلقوں میں بھی نامور اور معتبر ہیں۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب کی وسیع اشاعت اور منظم ترسیل وفروخت کے لیے کتب خانہ ماہِ طیبہ قائم کیا۔ جس نے نشرواشاعت اور تجارت کے حوالے سے کافی نام پیدا کیا۔ **کتب خانہ ماہِ طیبہ کے ذریعے دیگر علمائے اہلِ سنت کی کتب کی اشاعت وفروخت بھی کی جاتی تھی۔**

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ نے ہمیشہ اہلِ سنت وجماعت کے وسیع تر مفاد میں بغیر کسی گروہ بندی کے خدمات سرانجام دیں اور اہلِ سنت وجماعت کے اجتماعی فیصلوں اور سرگرمیوں میں شریک کار رہے۔ ۳۱ جنوری ۱۹۳۴ء کو مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند، لاہور (۱۹۲۴ء) کی طرف سے مسجد وزیر خان، لاہور (۱۶۳۴ء) میں اہلِ سنت وجماعت اور دیوبندی حضرات کے درمیان مختلف نزاعی امور پر ہونے والے تاریخی اور فیصلہ کن مناظرہ میں آپ موجود تھے۔ آپ نے اس مناظرہ کی چشم دید روئداد بھی لکھی تھی۔ جو کہ ایک تاریخی سند اور حوالہ رکھتی ہے۔[۶] اسی طرح آپ نے دیگر علمائے اہلِ سنت کی طرح تحریکِ پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے متعدد علاقوں کے دورے کیے اور مسلم رائے عامہ کو مطالبۂ پاکستان کے حق میں ہموار اور منظم کیا۔ آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس (مارچ ۱۹۲۵ء) کے زیرِ انصرام، اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس میں منعقد ہونے والی تاریخی سنی کانفرنس میں اپنے والدِ محترم کے ہمراہ شرکت کی اور کانفرنس کی طرف سے مطالبۂ پاکستان کی حمایت میں جاری کردہ اعلامیہ کی بھرپور تائید کی۔ اس موقعہ پر قائم کی جانے والی مختلف امور سے متعلقہ کمیٹیوں میں سے ایک نکاح کمیٹی کے آپ رکن بنائے گئے۔[۷] تحریکِ پاکستان کے دوران مندرجہ ذیل شعر زبان زدِ عام تھا:

پاک اللہ پاک احمد پاک جسم وجاں ہو
کیوں نہ رہنے کے لئے بھی ملک پاکستان ہو[۸]

آپ نے اپنی تقاریر کے علاوہ اپنے مضامین اور شاعری کے ذریعے بھی نہ صرف نظریۂ پاکستان کی حمایت اور مؤثر ترجمانی کی بلکہ قوم پرست پاکستان مخالف علماء اور دیگر سیاسی قوتوں کے اعتراضات

کا مدلل رد بھی کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد استحکامِ پاکستان اور نفاذِ اسلام کے لیے جب علمائے اہل سنت نے مارچ ۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمع ہوکر جمعیت علماءِ پاکستان کی تشکیل کا فیصلہ کیا تو اس تاسیسی اجلاس میں بھی آپ موجود تھے ۹۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ نے کوئی مدرسہ قائم نہیں کیا اور نہ ہی کبھی باقاعدہ درس وتدریس ہی کی۔ لیکن آپ نے اپنے مواعظ حسنہ اور تالیفات سے اہل سنت و جماعت کی کئی نسلوں کی تعلیم وتربیت کی۔ آپ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں مجاز طریقت بھی تھے۔ تاہم آپ نے بہت کم لوگوں کو بیعت کیا۔ آپ کی تبلیغ سے متاثر ہوکر متعدد افراد نے اسلام قبول کیا۔ آپ کے پاس والد ماجد کی طرف سے عطا کردہ امراضِ اٹھراہ اور بچوں کے سوکڑے کا روحانی علاج تھا۔ اس سو فیصد مفید روحانی علاج کے ذریعے کئی افراد فیضیاب ہوئے جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

عشق رسول کریم ﷺ، مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ کا سرمایۂ حیات تھا۔ آپ اپنے نام کے ساتھ عبد النبی الخبیر بھی لکھتے تھے۔ بارگاہِ رسالت میں آپ کی قبولیت کے کئی واقعات ہیں۔ شاید یہ قبولیت آپ کے والد ماجد کی پرخلوص دعا کا بھی نتیجہ تھی۔ فقیہ اعظم مولانا ابویوسف محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمۃ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

''فقیر جانتا ہے کہ محمد بشیر کیا چیز ہوگا۔ عزیزم مولوی محمد بشیر کے عشق وفضائلِ مصطفیٰ ﷺ کے مواعظ اور گستاخانِ رسول کی مدافعت کے مواعظ سن کر میں عزیز پر فدا ہوں اور دعا ہے کہ میرا فرزند محمد بشیر دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ کے مقابلہ میں ڈھال عظیم ثابت ہو اور حضور ﷺ کی اس پر نظر رحمت رہے ۱۰۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ کی تقاریر اور تصانیف کا مرکز ومحور فروغِ عشق رسول ﷺ تھا۔ آپ نے اسی جذبہ کے تحت حرمین شریفین کے متعدد بار سفر اختیار کیے۔ آپ کے عشق رسول ﷺ کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ آپ کو ہر عاشق صادق سے بھی محبت وعقیدت تھی۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شخصیت نمایاں ترین ہے۔ جن کا مشن بھی فروغ عشق رسول ﷺ تھا۔ چنانچہ مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ ساری زندگی پیغامِ رضا کی تبلیغ واشاعت میں بھی مصروف رہے۔ جس کا برملا اعتراف مولانا شاہ محمد ریحان رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۹۴۴ء۔۱۹۸۵ء)، مولانا شاہ محمد منان رضا خاں قادری بریلوی اور مولانا شاہ محمد سبحان رضا خاں قادری بریلوی نے متعدد بار کیا ۱۱۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ فقیہ اعظم مولانا ابویوسف محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے دادا محترم مولانا حافظ عبدالرحمٰن نقشبندی علیہ الرحمۃ (م۔۱۸۸۱ء) تھے۔ آپ کے تایا محترم مولانا ابوعبدالقادر محمد عبداللہ قادری علیہ الرحمۃ (۱۸۶۵ء۔ ۱۹۲۳ء) جب کہ چچا محترم مولانا حافظ ابوالیاس محمد امام الدین رضوی قادری علیہ الرحمۃ (م۔۱۹۶۱ء) تھے۔ آپ کے ایک خسر مولانا خواجہ نواب الدین چشتی رامدسی علیہ الرحمۃ (۱۸۷۰ء۔۱۹۴۶ء) تھے۔ جبکہ حافظ محمد مظہر الدین علیہ الرحمۃ برادر نسبتی تھے۔ علاوہ ازیں آپ کا حلقۂ احباب غیر منقسم ہندوستان اور بعد ازاں پاکستان اور بھارت کے تقریباً تمام علمائے اہل سنت ومشائخ عظام پر مشتمل تھا۔ اس دینی، علمی وروحانی ماحول میں آنکھ کھولنے، پرورش پانے اور علمی وعملی زندگی بسر کرنے والے مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ نے ستر سال سے زائد عرصہ تک دین اور مسلک اہل سنت وجماعت کی بے لوث اور ہمہ جہتی خدمات سرانجام دیں۔ جس کا صلہ وہ شاید اپنے عنفوان شباب میں ان اشعار میں مانگ چکے تھے۔

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں میں گروں
اور فرشتے گر اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں!
کہ میں پائے ناز سے اب اے فرشتو کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے ۱۲

بالآخر ۱۹؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ بمطابق ۴؍اگست ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ بوقت بعد از نماز ظہر، مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ نے یقیناً یہ صلہ پالیا۔ آپ کا وصال راولپنڈی میں آپ کے خلف رشید صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل کے گھر میں ہوا۔ بوقت وصال ہجری تقویم کے مطابق آپ کی عمر ۹۷ سال سے زائد جبکہ عیسوی تقویم کے مطابق ۹۴ سال سے زائد تھی۔ آپ کے وصال کی خبر جلد ہی پورے ملک اور بیرون ملک پھیل گئی۔ ریڈیو، ٹی وی، ٹیلی فون اور اخبارات کے ذریعے بھی احباب کو اطلاع ہوگئی۔ نماز مغرب کے بعد، آپ کو غسل دیا گیا۔ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی (جنوری ۱۹۶۴ء) کے طلبہ نے حافظ محمد اسحاق ظفر کی نگرانی میں یہ خدمت سرانجام دی۔ ۵؍اگست کو بعد از نماز فجر آپ کے جسد خاکی کو ایمبولینس کے ذریعے کوٹلی، لوہاراں لے جایا گیا۔ جہاں آپ کے وصال پر سوگ کے طور پر تمام بازار بند تھے اور عوام کے علاوہ علمائے کرام و مشائخ عظام ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔ بعد از نماز ظہر، تقریباً دوپہر کے تین بجے، صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل نے مرکزی عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھائی۔ جبکہ دعا سید ضیاء الحق شاہ سلطان پوری نے کرائی۔ نمازِ جنازہ سے قبل علماء و مشائخ نے اپنی تقاریر میں آپ کی خدمات کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا اور آپ کے وصال کو دنیا بھر کے اہل سنت و جماعت کے لیے ایک نقصان عظیم قرار دیا۔ بعد ازاں تقریباً چار بجے سہ پہر، آپ کو آپ کے والد محترم کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کر چلے
اندھیری رات سنی تھی، چراغ لے کر چلے

آپ کی تدفین کے بعد بھی ملک بھر سے علماء و مشائخ تعزیت کے لیے آتے رہے۔ ۷؍اگست کو آپ کا قل، ۱۳؍اگست کو دسواں جبکہ ۹؍ستمبر کو چہلم ہوا۔ ان مواقع پر بھی علماء، مشائخ اور عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ چہلم کے موقع پر پاکستان کی قومی اسمبلی کے اسپیکر چودھری امیر حسین نے تقریر کرتے ہوئے آپ کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا اور آپ کی تعلیمات پر چلنے کی ضرورت پر زور دیا[۱۳]۔ اس موقع پر صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل کی دستار بندی کی گئی اور جانشین مقرر کیا گیا۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ کے وصال پر پاکستان کے علاوہ بھارت، یورپ، امریکہ، کینیڈا اور مشرقِ وسطیٰ میں مقیم احباب کی طرف سے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور آپ کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ پاکستان کے تقریباً تمام سنی مدارس اور مساجد میں قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کی گئی، مختلف اداروں اور انجمنوں کے اجلاسوں میں بھی ایصال ثواب کیا گیا۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ پاکستان کی تقریباً تمام اردو اہم اخبارات اور سنی رسائل و جرائد میں آپ کے وصال کی خبریں، تعزیتی ادارے اور بیانات اور مضامین شائع ہوئے۔ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی نے مختلف مادہ ہائے سن وصال تحریر کیے۔

علامۂ دین سلطان الواعظین
۱۴۲۸ھ
واہ ترجمانِ فکرِ رضا
۲۰۰۷ء

سید عارف محمود مجہور رضوی نے بھی قطعہ تاریخ وصال کہا۔

سیفِ زباں سلطانُ الواعظین
۱۴۲۸ھ
آہ عالمِ عصر ابُو النّور مولانا محمد بشیر کوٹلوی[۱۵]
۲۰۰۷ء

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ کے وصال پر جس طرح رنج و غم اور دکھ کا اظہار کیا گیا اور جس عقیدت و احترام سے آپ کے سفرِ

آخرت کے تمام مراحل مکمل ہوئے، اس کو دیکھتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کی حقانیت اور معنویت از سرِ نو ظاہر ہو جاتی ہے۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے مواعظ اور تصانیف سے اسلام دشمن طاقتوں کا مدلل رد کیا۔ آپ نے اپنے فکر وعمل سے اہل سنت و جماعت کی کئی نسلوں کو فکری اور اعتقادی طور پر متاثر کیا اور ان کی تعلیم و تربیت کی۔ موجودہ دور کے سنی علماء و مشائخ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو کہ جس نے ان کے مواعظ اور کتابوں سے استفادہ نہ کیا ہو۔ آپ نے تبحر علمی، فن خطابت، طرزِ تحریر اور پر لطف طنز و مزاح کی وجہ سے نہ صرف دنیا بھر کے اردو و پنجابی داں طبقے میں اپنا مرکزی اور امتیازی مقام پیدا کیا بلکہ اپنے آبائی گاؤں کوٹلی لوہاراں کو بھی مسلک اہل سنت و جماعت کا فکری و تحریر مرکزی بنا دیا۔ آپ کا نام اپنے اندر ایک فکر، ایک ادارہ، ایک تحریک، ایک تاریخ اور ایک بزرگی لیے ہوئے ہے۔ جس سے تا قیام قیامت عالم اسلام فیض یاب ہوتا رہے گا اور آپ کے درجات میں بلندی کا باعث ہوگا۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

## اپیل:

میں مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمۃ کے حالات وخدمات پر کتاب مرتب کر رہا ہوں۔ احباب سے درخواست ہے کہ جن کے پاس ان کی تقاریر، کتب، مضامین، خطوط، جلسوں کے اشتہارات، اخبارات کے تراشے، ماہِ طیبہ کے پرانے شمارے یا مصدقہ ذاتی یادداشتیں ہوں، براہ مہربانی ارسال کریں یا آگاہ کریں۔ احباب کی ارسال کردہ تمام چیزیں، بعد از استفادہ انشاء اللہ بحفاظت واپس کر دی جائیں گی۔ شکریہ۔ مجیب احمد۔ این اے۔ ۴۵۹، سیونتھ روڈ، سٹیلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی (۴۶۳۰۰)

## حوالہ جات وحواشی:


۱۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی، سفرنامے (لاہور: ۱۹۸۸ء)، ص ۸۵، ۱۰۶

۲۔ نذر صابری (مرتب) نور و نار (اٹک: ادارۂ فروغ تجلیات صابریہ، ۲۰۰۷ء)، ص ۸۹۔۹۰

۳۔ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ (گوجرانوالہ)، ۲۵/مارچ ۱۹۶۰ء، ص ۶

۴۔ ماہنامہ سالک (راولپنڈی)، فروری ۱۹۶۴ء، ص ۱۸

۵۔ ماہنامہ نوائے انجمن (اسلام آباد)، فروری ۲۰۰۱ء، ص ۱۹

۶۔ ابو النور محمد بشیر، سنی علماء کی حکایات (لاہور: فرید بک اسٹال، ت، ن)، ص ۷۹۔۸۴

۷۔ محمد جلال الدین قادری، تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۷ء (کھاریاں: سعید برادران، ۱۹۹۹ء)، ص ۲۵۸

۸۔ ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور) فروری ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۲

۹۔ سید محمد احمد قادری (مرتبہ)، روئداد مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان لاہور، (لاہور: امرت الیکٹرک پریس، ت۔ن)، ص ۱۵

۱۰۔ مجیب احمد، تذکرۂ فقیہ اعظم (مرید کے: مکتبہ اشرفیہ، ۱۹۹۶ء)، ص ۴۲۔۴۳

۱۱۔ مجیب احمد، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور علمائے کوٹلی لوہاراں (کراچی: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، ۲۰۰۷ء)، ص ۵۱۔۵۲

۱۲۔ ابو النور محمد بشیر، واعظ (حصہ اول)، (لاہور: فرید بک اسٹال، ت۔ن)، ص ۹۵

۱۳۔ روزنامہ نوائے وقت (راولپنڈی)، ۱۳/ستمبر ۲۰۰۷ء

۱۴۔ ماہنامہ معارف رضا (کراچی)، اگست ۲۰۰۷ء، ص ۵۴

۱۵۔ ماہنامہ سوئے حجاز (لاہور)، ستمبر ۲۰۰۷ء، ص ۵۹

﴿......یادگارِ رفتگاں نمبر......﴾

مفتی ملّت، مفتی اہل سنت حضرت علامہ مولانا

# ابوالظفر یٰسین رازؔ امجدی اعظمی

نوراللہ مرقدہ

بزم صدر الشریعہ کی منور وتاباں

# ایک شمع رہ گئی تھی سووہ بھی خموش ہے!

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

**حضرت علامہ مولانا مفتی غلام یٰسین راز امجدی اعظمی ابن الحاج اصغر علی ابن علامہ حافظ خیر اللہ ابن الحاج محمد طیب عدنی علیہ الرحمۃ والرضوان ۱۹۳۲ء میں تحصیل گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے اور پھر ۱۵؍جولائی ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۹؍جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ کو انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

حضرت مفتی صاحب راقم کے والد ماجد شیخ حمید اللہ قادری حشمتی (م ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء) علیہ الرحمۃ کے قریبی دوستوں میں سے تھے اور مفتی صاحب احقر سے بھی بہت زیادہ اس لیے شفقت فرماتے تھے کہ وہ سعود آباد کے ابتدائی ہم مسلک ساتھیوں میں سے شیخ حمید اللہ قادری سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ہمارے والد فرمایا کرتے تھے اور مفتی صاحب نے بھی اس کی ہمیشہ تائید فرمائی کہ سعود آباد کی جامع مسجد طیبہ کی بنیاد جن افراد نے ۱۹۵۹ء/۱۹۶۰ء میں رکھی تھی، اس میں عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ، پروفیسر سیّد شاہ فرید الحق، علامہ غلام یٰسین امجدی، احقر کے نانا جان مولانا محمد عبدالوکیل (م ۱۹۶۱ء) علیہ الرحمۃ (جو امام احمد رضا کے مرید تھے) اور والد ماجد شامل تھے۔ والد صاحب ۱۹۶۱ء میں سعود آباد سے شہر گرومندر کے مکان منتقل ہوگئے اور اپنا گھر قبلہ عبدالمصطفیٰ الازہری کو فروخت کردیا تھا مگر والد صاحب کا سلسلہ سعود آباد آنے جانے کا برابر رہا اور مفتی صاحب سے بھی برابر ملاقاتیں رہیں اور پھر جب دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ قائم ہوگیا تو والد صاحب جمعہ اور عیدین کی نماز وہاں ادا کرنے جاتے۔ ان تمام باتوں کی گواہی آج حضرت مولانا حسن حقانی صاحب اور پروفیسر سیّد شاہ فرید الحق صاحب دونوں دیتے ہیں۔

والد صاحب علیہ الرحمہ امام احمد رضا سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور جو عالم امام احمد رضا کا محبت سے نام لیتا یا ان کی تعلیم کو آگے بڑھاتا، والد صاحب ان علماء کی بہت تعظیم وتوقیر فرماتے۔ چنانچہ دارالعلوم امجدیہ کے تمام ہی تمام اکابرین بشمول مفتی محمد ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ (احقر کے شیخ مجاز) سے نہ صرف محبت کرتے تھے بلکہ ہر لحاظ سے دارالعلوم امجدیہ اور دیگر مساجد اور مدارس کی خدمت بھی بجالاتے۔ احقر والد صاحب کے انتقال کے بعد جب مفتی صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے دیر تک گلے لگا کر پیار کیا اور والد صاحب کو یاد کرتے رہے۔ بیماری کے باعث میت میں شریک نہ ہوسکے تھے۔ بعد میں گھر پر آکر تعزیت فرمائی۔

مفتی صاحب نے اگرچہ صدر الشریعہ سے ابتدائی کتب پڑھیں اور تکمیل حضرت علامہ ازہری صاحب اور پھر دورۂ حدیث حضرت مفتی اعظم اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ سے کیا مگر آپ کو حضرت علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ اور ان کے خاندان سے محبت وانسیت رہی اور فقیر نے محسوس کیا کہ قبلہ عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ مکمل کنارہ کش ہوگئے۔ آپ نے حق شاگردی بھرپور طریقے سے ادا کیا۔ اولاً مدرسہ قائم کرکے اپنے لیے بھی اور اپنے استاد کیلئے بھی صدقۂ جاریہ کا اہتمام کردیا اور دوسرے یہ کہ اپنے مدرسہ میں ابتدائی کتب خود پڑھا کر سنتِ امجدی کو قائم رکھا۔ حضرت صدر الشریعہ اپنے طلبہ کو آخری کتابوں سے قبل ابتدائی کتب پڑھانے کا بھی خود بندوبست کرتے تھے جبکہ آج کل کے شیوخ الحدیث کا یہ مزاج نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ شاید سینئر اساتذہ اس کو عیب سمجھتے ہیں لیکن احقر کا بھی ۳۰ سال کا تعلیمی تجربہ ہے اور احقر بھی ہمیشہ ابتدائی کتب (دنیاوی تعلیم کی بات کر رہا ہوں کہ میرا شعبہ تعلیم علم ارضیات ہے) اپنے طلبہ کو پڑھاتا ہے کہ ابتدا علوم کے Concept

اگر طلبہ کے ذہن نشین ہوجاتے ہیں تو پھر بڑی اور advanced کتب ان کے لیے دشوار نہ ہوں گی۔ مفتی صاحب بھی حضرت صدر الشریعہ کے طریق پر عمل کرتے ہوئے وصال سے قبل تک آخری کتابوں کے علاوہ ضروری ابتدائی کتب اپنے طلبہ کو ضرور پڑھاتے۔

مفتی صاحب، امام احمد رضا سے چونکہ گہری محبت رکھتے تھے اس لیے ہمارے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے تمام اراکین سے عموماً اور خصوصاً احقر اور قبلہ سید وجاہت رسول قادری صاحب سے بہت محبت وشفقت فرماتے۔ آپ ہمارے کام اور طریقہ کار سے ہمیشہ مطمئن رہے اور ہمارے اس نظریہ کے حمایتی رہے کہ آپ لوگ اغیار میں جا کر جو کام کر رہے ہیں اور ان جیسے لوگوں سے ان کی کہلوار ہے اور لکھوار ہے ہیں یہ آپ لوگوں کی بڑی کامیابی ہے۔ ہم نے ایک موقع پر کہا بھی کہ حضرت ہمارے اس کام کے طریقہ کار سے کچھ حضرات خوش نہیں ہیں اور انہوں نے فتوے بھی لگانے کا اہتمام کرلیا ہے۔ فرمایا: ''کون تم لوگوں سے خوش نہیں، چلو ہم تمہاری کانفرنس میں خود آئیں گے اور مقالہ پڑھیں گے۔'' چنانچہ آپ نے ہماری ستر ھویں امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۷ء میں جو ہوٹل شیرٹن میں منعقد ہوئی، طبیعت کی ناسازی کے باوجود شرکت فرمائی اور جد الممتار علی رد المحتار کے حوالے سے ایک پر مغز مقالہ بھی پڑھا جو معارف رضا کے ۱۸ ویں شمارے میں شائع بھی ہوا۔ اس مقالہ کے بعد آپ نے امام احمد رضا کے حاشیہ جد الممتار کا اردو زبان میں ترجمہ کرنے کا ارادہ فرمایا جو پایۂ تکمیل کو پہنچا اور الحمد للہ وہ شائع بھی ہوگیا۔ مفتی غلام یٰسین علیہ الرحمہ کے علاوہ مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ نے بھی ہمارے ادارے کی کارکردگی کو ہمیشہ سراہا اور وہ ہم سے کہتے تھے کہ آپ لوگ خاموشی سے کام کیے جائیں اور جو کوئی کچھ کہہ رہا ہے، اس کو کہنے دیجئے۔ اسی طرح علامہ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی صاحب بھی ہمارے ادارہ کی کاوشوں سے ہمیشہ خوش رہے۔ اسی خوشی میں انہوں نے احقر اور سید وجاہت رسول قادری صاحب کو دار العلوم امجدیہ بلا کر اپنے وصال سے ایک سال قبل سلسلۂ قادریہ رضویہ امجدیہ کی خلافت واجازت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا امجد علی علیہ الرحمہ کا فیض پاکستان میں عموماً اور شہر کراچی میں خصوصاً اور دار العلوم امجدیہ رضویہ کے ذریعہ احسن طریقہ سے جاری وساری ہے۔ احقر کا خیال ہے کہ پاکستان بننے کے بعد شہر کراچی میں جتنے بھی علماء فارغ ہوئے ہیں اور مدارس قائم کیے وہ ایک یا دو واسطوں سے مولانا امجد علی کے شاگرد رشید ہیں اسی طرح اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلمی وعلمی فیض اور ان کے خلفاء کے ذریعہ تعلیمی فیض الحمد للہ جاری وساری ہے اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ فیضِ رضا اور فیضِ امجدی تا صبح قیامت جاری وساری رہیں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قبل تقسیم کراچی کے علماء اور دار العلوم امجدیہ کے سن ۲۰۰۰ء تک کے فارغ التحصیل علماء پر تحقیقی کام کیا جائے اور اس کی تاریخی تناظر میں اس طرح تدوین کی جائے کہ تاریخ میں یہ تمام علماء اور ان کے ادارے محفوظ رہ جائیں۔

احقر، مفتی صاحب کے صوری ومعنوی اولاد سے امید رکھتا ہے کہ مفتی صاحب کی تصانیف بالخصوص ان کے فتاویٰ کو اکٹھا کر کے شائع کرنے کا بھی بندوبست کریں گے تاکہ ان کے تحقیقی اور علمی فتاویٰ سامنے آسکیں ورنہ دورِ حاضر کے مفتیان جس ڈگر پر جارہے ہیں، آئندہ برسوں میں اہلِ سنت وجماعت کی پریشانی بڑھ جائے گی۔ ان فتاویٰ کے بعد کم از کم علماء کو اسلاف کے علمی مقام اور ان کے مرتبہ ومنصب سے آگاہی رہے گی اور وہ اگر اسلاف سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں تو وہ اپنے اسلاف کے ان علمی ورثوں کی قدر کرتے ہوئے ان کے کام کو آگے بڑھائیں گے۔ احقر اپنی اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی جانب سے مولانا شاہ محمد تبریزی القادری کو مبارکباد پیش کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے استاذ گرامی مفتی صاحب پر ایک ابتدائی کتابچہ بعنوان ''آئینہ ازہری میں چہرۂ یٰسین'' لکھ کر کئی باتوں کو تاریخ میں نہ صرف محفوظ کردیا بلکہ اہل علم کے لئے ان پر کام کرنے کے لئے راہ بھی متعین کردی۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

# آئینہ ازھری میں چہرۂ یٰسین

مؤلف: مولانا شاہ محمد تبریزی القادری*

مفتی ملّت، مفتی اہل سنت

حضرت علامہ مولانا ابوالظفر یٰسین رآز امجدی اعظمی نوراللہ مرقدہٗ

شیخ الحدیث و منیجنگ ٹرسٹی، دارالعلوم قادریہ رضویہ، ملیر سعود آباد، کراچی۔

حضرت مولانا مفتی ابوالظفر غلام یٰسین رآز امجدی اعظمی عدنی ابن الحاج اصغر علی ابن علامہ حافظ خیر اللہ ابن الحاج محمد طیب عدنی کی ولادت ۹ رجنوری ۱۹۳۲ء کو محلّہ کریم الدین پور، تحصیل گھوسی، ضلع اعظم گڑھ (یوپی۔ بھارت) میں ہوئی۔ یہ وہی محلّہ کریم الدین پور ہے جسے حضرت صدر الشریعہ، صاحب بہارِ شریعت علامہ مولانا محمد امجد علی انصاری اعظمی ؒ سے نسبت خاص حاصل ہے اور انہیں کے دم قدم سے محلہ کریم الدین ہو کہ تحصیل گھوسی یا ضلع اعظم گڑھ۔ ان کی شہرت کا ایک سبب صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی ہیں، بلکہ گھوسی، ضلع مئو کی اصل وجہ شہرت آپ ہی ہیں، کہ آپ سے قبل نہ مابعد، کوئی ایسا متبحر عالم دین یہاں نہیں گزرا۔

قبلہ مفتی صاحب کے دادا کے والد، یعنی آپ کے پردادا الحاج محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ عدن سے سلسلۂ معاش میں ہندوستان وارد ہوئے۔ یہاں آپ کی دو اولادیں ہوئیں حافظ خیر اللہ اور حاجی عبد الحمید، الحاج طیب صاحب کے دونوں صاحب زادگان اپنی والدہ کے ساتھ ہندوستان ہی میں ٹھر گئے۔ جب کہ آپ نہایت ضعیف العمری میں اپنے وطن عدن واپس چلے گئے، چند ماہ بعد آپ کا وہیں وصال ہوگیا۔ حاجی عبدالحمید صاحب نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ حضرت علامہ مولانا ابوالظفر غلام یٰسین امجدی کو بھی حضور صدرت الشریعہ سے خاص نسبت حاصل تھی، بعد ازاں آپ ان کے صاحب زادے شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفٰے الازہری کے سایۂ دامن میں آگئے۔ محلّہ کریم الدین پور (بھارت) کی طرح کراچی (پاکستان) میں آپ صدر الشریعہ کی طرح علامہ ازہری کے محلّہ دار، پڑوس دار اور علاقہ دار رہے۔ یہ خاندانِ صدر الشریعہ سے مفتی صاحب کی خاص انسیت، محبت، الفت اور قلبی رفاقت و ذہنی ہم آہنگی تھی کہ آپ صدر الشریعہ کے بعد علامہ ازہری سے علم و ہنر کے طلب گار ہوئے اور اپنے دامن علم کو ہر قسم کے فن سے لبریز کرلیا۔ ہندوستان تا پاکستان بعد از ولادت تادم مرگ خاندان صدر الشریعہ سے اپنی نسبت و محبت کا سلسلہ جوڑے رکھا اور حالات کیسے ہی نرم گرم، سرد و سخت رہے ہوں آپ نے اس گھرانے سے علم و ہنر اور روحانیت کا رشتہ برقرار رکھا۔ اس سلسلے میں آپ خود رقم طراز ہیں:

''حضرت علامہ کے ہمراہ دونوں بھائی مصباح العلوم جامعہ اشرفیہ سے پنجاب آگئے اور اس ناچیز کو تادم وصال مصاحبت کی سعادت حاصل رہی۔''

آپ مزید لکھتے ہیں:

''جامعہ رضویہ منظر اسلام، ہارون آباد (بھاول نگر) پنجاب میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف فرما ہوئے اور وہیں اس ناچیز کو بھی برائے تدریس بلالیا۔ کراچی والوں کے اصرارِ کثیر پر ۱۹۵۷ء میں کراچی دار العلوم امجدیہ میں وارد ہوئے تو یہ ناچیز بھی آپ کے حکم کی تعمیل میں کراچی آگیا۔''[۲]

یہاں یہ بات واضح رہے کہ علامہ ازہری کی معروف تفسیر ''تفسیر ازہری'' کی تکمیل میں مفتی صاحب اور ان کے بڑے بھائی مولانا خلیل اشرف بھی شریک کار رہے، جیسا کہ مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

* ریسرچ اسکالر، کراچی یونیورسٹی

"جب جامعہ رضویہ منظر اسلام میں تھے پورے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی جس میں ہم دونوں بھائی معاون رہے جس کا نام تفسیر ازہری رکھا جو نہایت اعلیٰ تفسیر ہے۔" ۳

مذکورہ بالا تحریر سے پتا چلتا ہے کہ جو محبت حضرت مفتی صاحب کو علامہ ازہری سے تھی، وہی انسیت والفت حضرت علامہ صاحب کو بھی قبلہ مفتی صاحب سے تھی، گویا۔

دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی

حضرت مفتی صاحب کی عمر شریف محض سات یا آٹھ سال کی تھی، جب آپ نے دربار صدر الشریعہ میں قدم رکھا تھا اور ۱۲ سال کی عمر تک (چار یا پانچ سال) صدر الشریعہ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ رکھا اور ابتدائی کتب عربی وفارسی جو کسی بھی علم کی خشتِ اوّل ہوا کرتی ہیں، خوب ازبر کرلیں۔ راقم کا دوران طالب علمی اور بعد از فراغ یہ مشاہدہ رہا ہے کہ عربی وفارسی اور اردو گرامر میں جو مہارت تامہ مفتی صاحب کو حاصل تھی، وہ بہت کم اساتذہ میں دیکھنے میں آتی ہے۔ آپ صدر الشریعہ کے طریقۂ تدریس پر عمل کرتے ہوئے دورۂ حدیث کے ساتھ ساتھ ابتدائی کتب بھی پڑھاتے تھے۔ یہ سلسلۂ تدریس آخری عمر تک جاری رہا، ڈاکٹروں کے لاکھ منع کرنے کے باوجود آپ نے پڑھانا نہ چھوڑا۔ راقم نے قبلہ مفتی صاحب کو وصال سے چار دن قبل تک (۱۱ جولائی ۲۰۰۷ء) ابتدائی کتب پڑھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ گو کہ آپ درس نظامی کی تمام کتب تحتانیہ، وسطانیہ، فوقانیہ کے تمام درجات حتیٰ کہ دورۂ حدیث میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور علم المیراث ان کا خاص شعبہ تھا۔ راقم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے آمدن نامہ، چہل سبق تا ہدایہ اخیرین تک قبلہ مفتی صاحب سے پڑھا ہے۔ میزان صرف، نحو میر اور پنج گنج کے علاوہ بالخصوص شرح مائۃ عامل پڑھانے کا جو انداز اور طالب علم کو سمجھانے کا جو طریقہ قبلہ مفتی صاحب کا تھا۔ آج تک کسی استاد کو اس طرز میں پڑھاتے نہیں دیکھا۔ ابتدائی کتب کو اس ذوق وشوق سے پڑھانے کے سلسلے میں بعد از فراغ (دوران طالب علمی ہمت نہ ہوئی) جب مفتی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ چھوٹی اور ابتدائی کتب کیوں پڑھاتے ہیں؟ یہ کام اس قدر مغز ماری کا ہے، اس کے لئے کوئی استاد رکھ لیں اور آپ صرف بڑی کتاب پڑھائیں۔ (یہاں یہ بات واضح رہے کہ مفتی صاحب نے اپنے مدرسہ قادریہ رضویہ میں دورۂ حدیث کا سلسلہ راقم کے کہنے پر ہی شروع کیا تھا، کیونکہ میں اس وقت ادارہ کا ناظم تعلیم تھا۔ یہ غالباً ۱۹۸۲ء کی بات ہے ورنہ اس سے قبل دورۂ حدیث کے لئے طلباء کو دارالعلوم امجدیہ بھیجا جاتا تھا۔) تو آپ نے جواب دیا کہ یہی سوال میں نے اپنے استاد مکرم حضرت صدر الشریعہ سے کیا تھا تو انہوں نے اس کا جواب حضرت شیخ سعدی کے اس شعر سے دیا تھا اور آج میرا جواب بھی یہی ہے۔

چوں نہد بنیاد را معمار کج
تاثریا می رود دیوار کج

حضرت مفتی ابوالظفر غلام یٰسین راز امجدی علیہ الرحمۃ کا خاص موضوع تحریر وتحقیق اور درس وتدریس تھا۔ آپ نے نہایت تحقیقی کام کیے اور یہ ورثہ آپ کو اپنے استاذ مکرم حضرت صدر الشریعہ سے ملا تھا۔ سردی، گرمی، آندھی، طوفان ہو یا بارش، کوئی بھی چیز آپ کا راستہ نہیں روک سکتی تھی۔ آپ تدریس کے موقع پر مدرسہ میں اپنی مسند پر جلوہ افروز ہوتے تھے اور تحریر کے موقع پر اپنے لکھنے کی میز پر۔ صبح دس بجے مدرسہ آنا اور رات گئے گھر جانا آپ کا معمول تھا۔ اس دوران درس وتدریس کے علاوہ عوام الناس کے معاملات کو حل کرنا، مشاورت، طلبا کی معاملات کی دیکھ بھال، افتاء، اور نکاح خوانی کی ذمہ داریاں پوری کرتے تھے۔

مدرسہ میں آپ کے پاس ایک چھوٹا سا ڈیسک تھا جس کو سہارا

بنا کر آپ لکھتے تھے، عموماً آپ تکیہ کو میز کی جگہ استعمال کرتے تھے اور فرشی نشست پر تکیہ رکھ کر لکھا کرتے تھے، عموماً فتاویٰ لکھنے کا یہی انداز تھا۔ آپ نے ہزارہا فتاویٰ مختلف موضوعات پر تحریر کیے۔ آپ کے دائیں بائیں کتب سلیقے سے رکھی رہتی تھیں۔ جب تھک جاتے تو وہی تکیہ سرہانے رکھ کر سو جاتے۔ یہ آپ کی سادگی کا انتہائی اعلیٰ نمونہ تھا۔ مزاجاً، طبیعتاً نہایت سادہ اور نرم گو، شگفتہ گفتار، سلیقہ شعار، خلق نہایت شاندار، دشمن کو بھی پہلو میں جگہ دیتے، مسلک کے معاملے میں دودھاری تلوار، بدمذہب کو قریب نہ پھٹکنے دیتے۔ لیکن اگر کوئی اپنے معاملات کے حل کے لیے آتا تو حلم نہایت تابدار، علم نہایت وقیع و وسیع اور عمل قابل مثل تھا۔ آپ نہایت سادہ غذا کھاتے اور سادہ لباس پہنتے۔ دہی نہایت شوق سے کھاتے تھے۔ سفید کرتا، پاجامہ، شلوار اور سفید سلوکا آپ کا پسندیدہ لباس تھا۔ قراقلی ٹوپہ پہنتے تھے۔ سردی ہو یا گرمی، آپ کا یہی لباس ہوتا تھا۔ پان کثرت سے کھاتے، باریک چھالیہ کے ساتھ، یہ آپ کے قلم کا حصہ تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم تحصیل گھوسی میں صدر الشریعہ سے حاصل کی۔ اس وقت آپ کے ہمراہ آپ کے بڑے بھائی (دو سال بڑے تھے)، مولانا خلیل اشرف، بانی مدرسہ فیض رضا (بہاول نگر)، ڈونگر، بونگہ والے، مصنف ''ہاتھی دانت''، مناظرِ اہلسنّت تھے اور تیسرے ہم سبق، شہزادۂ صدر الشریعہ قاری رضاء المصطفیٰ تھے۔ یہ وہ تین خوش نصیب حضرات ہیں جنہیں صدر الشریعہ نے از خود ابتدائی کتب مکمل طور پڑھائی تھیں۔ ان کے بعد یہ اعزاز کوئی نہ پاسکا۔

مفتی صاحب نے جامعہ اشرفیہ مبارکپور (بھارت) میں تین سال تعلیم حاصل کی۔ اسی اثناء میں علامہ ازہری اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ ازہر (مصر) چلے گئے، بعد ازاں آپ نے حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ عالیہ (فیصل آباد) میں زانوئے تلمذ طے کیا۔ اس کے بعد آپ لاہور آگئے اور حضرت علامہ سید ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری دی اور ان کے تلامذہ میں شامل ہوگئے۔ آپ نے سندِ فراغ حزب الاحناف سے حاصل کی۔ یہ ۱۹۵۳ء کی بات ہے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد غالباً ۱۹۵۴ء میں آپ اپنے وطن مالوف کریم الدین پور، گھوسی، ضلع اعظم گڑھ اپنے والدین کریمین کی خدمت میں واپس آگئے جہاں ان کی شادی ساجدہ خاتون سے ہوئی جن کے بطن سے ۱۹۵۵ء میں ظفر الدین اعظمی ؎ تولد ہوئے۔ آپ کی ولادت کے صرف تین ماہ بعد ہی ساجدہ خاتون داغ، مفارقت دے گئیں۔ نمازِ جنازہ مفتی صاحب نے پڑھائی اور پھر صاحبزادے کو اپنی والدہ محترمہ اور بہن کے سپرد کر کے واپس پاکستان آگئے، بعد ازاں چھ سال بعد آپ نے شاہ جہاں بیگم عقدِ ثانی فرمایا جن کے بطن سے تین صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

(راقم نے استادِ مکرم کے نقشِ پا کی پیروی کرتے ہوئے ۱۹۸۷ء میں حزب الاحناف سے سندِ فراغت حاصل کی)۔ ۱۹۵۴ء میں قبلہ مفتی صاحب نے جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، ہارون آباد (بہاول نگر) میں درس و تدریس کی ذمہ داری سنبھالیں، اس وقت یہاں علامہ ازہری صاحب بحیثیت شیخ الحدیث خدمات انجام دے رہے تھے۔ ۱۹۵۷ء میں جب استاذ مکرم، ذی محتشم حضرت علامہ ازہری صاحب کراچی تشریف لائے تو آپ ان کے ہمراہ تھے۔ اسی سال دارالعلوم امجدیہ، کراچی کا افتتاح کیا گیا اور علامہ صاحب شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور تادمِ مرگ (۱۹۸۹ء تک) قال اللہ و قال الرسول کا درس دیتے رہے۔ ازہری صاحب نے مفتی صاحب کا امجدیہ میں بحیثیت مدرس تقرر فرمایا۔ گویا انڈیا، پنجاب کے بعد اب کراچی میں ایک پنتھ دو کاج، ایک روح دو قالب ہوگئے۔ ۱۹۵۲ء میں زمانۂ طالبعلمی میں دورۂ حدیث کے دوران مفتی صاحب نے

فتاویٰ نویسی میں دلچسپی لینا شروع کی اور دارالعلوم امجدیہ میں علامہ ازہری کی زیرِ سرپرستی اور زیرِ نگرانی آپ نے فتاویٰ نویسی شروع کی۔ آپ کا ذرخیز ذہن اس موضوع کے لیے نہایت موزوں تھا۔ آپ نے فتاویٰ نویسی کا سلسلہ آخری دم تک جاری رکھا اور ہزارہا فتاویٰ کے جوابات تحریر فرمائے۔ طلاق و میراث کے فتاویٰ، رضاعت و نکاح جیسے ادق موضوعات پر سوالات کے جوابات آپ نے نہایت عمدگی سے تحریر فرمائے ہیں۔ درس و تدریس کے علاوہ آپ نے فتاویٰ نویسی کی خدمات ساٹھ سال تک انجام دیں۔ ابتدائی دور کے آپ کے بے شمار فتاویٰ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کے سبب ضائع ہوگئے۔ اس کے باوجود ایک بڑا ذخیرہ محفوظ و مامون ہے جس کی فائلنگ راقم نے ۲۰۰۳ء میں کی تھی اور اب میرے ہم جماعت، ہم سبق اور استاد زادے قبلہ ظفر الدین اعظمی صاحب (واللہ طال عمرہ) اس خدمت کو نہایت دلچسپی اور انہماک سے انجام دے رہے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ قوی امید ہے کہ بہت جلد یہ فتاویٰ مرحلۂ طباعت سے گذر جائیں گے۔ یہ قبلہ مفتی صاحب کی فقہ حنفی میں عوام الناس کے لیے بلا معاوضہ ایک اور بڑی خدمت ہے جو آپ نے انجام دی۔ آپ نے صرف فتوے ہی نہیں تحریر کیے بلکہ بے شمار کی تصحیحات فرمائی جو نو عمر، شوقیہ مفتیان نے ''من پدرم سلطان بود'' کے طرہ و طمطراق کے زعم میں لکھے تھے۔

مفتی صاحب کو سلسلۂ عالیہ قادریہ سے نسبت تھی۔ یہاں قارئین کے لیے یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ۱۳۶۵ھ الموافق ۱۹۴۶ء میں جب آپ علامہ ازہری صاحب کے ہمراہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مجدد دین و ملت شاہ احمد رضا خان بریلوی القادری علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں شرکت کے لیے بریلی شریف تشریف لے گئے تھے تو علامہ صاحب کے ہی حکم سے آپ نے حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سلسلۂ عالیہ قادریہ میں نوازے گئے۔ آپ اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

''بعد نمازِ مغرب جب حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضرت نے ناچیز کو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں داخل فرما کر ہمیشہ کے لیے مرہون منت بنالیا۔ والحمد للہ علی احسانہ''

گویا صدر الشریعہ کے بعد علامہ ازہری ہی قبلہ مفتی صاحب کے ہادی و رہنما تھے اور انہوں نے مفتی صاحب کی قدم قدم پر نہ صرف رہنمائی فرمائی بلکہ عملاً تربیت بھی فرمائی۔ قبلہ مفتی صاحب کی ازہری صاحب سے محبت و دلی وابستگی اور چاہت و وارفتگی کا یہ عالم ہے کہ مفتی صاحب کی تمام تصانیف میں قبلہ ازہری صاحب نے نہایت موثق و ازہر تقاریظ تحریر فرمائی ہیں اور مفتی صاحب کے لیے احسن خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

مفتی ابوالظفر غلام یٰسین اور شیخ الحدیث عبد المصطفیٰ ازہری حقیقتاً و واقعتاً ایک پنتھ دو کاج، ایک روح دو قالب تھے۔ آئینۂ ازہری میں چہرۂ یٰسین نظر آتا تھا۔ ۱۹۳۷ء محلہ کریم الدین پور (گھوسی)، اعظم گڑھ سے شروع ہونے والا سفر ۱۹۶۱ء میں کراچی میں جاری و ساری تھا۔ ۱۳۸۳ھ الموافق ۱۹۶۴ء میں علامہ ازہری کے حکم و مشورے سے ملیر سعود آباد، کراچی میں دو ہزار مربع گز زمین پر مشتمل ایک نہایت عالی شان مدرسہ کی بنیاد بدستِ اقدس حضرت شیخ الحدیث الازہری رکھی گئی، جس کا الحاق دارالعلوم امجدیہ سے کیا گیا۔ (راقم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے بارہ سال تحصیل درسِ نظامی کے بعد ۱۹۷۹ء میں دارالعلوم ہٰذا سے سندِ فراغ حاصل کی نیز دارالعلوم امجدیہ میں بھی عبد المصطفیٰ ازہری دام فیوضہ سے درسِ حدیث پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔)

اس وقت جب کہ لوگوں میں دینی مدارس کی تعلیم اور اس کے اخراجات کے حوالے سے بہت کم شعور تھا، ایسے وقت میں مفتی

صاحب نے ملیر کالونی (سعود آباد) جیسے مضافاتی علاقے میں ایک ایسے عظیم الشان دینی ادارے کی بنیاد رکھی اور طلباً کے حصول کے لئے ہر گھر کی دہلیز کو ہلایا کہ بھائی اپنا ایک بچہ اللہ کی راہ میں ڈالو اور اسے علم دین سکھا کر اپنی آخرت سنوارو۔ آپ کے اس تکلیف دہ سفر کا پھل اس صورت ملا کہ اہل ملیر میں دینی تعلیم کا شعور بے دار ہوا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مفتی صاحب بہت عمدہ گھڑی ساز تھے۔ آپ دن کو پڑھاتے، ظہر کے بعد طلباء کے لئے راشن کا انتظام کرنے کے لئے نکل جاتے، پھر مغرب کے بعد سے رات تک طلبا کو پڑھاتے اور رات گئے تک مدرسے کے اخراجات اور اہل خانہ کے نان شبینہ کے لئے لوگوں کی گھڑیاں مرمت کرتے تھے۔ اسّی گز کے ایک مکان میں جس پر جست کی چادریں ڈلی ہوئی تھیں اور بارش میں چھت بھی ٹپکتی تھی، لیکن آپ اپنی دھن میں مگن اپنے مشن کی تکمیل کے لئے اپنے کام میں جُتے رہتے۔ اس وقت مدرسہ کی عمارت بھی اسّی گز کے ایک مکان میں تھی اور راقم اس وقت مفتی صاحب کا ابتدائی طالب علم تھا۔ ظفر الدین اعظمی میرے استاد زادے میرے ہم سبق تھے، غالباً یہ ۱۹۷۰ء کی بات ہے۔ سخت محنت ومشقت کا خاصہ آپ کو صدر الشریعہ کے طفیل ملا تھا۔ جس سے تادم مرگ آپ نے منہ نہ موڑا۔ آپ چوبیس چوبیس گھنٹے بھی کام کرتے تھے اور بلا تکان خوش باش رہتے تھے۔ طلباء کی زندگیاں سنوارنے کے لئے آپ نے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔

مفتی صاحب نے ساری عمر قال اللہ وقال الرسول ﷺ میں گزاری۔ آپ نے ان تمام معاملات کے ساتھ ساتھ تحریر وتحقیق کا کام بھی جاری رکھا اور یہ اعزاز بھی آپ ہی کو حاصل ہوا کہ آپ نے سب سے پہلے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش کی شرح بند ''وثائق بخشش'' مع حل اللغات ۱۹۷۵ء میں تصنیف فرمائی۔ انتہائی سلیس، سادہ، عام فہم، مختصر مگر جامع اور سلاست وروانی کا مرقع، اردو زبان میں لکھی جانے والی یہ پہلی شرح تھی۔ بعد ازاں ''زور اس صنف میں یاروں نے بہت مارا'' کی مصداق، ہر اہل نا اہل، کو اس شعبے اور زبان، کلام و پیام سے دور کا بھی واسطہ نہ رکھتے تھے، ہر ایک شہ سوار شارح رضا بننے کے چکر میں لگ گیا اور صفحات کے صفحات سیاہ کردیئے، مگر ''ڈھاک کے تین پات'' کی مصداق کوئی پذیرائی نہ پاسکے۔ مفتی صاحب کی شرح انڈو پاک میں تہلکہ خیز ثابت ہوئی، کیوں کہ آپ نے امام احمد رضا کے اشعار کے عین مزاج کے مطابق آیات قرآنیہ واحادیث کریمہ کو بیان کیا اور شعر کی تفسیر فرمائی۔ اس کتاب کی تقریظ جلیل علامہ ازہری کی رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ الحمد للہ راقم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ قبلہ مفتی صاحب نے ناچیز کی درخواست پر، شدید بیماری کے عالم میں وثائق بخشش کے حصہ دوم کی تکمیل وصال سے ایک ہفتہ قبل فرمائی۔ جب کام کی ابتدا ہوئی اور جب یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا تو راقم نے یہ خوشخبری سب سے اوّلاً وآخراً حضرت علامہ مولانا سید وجاہت رسول قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کو سنائی تھی اور حضرت نے اس کی اشاعت کا عندیہ دیا تھا۔ ان شاء اللہ یہ کام بھی بہت جلد زیر طباعت سے آراستہ ہو کر عوام الناس کی تشنگی علم کو دور کر رہا ہوگا۔

قارئین کے لئے یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی اور بہت سے لوگوں کو معلوم نہ ہوگی کہ علامہ ازہری بہترین نعت گو شاعر تھے۔ مفتی ابوالظفر غلام یٰسین اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''علامہ موصوف میدان شاعری کے بھی اعلیٰ شہسوار تھے، جب بھی اشہب قلم کو اشارہ فرماتے، تو اچھے اچھے کہنہ مشق شعراء پیچھے دکھائی دیتے۔ آپ ماجد تخلص رکھتے تھے جو بچپن کے نام کا ایک جزو ہے۔'' [۵]

حضرت مفتی صاحب فن شاعری میں علامہ ازہری ہی کے شاگرد عزیز ہیں، نیز آپ کو صدر الشریعہ نے بھی اصلاح دی ہے جس کا ذکر

آپ نے اپنی تحقیق انیق، تصدیقِ لطیف ''وقارِ شریعت'' ص ۲۴، ۲۵ پر اور علامہ ازہری سے اصلاح لینے کا تذکرہ اسی کتاب کے ص ۲۳ پر تفصیلاً کیا ہے۔ قبلہ مفتی صاحب رازؔ تخلص فرماتے تھے۔

ابوالظفر مفتی غلام یٰسین رازؔ امجدی اور شیخ الحدیث علامہ المصطفےٰ ماجد الازہری کے ایک جان دو قالب ہونے کی ایک اور مثال چچا بھتیجوں میں محبت کی ایک اور اعلیٰ نظیر ملاحظہ ہو۔

محلہ کریم الدین پور (بھارت) میں صدر الشریعہ کے دو مکان تھے۔ ایک کوٹھی قادری منزل کہلاتی تھی۔ اسی کے قریب مشرقی جانب مفتی صاحب کا مکان تھا۔ حضرت علیہ الرحمہ جب اپنے دوسرے مکان پر تشریف لے جاتے تو مفتی صاحب کے مکان کے سامنے سے، جو کہ شارع عام تھی، گزر فرماتے۔ یہی صورتحال بعینہٖ کراچی (پاکستان) آنے کے بعد ہوئی کہ ازہری صاحب کے دو مکان تھے، ایک کا نام قادری منزل تھا، کچھ فاصلے پر مفتی صاحب کا مکان تھا۔ اور شارع عام سے علامہ ازہری کا جب بھی گزر ہوتا تو اکثر ملاقات ہو جاتی بلکہ تقریباً روز ہی ملاقات ہوتی تھی۔ علامہ ازہری صاحب مفتی صاحب کو ''مولوی یٰسین'' کہہ کر پکارا کرتے تھے اور مفتی صاحب انہیں چچا کہتے تھے۔ یہ ان کے محبت کے نام تھے۔ صدر الشریعہ کے یہاں قادری منزل میں سالانہ نعتیہ مشاعرہ ہوتا تھا جس میں بڑے بڑے شعرائے کرام شرکت کرتے اور علامہ ازہری و قبلہ مفتی صاحب بھی اپنا کلام سناتے۔ یہی صورتحال کراچی میں رہی کہ یہ مشاعرہ دارالعلوم امجدیہ میں ہوتا تھا اور اس کی روداد باقاعدہ کتابی شکل میں طبع ہوتی تھی، یہاں سے صاحبانِ علم و فن اپنا کلام سناتے تھے۔

مفتی صاحب فنِ خطابت کے بھی شہباز تھے۔ آپ نے کراچی کی معروف مساجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ ملیر ہالٹ (کراچی) سیکورٹی پرنٹنگ پریس کی مسجد میں کئی سال آپ نے امام و خطیب کے فرائض انجام دیئے۔

قبلہ مفتی صاحب اور حضرت علامہ ازہری صاحب محض استاد شاگرد ہی نہیں تھے بلکہ ان میں بھائی چارگی کا شدید جذبہ موجزن تھا اور آپ دونوں میں سگے بھائیوں سے زیادہ الفت و محبت تھی۔ ان دونوں گھرانوں اور ان کی اولادوں میں آج بھی بڑوں کو چچا اور چھوٹوں کو بھائی کہنے کی روایت قائم ہے۔ بقول ظفر الدین اعظمی کہ ''ہمیں ابا کی وصیت و نصیحت ہے کہ خانوادۂ ازہری کو اپنا بڑا اور سرپرست سمجھنا، یہ سب تمہارے چچا اور بھائی ہیں۔ ان کے احترام و عظمت میں کمی نہ آنے دینا۔'' مفتی صاحب، ازہری صاحب کا حد درجہ احترام فرماتے تھے۔ جس کا ثبوت یہ تحریر ہے۔

'' سیدی وسندی ملجائی وماوائی حضرت الاستاذ علامہ الحاج فخر الاسلام محمد عبدالمصطفےٰ الازہری مدفیوضہ بن صدر الشریعہ بدر الطریقت علیہ الرحمۃ''۔

سادات کرام، اپنے اساتذہ اور شہزاگان صدر الشریعہ کا احترام مفتی صاحب کا خاصہ تھا۔ اس کی ایک نظیر ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا ریحان رضا بریلوی تحصیل علم کی خاطر بریلی شریف سے فیصل آباد شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت قبلہ مفتی صاحب اور آپ کے برادر اکبر مولانا خلیل اشرف صاحب درس حدیث کی تحصیل میں مشغول تھے۔ چونکہ آپ دونوں حضرات حضور صدر الشریعہ کے خاص الخاص شاگرد تھے اور آپ کی تربیت صدر الشریعہ کے دست اقدس سے ہوئی تھی، لہٰذا حضرت مولانا سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ آپ دونوں حضرت والا قبلہ ریحان رضا صاحب کو ابتدائی کتب کا درس دیں۔ یہ شرف آپ دونوں بزرگ ہستیوں کو حاصل ہے اس کے باوجود آپ نے خود حضرت والا کو اپنا تلمیذ احتراماً اپنی زبان سے نہ کہا اور اپنی اولاد کو یہی نصیحت کی کہ وہ میرے دادا پیرزادے ہیں۔

لہٰذا تم کبھی ان کی شان میں کمی نہ کرنا شاگرد کہنا ان کی شایان شان نہیں۔ حضرت ریحان رضا صاحب امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں بریلوی کے برادر اکبر تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ریحان رضا پاکستان آئے تو قبلہ مفتی صاحب سے ملاقات میں انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ حضرت میں آپ کا شاگرد ہوں لیکن حضرت مفتی صاحب نے احتراماً اس لفظ نہ دہرایا۔ یہ آپ کے احترام شہزادگان کی ایک مثال ہے۔

مفتی صاحب نام ونمود اور بے جا نمائش سے ہمیشہ دور رہے۔ زہد وورع، تقویٰ ؤ پرہیزگاری کا بے مثل نمونہ تھے۔ دینی وملّی ومذہبی خدمات میں آپ کا سفر بڑا کٹھن اور بہت طویل ہے، جس کے متحمل یہ اوراق قرطاس نہیں ہو سکتے۔ آپ نے علامہ عبد المصطفیٰ ازہری اور علامہ شاہ احمد نورانی کے ساتھ طویل سیاسی سفر کیا۔ علامہ نورانی اور آپ کی رفاقت ایک طویل عرصہ پر محیط ہے۔ آپ نے جمیعت علمائے پاکستان اور جماعت اہل سنت کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ آپ کے ساتھ کام کرنے والے رفقاء وہم عصر علما کی ایک طویل فہرست ہے۔ چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، پروفیسر شاہ فرید الحق، علامہ جمیل احمد نعیمی، مفتی محمد اطہر نعیمی، مولانا منتخب الحق قادری، مفتی شجاعت علی قادری، علامہ محمود احمد رضوی، علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی، مولانا وجاہت رسول قادری، مولانا محمد حسن حقانی، مولانا قمر الزمان اعظمی (بھارت)، ظہور الحسن بھوپالی، حاجی محمد حنیف طیب، احد یوسف، دوست محمد فیضی، حافظ محمد تقی شامل ہیں۔

آپ کے ہم سبق رفقاء میں علامہ محمود احمد رضوی، قاری رضاء المصطفیٰ، مولانا خلیل اشرف، مولانا الٰہی بخش شامل ہیں۔

آپ کو لکھنے پڑھنے کا از حد شوق تھا۔ کاغذ قلم آپ کے دیرینہ رفیق تھے۔ کراچی آنے کے بعد، بعد از فراغ، مزید علم کے حصول کے لئے کراچی بورڈ سے عالم اردو کا امتحان نمایاں حیثیت میں پاس کیا۔ آپ کی کئی معرکۃ الآراء تصانیف ہیں۔ جن کا شہرہ آج بھی انڈو پاک میں قائم ہے۔ آپ کی پہلی تصنیف وثائق بخشش تھی، جب کہ دوسری تصنیف وقار شریعت ہے۔ جس میں اذان پنج گانہ واذان خطبۂ جمعہ واقامت مع نماز کے اہم مسائل تمام تر فقہ حنفی کی کتب کے حوالہ جات سے مزین ہیں۔ مفتی صاحب نے اپنی اس تحقیق انیق کا انتساب اپنے اساتذۂ کرام حضرت صدر الشریعہ وشہزادۂ صدر الشریعہ علامہ ازہری کے نام کیا ہے۔ اس کتاب پر کلمات تائید علامہ ازہری اور تقریظ شیخ الحدیث عبد المصطفیٰ الاعظمی نے تحریر کی ہے۔ مفتی صاحب کی ایک اور بڑی تصنیف لطیف امام احمد رضا کی کتاب جدّ الممتار کا اردو ترجمہ ہے۔ عربی زبان سے اردو قالب میں اس کتاب کو مفتی صاحب نے نہایت عمدگی سے ڈھالا ہے۔ اس پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت شیخ طریقت حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں بریلوی قادری نے تقریظ لکھی ہے (راقم کو حضرت والا ہی سے نسبت بیعت ہے۔) دوسری تقریظ علامہ محمود احمد رضوی مشہدی شارح بخاری کی ہے۔ یہ ایک فن تھا جسے امام احمد رضا نے برتا اور پھر مفتی صاحب نے اسے اردو زبان میں حیاتِ نو بخشی۔ راقم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کتاب کے تمام تر حوالہ جات مفتی صاحب کو فراہم کئے۔ اس کے لئے راقم کو جد الممتار کی ایک ایک سطر کو نہ صرف پڑھنا پڑا بلکہ اس کی جزئیات کو بھی دیکھنا پڑا۔ الحمدللہ آج مفتی صاحب نے نہ صرف ''مد الابصار'' کے نام سے اس کا ترجمہ کر کے حق ادا کر دیا بلکہ سنّی علماء وعوام کو امام اہلِ سنت کی ایک نئی تحقیق سے بھی روشناس کرایا۔ اس کتاب کو ہند وپاک میں بڑی پذیرائی حاصل

ہوئی۔ راقم کو خوشی ہے کہ استادِ محترم کی محنت رنگ لائی اور آج عوامِ اہلِ سنت اس سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

مفتی صاحب نے بعض چھوٹے چھوٹے مسائل جو کہ درحقیقت بڑے مسائل کا پیش خیمہ تھے، بڑی مسکت ومثبت، شافی وکافی انداز میں تحریر فرما کر عوام الناس کی رہنمائی فرمائی۔ مثلاً آپ نے دعائے افطار اور دعائے طعام جیسے اہم مسئلے کی طرف عوام الناس کی توجہ دلائی اور دلائلِ قاہرہ سے ثابت کیا کہ دعائے افطار بعد از افطار پڑھنی چاہئے۔ اس ضمن میں آپ نے احادیثِ کریمہ اور کتبِ فقہ کا مکمل حوالہ نقل کیا ہے۔

اسی طرح آپ نے ''لاؤڈ اسپیکر کی شرعی حیثیت'' کے عنوان سے ایک کتابچہ نہایت ہی معرکۃ الآراء تحریر فرمایا جس میں سلف واکابرین کی آراء کو شامل کرتے ہوئے عدم جواز کا ثبوت پیش کیا ہے۔ آپ کی دیگر تحریرات میں درج ذیل تحقیقات شامل ہیں:

- قربانی وعقیقہ کے فضائل ومسائل
- نظامِ مصطفیٰ ﷺ کیا ہے؟
- جعلی سوادِ اعظم اہلِ سنت
- عورتوں کے حقوق
- دینِ اسلام کے مختلف مسائل کا حل
- جدید عربی لغت
- درودِ ابراہیمی پر فاضلانہ بحث

شہزادۂ صدر الشریعہ قاری رضاء المصطفیٰ اور مفتی صاحب میں بھی بے حد درجہ الفت ومحبت تھی۔ آپ بھی علامہ ازہری صاحب کے عین انداز میں اپنائیت کے رچاؤ سے مفتی صاحب کو ''مولوی یٰسین'' کہا کرتے تھے۔ مفتی صاحب سے ایک ملاقات میں آپ کے وصال سے چند ماہ قبل قاری صاحب نے فرمایا، ''اب دنیا میں صدر الشریعہ کے صرف ہم دو ہی شاگرد زندہ رہ گئے ہیں۔ دیکھئے اب ہم میں سے پہلے کون اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوتا ہے۔'' اس کے بعد مفتی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اب صدر الشریعہ کی آخری نشانی کے طور پر قاری صاحب ہی حیات ہیں۔ (واللہ طال عمرہ)

مفتی صاحب کے خانوادہ میں علماء کی ایک طویل فہرست ہے جو دینِ اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے شیخ الحدیث علامہ محمد احمد مصباحی، مولانا سیف الدین اعظمی، مدرس دارالعلوم اہلِ سنت شمس العلوم (گھوسی)، دارالعلوم احسن البرکات (کانپور) کے شیخ الحدیث علامہ حفیظ اللہ، یہ سب مفتی صاحب کے برادرِ اصغر ہیں۔

مفتی صاحب کے اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حکیم الامت حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی (صدر الشریعہ)، مصنف 'بہارِ شریعت'

۲۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ الازہری (پاکستان)

۳۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حافظ عبد الرؤف (بھارت)

۴۔ استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی (بھارت)

۵۔ حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث محدثِ اعظم پاکستان محمد سردار احمد (پاکستان)

۶۔ حضرت علامہ مولانا قاری یحییٰ (بھارت)

۷۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (پاکستان)

مرکزی انجمن حزب الاحناف، لاہور

۸۔ حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی اعظمی (بھارت)

۹۔ حضرت علامہ مولانا عبداللہ (پاکستان)

۱۰۔ حضرت علامہ مولانا غلام یزدانی اعظمی (بھارت)

۱۱۔ حضرت علامہ مولانا محمد شریف (پاکستان)
۱۲۔ حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی [تبرکاً] (پاکستان)
۱۳۔ حافظِ ملت حافظ عبدالعزیز صاحب (بھارت)

مفتی صاحب کے تلامذہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

- مولانا غیاث الدین (مہتمم جامعہ غوثیہ سیالکوٹ، سابق ممبر پنجاب اسمبلی)
- مفتی منیب الرحمٰن (مہتمم دارالعلوم نعیمیہ، کراچی)
- علامہ پروفیسر سعید الرحمٰن مرحوم
- مفتی مبارک حسین مصباحی (بھارت)
- پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری (رئیس کلیہ علوم الاسلامیہ جامعہ کراچی)
- پروفیسر ڈاکٹر عبدالباری (خطیب شاہی مسجد ٹھٹھہ)
- علامہ محمد اسماعیل ضیائی (شیخ الحدیث، دارالعلوم امجدیہ)
- پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ قادری (صدر شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی)
- مولانا سعید محمد محمدی
- مفتی محمد اسلم نعیمی
- مولانا شاہ محمد تبریزی القادری (ریسرچ اسکالر، جامعہ کراچی)

شامل ہیں۔

مورخہ ۲۹ر جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ الموافق ۱۵ر جولائی ۲۰۰۷ء کو افق پر سیاہی چھا گئی، فضا سوگوار اور ہوا رنجیدہ ہوگئی۔ تقریباً بعمر ۷۶ سال قبلہ مفتی صاحب ہزار ہا غم گساران و سوگوران کو چھوڑ کر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔

آپ کو سیکڑوں افراد نے آہوں اور سسکیوں کے مابین سپردِ خاک کیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے استاد زادے قاری رضاء المصطفیٰ نے پڑھائی۔ جید اکابر علماء کی کثیر تعداد نے آپ کے جنازے میں شرکت کی۔ اہلِ ملیر کے لیے یہ روز قیامتِ صغریٰ سے کم نہ تھا۔ آج کے دن اس علاقے، اس شہر سے ہی نہیں بلکہ اس وطن سے صدر الشریعہ کا فیض رساں اٹھ گیا۔ الموت العالم، الموت العالَم کا چہلم مورخہ ۲۳ر اگست ۲۰۰۷ء، بروز جمعرات، ۹ر شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ کو دارالعلوم ہٰذا میں منعقد ہوگا۔ مرحوم کو ان کے قائم کردہ دارالعلوم قادریہ رضویہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ آپ کا مزارِ اقدس اہلِ کراچی کے لئے مرجع خلائق ہے اور فاتحہ خوانی و ایصالِ ثواب کا سلسلہ مسلسل جاری ہے۔ اللہ رب ذوالجلال ان کے احباب، لواحقین، اہلِ خانہ و شاگردان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

آسماں تیری لحد پہ افشاں فشانی کرے۔

## حوالہ جات و حواشی

۱۔ مولانا امجد علی، متحدہ ہندوستان کے پہلے فرد ہیں جنہوں نے اولاً خود کو اعظم گڑھ کی نسبت سے "اعظمی" لکھنا شروع کیا، پھر یہ لاحقہ ان کے نام کا جز بن گیا۔
۲۔ وقارِ شریعت از مفتی ابوالظفر غلام یٰسین امجدی اعظمی، ص:۳۳، مطبوعہ ۱۹۹۴ء
۳۔ حوالہ مذکور، ص:۳۴
۴۔ مفتی صاحب کے بعد ظفر الدین اعظمی صاحب مدرسے کے مہتمم و منیجنگ ٹرسٹی ہیں اور نظام درس و تدریس کی خدمت بااحسن طور انجام دے رہے ہیں۔
۵۔ وقارِ شریعت، ص:۲۳
۶۔ مفتی صاحب کے عین سامنے پروفیسر شاہ فرید الحق سابق ممبر صوبائی اسمبلی و صدر ج۔ یو۔ پی کا مکان تھا۔ [تبریزی]
۷۔ وقارِ شریعت، ص:۲۳

﴿...... یادگارِ رفتگاں نمبر ......﴾

## امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی پرپوتی اور الحاج مولانا شوکت حسن خاں کی اہلیہ

# سرفراز بیگم

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی پر پوتی اور

# الحاج مولانا شوکت حسن خاں کی اہلیہ سرفراز بیگم کا وصال

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

امام احمد رضا خاں محدثِ بریلوی قدس سرہ العزیز کے پوتے مفسر القرآن حضرت علامہ مولانا مفتی ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی المعروف جیلانی میاں صاحب علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء) کی سب سے بڑی صاحبزادی محترمہ سرفراز بیگم کا ۳۰ر رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ/۱۳راکتوبر ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ بوقت سحر کراچی میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

امام احمد رضا کی پر پوتی محترمہ سرفراز بیگم مرحومہ مغفورہ نے ۷۱ سال کی عمر شریف پائی جس کے اعتبار سے آپ کی پیدائش ۱۹۳۶ء بنتی ہے۔ آپ کی دو بہنیں اور پانچ بھائی تھے جن میں سے ایک بہن کا انتقال ہو چکا ہے جبکہ بھائیوں میں سب سے بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی محمد ریحان رضا خاں قادری نوری علیہ الرحمۃ کا ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء میں وصال ہو چکا ہے۔ جب ایک اور بھائی مولانا تنویر رضا خاں مفقود الخبر ہیں کہ ان پر وجدانی کیفیت کا غلبہ رہتا تھا۔ اسی حال میں وہ کئی سالوں سے گھر سے دور ہیں اور ان کے متعلق کچھ نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں جبکہ بقیہ تین بھائی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں قادری نوری الازہری مدظلہ العالی، مولانا قمر رضا خاں قادری نوری بریلوی اور مولانا منان رضا خاں قادری نوری بریلوی بقید حیات ہیں اور دین کے فروغ میں مصروف عمل ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کے پاسبان کی حیثیت سے اپنی اپنی جگہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بیگم الحاج شوکت حسن خاں کے تمام بھائی بہنیں مفتی اعظم حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) سے مرید ہیں اور آپ کی اولاد جن میں دو صاحبزادے اور ۵ صاحبزادیاں سب کے سب مفتی اعظم ہی سے مرید ہیں۔

آپ کا نکاح مسنونہ قبلہ الحاج شوکت حسن خاں قادری نوری رضوی ولد محمد شاہ حسن خاں بریلوی سے ۱۹۴۹ء میں بریلی میں منعقد ہوا تھا اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے نکاح پڑھایا تھا۔

پاکستان کے قیام کے بعد الحاج شوکت حسن خاں ۱۹۵۵ء میں پاکستان تشریف لے آئے اور پی۔آئی۔اے میں ملازمت اختیار کرلی۔ اس کے بعد آپ نے اپنی اہلیہ کو پاکستان بلوایا۔ چنانچہ آپ کی اہلیہ اپنے چچا حضرت علامہ مولانا حماد رضا خاں قادری نوری بریلوی المعروف بہ نعمانی میاں علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۹۵۵ء، مدفون کراچی) کے ساتھ پاکستان تشریف لے آئیں اور شہر کراچی میں قیام فرمایا۔ آپ کے گھر ۵ بچیاں پیدا ہوئیں جب کہ دو صاحبزادے جناب محمد فرحت حسن خاں قادری نوری (پ ۱۹۵۹ء) اور محمد سعد حسن خاں قادری نوری المعروف سعدی میاں (پ ۱۹۷۳ء) کراچی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ایک صاحبزادی کا نکاح مسنونہ الحاج زبیر کی کے ساتھ کراچی میں ہوا تھا جبکہ محمد سعد حسن خاں کا نکاح ۲۰۰۵ء میں منعقد ہوا تھا۔ محترم جناب محمد فرحت حسن خاں پچھلے ۱۵۔۲۰ سال سے امریکہ میں مقیم ہیں اور والدہ کی بیماری کے باعث وہ پچھلے ۱۰ مہینوں سے کراچی میں رکے ہوئے ہیں اور یہاں رہ کر انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ کی مکمل تیمارداری فرمائی۔ اگرچہ دو دفعہ واپس جانے کا ارادہ کیا مگر والدہ کی حالت دیکھ کر واپس نہ جا سکے اور ان کی تدفین میں شریک رہے۔

مولانا شوکت حسن خاں کی پی۔آئی۔اے میں ملازمت کے باعث آپ دونوں کا بریلی شریف کا اکثر دورہ ہوتا تھا اور اس کے علاوہ آپ کی اہلیہ نے دو دفعہ حج کی سعادت، ۵ دفعہ عمرہ کی سعادت اور دو دفعہ بغداد شریف کی حاضری کی سعادت بھی حاصل کی۔ آپ کو سیدنا غوث اعظم سے بہت محبت تھی اور ان کا نام آپ کی زبان پر اکثر جاری رہتا تھا۔ چنانچہ گھر والوں نے بتایا کہ انتقال سے چند لمحات پہلے بھی آپ کی زبان سے دو دفعہ یا غوث اعظم دستگیر جاری ہوا جب کہ انتقال سے دو گھنٹے قبل آپ کی زبان پر درود جاری رہا اور با آواز بلند درود شریف پڑھتی رہیں اور درود شریف پڑھتے پڑھتے اور آخر میں کلمہ پڑھتے ہوئے جان اللہ کے سپرد کی اور سفر آخرت شروع کیا۔ آپ کے صاحبزادے محمد فرحت حسن خاں نے بتایا کہ آپ پردہ کی سختی سے پابندی کرتی تھیں۔ اس لیے ہسپتال میں بھی آپ نے کسی مرد ڈاکٹر کو نہ دکھایا اور نہ کسی مرد ڈاکٹر نے آپ کو ہاتھ لگایا۔ اگرچہ ۱۰ مہینے میں کئی دفعہ ہسپتال جانا ہوا اور کئی کئی دن ہسپتال میں ایڈمٹ رہیں مگر ہمیشہ خاتون ڈاکٹر ہی کو دکھایا۔

آپ کی بیماری کے دوران قبلہ اختر رضا خاں قادری بریلوی الازہری بھی تشریف لائے تھے۔ جب آپ ان کو ہسپتال دیکھنے گئے تو اس وقت آپ کے آکسیجن لگی ہوئی تھی۔ حضرت نے دم فرمایا۔ اس کے بعد پھر آپ کو آکسیجن لگانے کی ضرورت پیش نہ آئی۔

گھر کی وہ خواتین جنہوں نے مرحومہ کو غسل دیا، ان کا کہنا ہے کہ غسل دیتے وقت جب تشہد پڑھا گیا تو ان کی تشہد کی انگلی اٹھ گئی اور کفن پہناتے وقت تک اٹھی رہی۔ بلاشبہ یہ مرحومہ کی کرامت تھی۔

دوسری کرامت جو بیان کی گئی کہ مرحومہ کے جس ہاتھ میں ڈرپ لگی تھی، غسل کے وقت اس میں سے خون جاری ہو گیا اور آخری وقت تک بہتا رہا اور انہیں خون آلود کفن ہی کے ساتھ دفنایا گیا۔ وہ یقیناً شہیدِ محبت رسول تھیں۔

مرحومہ کے انتقال کے بعد تیسری کرامت یہ ظاہر ہوئی کہ عید کے امینِ ملت حضرت امین میاں برکاتی صاحب دامت برکاتہ نے مارہرہ شریف میں فاتحہ کی۔ بعد از فاتحہ جب وہ دوپہر میں سوئے تو خواب میں حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی زیارت کی اور ان کو بہت ہی خوبصورت لباس میں خوش دیکھا اور دیکھا کہ امینِ ملت ان سے ضد کر رہے تھے کہ آپ نے میری آپا کو کیوں بلا لیا؟ تو مفتی اعظم مسکراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اچھا یہ بات تو ہوگی، پہلے آپ پان ملاحظہ کرلیں۔ اس کے بعد حضرت امینِ ملت کی آنکھ کھل گئی۔ اس واقعہ کو انہوں نے اسی دن فون کر کے الحاج شوکت حسن خاں صاحب کو رو رو کر بتایا اور فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرحومہ، مفتی اعظم کی آغوشِ رحمت میں چلی گئی ہیں۔

صدرِ ادارہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب نے بتایا کہ ان کی والدہ اور پھوپھی کے الحاج شوکت حسن خاں کی اہلیہ سے بہت محبت کے تعلقات تھے اور ان کی زبانی کئی واقعات سے آگاہی ہوئی۔ سید وجاہت رسول قادری صاحب کے والد ماجد، والدہ ماجدہ اور پھوپھی جان چونکہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے، اس باعث مرحومہ سرفراز بیگم صاحبہ سے اور بھی قریبی تعلقات تھے اور والدہ ماجدہ یا پھوپھی جان کی زبانی اکثر ان کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر سننے کو ملتا۔

آپ مستجاب الدعوات تھیں۔ آپ کے انتقال سے کچھ دن پہلے آپ کے چھوٹے صاحبزادے محمد سعد حسن خان قادری المعروف سعدی میاں کے ہاں ولادت متوقع تھی۔ آپ نے دعا فرمائی کہ انہیں نومولود کو اپنی گود میں لینا نصیب ہو۔ آپ کی وفات سے ایک دن قبل ہی آپ کے صاحبزادے کے ہاں ولادت ہوئی اور آپ نے اسے اپنی گود میں لیا۔ اسی رات آپ کا انتقال ہو گیا۔

الحاج شوکت حسن خاں کی اہلیہ کو چونکہ سیدنا غوثِ اعظم

سے بہت محبت تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی آخری آرام گاہ عبداللہ شاہ غازی علیہ الرحمہ کی درگاہ سے ملحق قبرستان مین سلسلہ قادریہ گیلانیہ کے بزرگ حضرت نجم الدین قادری گیلانی علیہ الرحمۃ کے قریب نصیب کی اور حسنِ اتفاق دیکھیے کہ پردے کا انتظام بھی رہا۔ جہاں آپ کی لحد بنائی گئی اس کے سرہانے دائیں اور بائیں دونوں قبریں خواتین کی ہیں۔ بیچ میں آپ کی قبر ہے۔ یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ جب انسان اپنی جانب سے تقویٰ کا اہتمام کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو ہر جگہ سرخرو فرماتا ہے۔ آپ نے دنیا میں پردے کا اہتمام کیا اور اللہ نے قبرستان میں بھی کسی مرد کے پہلو میں نہیں بلکہ خواتین کے پہلو میں جگہ دی اور سیدنا غوث اعظم کی اولاد کا سایہ بھی ملا جس کے فیوض برکات آپ کو حاصل ہو رہے ہوں گے۔

آپ اگرچہ پچھلے ۱۰ ماہ سے علیل تھیں اور آخر میں آپ کے پتہ میں پتھری بتائی گئی تھی جس کا علاج ہو رہا تھا۔ مگر ڈاکٹروں کی لاپرواہی کے باعث ہسپتال میں آپ کو سانس کا مرض لاحق ہوگیا کہ آپ کے پھیپڑوں میں انفیکشن ہوگیا جس کے باعث کمزوری بڑھتی گئی۔ آخری دفعہ طبیعت اس وقت خراب ہوئی جب ۳۰ ویں رمضان المبارک کی سحری کا گھر میں انتظام جاری تھا کہ آپ کی طبیعت خراب ہونے لگی۔ اپنی بیٹی سے کہا کہ اب میں جا رہی ہوں اور وصیت فرمانے لگیں کہ اپنے خاندان کا خیال رکھنا اور سیدنا اعلیٰ حضرت کے دامن سے ہمیشہ وابستگی رکھنا۔ اس کے بعد باآواز بلند درود شریف پڑھنا شروع کردیا اور درود شریف پڑھتے پڑھتے اپنی جان اللہ کے سپرد فرمائی۔ گھر والے احتیاطاً ہسپتال لے گئے مگر وہاں ڈاکٹروں نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ جب گھر والے واپس لائے تو سحری کا وقت اختتام پر تھا۔ سب پر قیامت ٹوٹ پڑی لیکن سب نے صبر کا دامن تھاما اور تلاوت قرآن اور ذکر اذکار شروع کردیا۔ سب کو اطلاع دی گئی جنازہ کے لیے دارالعلوم امجدیہ میں مغرب کا وقت مقرر ہوا۔ گھر سے جنازہ عصر کے بعد روانہ ہوا اور مغرب سے قبل روزہ افطار کے وقت جنازہ دارالعلوم امجدیہ پہنچا اور افطار و مغرب کی نماز کے فوراً بعد جنازہ مولانا عطاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ العالی نے پڑھایا اور عشاء کے وقت یعنی رات کے وقت کلفٹن میں شاہ عبداللہ غازی کے ملحقہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔ آپ کے صاحبزادے فرحت حسن خاں نے بتایا کہ امی ابتداء میں خود نعت پڑھتی تھیں اور گھر میں خواتین کے میلاد کے موقع پر بھی نعت پڑھتی تھیں اور آپ سے زیادہ تر امام احمد رضا علیہ الرحمہ یا مولانا حسن رضا اور مفتی اعظم علیہما الرحمۃ کے کلام سے پڑھتی تھیں اور ویسا ہی کلام سننا پسند کرتی تھیں۔ آپ نے بتایا کہ آپ باقاعدہ ہر سال گھر پر میلاد کا اہتمام کرواتی رہیں اور عموماً جب تک مولانا مفتی محمد حسین قادری سکھر والے زندہ رہے، ان کو ضرور بلواتیں اور ان سے قصیدہ بردہ شریف کی فرمائش کرتی تھیں۔ اسی طرح اور دیگر علماء بھی مدعو ہوتے تھے اور ہر سال گھر میں میلاد کا اہتمام از خود فرماتی تھیں۔

آپ کے صاحبزادے نے مزید بتایا کہ جب آپ پاکستان تشریف لائیں تو یہاں وہ آسائشیں حاصل نہ تھیں جو بریلی شریف میں تھیں لیکن انہوں نے کبھی کسی سے شکایت نہ کی بلکہ صبر کے ساتھ اپنی زندگی گزاری اور جو کچھ اللہ نے دیا اس پر شکر ادا فرماتیں۔ آپ اپنے بھائی بہنوں سے بہت محبت فرماتی تھیں اور تمام بھائی بہن بھی آپ سے بہت محبت فرماتے۔ چنانچہ قبلہ اختر رضا صاحب تو سال دو سال میں ضرور ایک دفعہ پاکستان تشریف لاتے اور ملاقات فرماتے اور زیادہ وقت بہن کے گھر ہی گزارتے۔ ان کے وصال پر آپ نہ آسکے مگر چالیسویں میں ضرور تشریف لائیں گے۔ ان کے علاوہ مولانا منان رضا خاں بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور ان کی اولاد کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی سعادت نصیب کرے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

# رضا کی ادویات۔ بے مثل خصوصیات

## رضا کی دیگر مؤثر ادویات میں سے چند ایک نظر میں

| نام دوا | قیمت | فوائد واستعمالات |
|---|---|---|
| انرجیک سیرپ ENERGIC Syrup | 75/- | اعضائے رئیسہ وشریفہ (دل، دماغ، جگر) کی حفاظت کرتا ہے۔ جسم کو خون سے بھرپور کرتا ہے۔ ضائع شدہ توانائی بحال کرتا ہے۔ |
| کف کل سیرپ COUGHKIL Syrup | 30/- | خشک اور بلغمی کھانسی، کالی کھانسی، شدید کھانسی، دورے والی کھانسی، دمہ اور امراضِ سینہ میں بے حد مفید ہے۔ |
| لیور جک سیرپ LIVERGIC Syrup | 50/- | ضعفِ جگر، یرقان، ورم جگر، ہیپاٹائٹس، جگر کا بڑھ جانا، جگر کا سکڑ جانا، ورم پتہ، مثانہ کی گرمی، سینہ اور ہاتھ پاؤں کی جلن میں مفید ہے۔ |
| پیورفک سیرپ PURIFIC Syrup | 45/- | چہرے کے داغ دھبے، کیل مہاسے، گرمی دانے، پھوڑے پھنسیاں، خارش، الرجی، داد، چنبل، بواسیر بادی وخونی میں مفید ہے۔ اعلیٰ مصفی خون ہے۔ |
| گائنوجیک سیرپ GYNOGIC Syrup | 110/- | ایام کی بے قاعدگی، رحم کی کمزوری، ورمِ رحم، عادتی اسقاطِ حمل، اٹھرا، کمر درد اور جملہ امراضِ نسوانی میں اکسیر ہے۔ |
| لیکورک کیپسولز LIKORIC Capsules | 90/- | سیلان الرحم (لیکوریا)، حاد ومزمن کی مؤثر دوا ہے۔ اندام نہانی کے ورم اور سوزش کو دور کرتے ہیں، کیلشیم کی کمی، رحم اور متعلقاتِ رحم کو تقویت دیتے ہیں۔ |
| عرقِ جگر ARQ-E-JIGAR | 60/- | جگر وطحال کے جملہ امراض، دردِ جگر، ورمِ جگر، جلندھر، ہیپاٹائٹس کی جملہ اقسام میں مناسب بدرقات کے ساتھ حیرت انگیز نتائج کا حامل ہے۔ |
| شربتِ بادام SHARBAT-E-BADAM | 110/- | دماغ کو طاقت دیتا، حرارت کو تسکین دیتا ہے، سینہ وطبیعت کو نرم کرتا ہے۔ |
| دافعِ جریان کورس DAF-E-JIRYAN Course | 300/- | کثرتِ احتلام، جریان، سرعتِ انزال، ذکاوتِ حس میں اکسیر ہے۔ |
| روزک سیرپ ROSIC Syrup | 150/- | فطری قوتِ مدبرہ بدن کو بیدار کرتا ہے۔ ہاضمے کے عمل کو بہتر بناتا ہے۔ جگر اور اعصاب کو طاقت دیتا ہے۔ خواتین کے لئے بہترین ٹانک ہے۔ زچہ وبچہ میں خون کی کمی کو دور کرتا ہے۔ |
| کڈٹانک سیرپ KIDTONIC Syrup | 27/- | بچوں کو قبض، اپھارہ، نفخ، پیچش، قے دست، کھانسی، نزلہ، زکام، بخار اور گلے کی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ جسم کو طاقت دیتا اور غذائی کمی، خون کی کمی اور کیلشیم کی کمی کو پورا کرتا ہے۔ |
| کشش (بریسٹ کریم) KASHISH Breast Cream | 150/- | اکثر خواتین ایک ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد نسوانی خوبصورتی کھو دیتی ہیں۔ کشش (بریسٹ کریم) بریسٹ کو سڈول، خوبصورت اور پرکشش بناتی ہے۔ |

ریٹائرڈ پرسن، انویسٹر، ہول سیلرز، میڈیکل/سیلز ریپ، فری لانسرز، ڈسٹری بیوٹرز و مارکیٹرز متوجہ ہوں۔ اپنے شہر، قصبے اور گاؤں میں رضا لیبارٹریز کی مایہ ناز ہربل ادویہ کی فرنچائز مارکیٹنگ کے لئے رابطہ فرمائیں۔ پرکشش پیکیج سیمپل، لٹریچر، اسٹیشنری اور پبلسٹی بذمہ کمپنی

**ZAIGHAM ENTERPRISES**

Distributer & Promoter of Medicine & General Items

مطب رضا، مین بازار، گلشن لیبر کالونی (رشید آباد)، نزد غوثیہ ہوٹل سائٹ، کراچی۔ 75700

فون:021-4219419 موبائل:0333-2166710

# نذرانۂ عقیدت بحضور صدر العلماء

اِک امامِ وقت اِک شیخِ زماں ہم سے گیا
اِک اصولِ دینِ رب کا پاسباں ہم سے گیا

اسوۂ نبوی کا پیکر تھی سراپا جس کی ذات
علمِ وحدت کا وہ بہرِ پیکراں ہم سے گیا

خوفِ رب، حُبِّ نبی کا جو سراپا تھا جمال
سوز و سازِ عشق کا وہ ترجماں ہم سے گیا

ابنِ حسنینِ رضا تھا وہ کہ تحسینِ رضا
چھوڑ کے کتنے نشانوں کا نشاں ہم سے گیا

رونقِ ممبر بھی تھا اور زینتِ محراب بھی
کیا کہوں وہ حاملِ سوزِ نہاں ہم سے گیا

کیسی کیسی ہے حقیقت نام میں اس کے نہاں
داستانوں کی جو تھا اِک داستاں ہم سے گیا

جس کی تقریریں ہیں کانوں میں تو صورت ذہن میں
کون کہتا ہے کہ ایسا خوش بیاں ہم سے گیا

محرمِ رازِ مئے عرفاں کا تھا جو راز داں
آج کوثرؔ ایسا اِک پیرِ مغاں ہم سے گیا

کوثر بریلوی